



مکتبہ اسلامیہ شریعہ اسلامیہ پاکستان  
مولانا علامہ محمد شرف سیالوی زید محمد

مدارسہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام

کالج روڈ سرگودھا: 048-5724695

## ☆ فہرست ☆

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
1	الما بعد	1
2	گناہ طلاق اور خلع	2
4	مصالحی کوشش	3
4	عورت کی طرف سے نشوز	4
5	طلاق رجعی کے بعد	5
5	منکوحات کی تحدید اور امتیاز نوع انسانی	6
8	متحد اسلام، قرآن مجید اور سنت رسول کی روح کے خلاف ہے	7
9	متحد کی حرمت از روئے قرآن مجید	8
9	شیعی ترجمہ مقبول	9
9	وجہ استدلال	10
10	شیعی ترجمہ مقبول، وجہ استدلال	11
12	شیعی ترجمہ مقبول، وجہ استدلال	12
20	قرآن کریم صرف تو اتر سے ثابت ہے	13
23	علامہ کاشانی کا انحراف اول	14
23	علامہ کاشانی کا انحراف دوم	15
24	علامہ ڈھکو کا انوکھا استدلال	16
24	مفسرین اہل سنت نے یہی تفسیر کی ہے	17

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ----- متحدہ اور اسلام  
مصنف ----- عمدۃ الابد کیا علامہ محمد اشرف سیالوی  
تعداد ----- 1100 سو  
سن اشاعت ----- اگست 2007ء  
طباعت ----- بارودوم  
قیمت ----- 150 روپے

**ملنے کا پتہ**

جامعہ غوثیہ مہر پور منیر الاسلام کالج روڈ سرگودھا

فون نمبر: 048-3724695

73	شہادات اربعہ پر بے جواز تکیہ اور اعتقاد	37
75	اعتراف جرم کس کا	38
78	متعہ کو حرام کرنے والا کون؟	39
80	عجیبہ	40
81	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اعلان اور صحابہ کرام کی تصدیق و تائید	41
84	قول فیصل	42
85	کیا متعہ کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے؟	43
87	حضرت اسامہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی گستاخی	44
94	حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہ کرام کے متعلق شیعی نظریہ	45
100	متعہ کی ممانعت کتب شیعہ سے	46
103	شیعی تاویلات اور ان کی لغویت	47
103	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان و افتراء	48
105	کیا اہل اسلام کی عزت و ناموس کا تحفظ اسلام نہیں	49
108	ثواب متعہ والی روایات کا بطلان	50
108	ممنوعیت متعہ میں وارد پہلی روایت اور علامہ ڈھکو کی غلط بیانی	51
112	امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لا جواب ہونا	52
113	دریافت طلب امر	53
113	علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب	54
117	کثرت متعہ کی ممانعت	55

26	علامہ ڈھکو صاحب کی فریاد	18
27	شیعہ ترجمہ مقبول	19
28	وجہ استدلال	20
32	عقد متعہ کے احکام قرآن حکیم میں مذکور نہیں	21
33	متعہ اور نکاح میں وجہ فرق	22
39	محو عورت لونڈیوں کی مثل ہے	23
40	مضحکہ خیز دعویٰ اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش	24
42	حرمت متعہ از روئے احادیث رسول و اقوال صحابہ و ائمہ اہلبیت	25
48	شیعہ کی عجیب و غریب منطق	26
49	غریب کاری کی انتہا	27
51	روایات میں اختلاف اور تعارض کا جواب	28
53	شیعی علامہ ڈھکو کی پھبتی	29
58	حضرت عبداللہ بن عباس کا نظریہ	30
65	حضرت عمران بن حصین کا نظریہ	31
67	حضرت جابر بن عبداللہ کا نظریہ	32
68	مضحکہ خیز اضافہ	33
69	حضرت علی کا نظریہ	34
71	اعتذار شیعہ اور اس کی لغویت	35
72	اجماع اہل بیت کے دعویٰ کی لغویت	36

56	امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا متعہ کو حرام قرار دینا	119
57	روایات کی صحت کا اعتبار	120
58	عند الشیعہ روایات کی کثرت و قلت معیار حق نہیں	122
59	متعہ کے مفاسد کا بیان اور عقلاً ناجائز ہونے کا ثبوت	123
60	لحمہ فکریہ	126
60	متعہ کا بطلان از روئے عقل	127
62	متعہ ذلت و رسوائی کا موجب ہے اور بے عقلی کی دلیل	127
63	متعہ پر راضی لڑکیاں بے عقل ہیں	129
64	لحمہ فکریہ	130
65	متعہ خالص زنا ہے	138
66	اس فتویٰ کی زد میں کون لوگ آتے ہیں	141
67	حصہ دوم کلمۃ التقدیم	143
68	<b>باب اول</b> متعہ کے بیان میں	148
69	متعہ کا فرعونوں سے جائز ہے مگر ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں	148
70	یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ جواز نکاح منسوخ	150
71	متعہ ہزار عورتوں سے بھی جائز ہے	151
72	نبی اکرم کی امت کے لیے حکم قرآنی	152
73	عقد متعہ میں باپ دادا کی اجازت ضروری نہیں	153
74	عقد متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں	154

75	دوا آدمیوں کے متعہ اور نکاح کا اجتماع ایک عورت کے ساتھ	156
76	عقد متعہ چھپانے کا حیلہ اور تجدید نکاح کا بہانہ	158
77	متعہ صرف عقیقہ عورتوں سے درست ہے	160
78	عقیقہ ہونے کی سند	160
79	اتنی نہ بڑھاپا کی داماں کی حکایت،	161
80	بیوی کی عفت اور خاوند کی عزت	162
81	کہ مستحق کرامت گناہ گار اند	163
82	مستوعہ کی عفت معلوم کرنے کا طریقہ	163
83	آئندہ احتیاط	164
84	متعہ میں مدت کی تعیین کس حد تک ہو سکتی ہے	165
85	متعہ دوریہ اور پچاس سال سے زائد عمر کی عورتوں کے لیے خصوصی رعایت	167
86	قاضی نور اللہ شوہتری کی فریاد اور متعہ دوری کا اعتراف	168
87	متعہ دوریہ اور علامہ ڈھکوصاحب کا اعتراف	169
88	متعہ دوریہ والے اعتراف کا جواب	169
89	اعتراف کس پر	171
90	کیا آئندہ پرلوم مدت کا قول خلاف عقل و نقل ہے	171
91	عدت کا شرعی حکم	173
92	قاضی نور اللہ کی خیانت اور غیر حائضہ کا متعہ دوریہ	178
93	مگر بدقسمت صرف وہ ہے	178



211	متحدہ کاجرو ثواب اور فضائل و درجہ جات	113
225	متحدہ کاسنکر کافر ہے	114
225	اجرت متحدہ بخش دینے والی کاجزر عظیم	115
227	شیعی تاویلات	116
236	الزمری جواب	117
238	لطیفہ	118
238	کہیں ناک کان کٹنے کا بھی ذکر ہے	119
239	کیا مذہب شیعہ اہل بیت کا مذہب ہے	120
240	<b>باب دوم</b>	121
240	عاریۃ الفرج یعنی لونڈی کے مالک سے بغرض جماع مانگ لینا	122
242	ائمہ کرام کا اپنی لونڈیوں کے فروج مؤمنین کے لیے مباح ٹھہرانا	123
242	دو تحلیل اور عاریت سے تبادر کا حکم اور ان کی حلت	124
243	کسی لونڈی سے زنا کرنے کے بعد مالک سے معافی لے لینے	125
	پر مشردہ بخشش	126
244	مقام غور	127
245	زنا کار لونڈی کا دودھ پاک کرنے کی ترکیب اور حیلہ	128
247	شیعہ حضرات کے لیے عجیب سہولت	129
248	استبراء سے آزادی اور چھٹکارا	130
249	خریدی ہوئی لونڈی کے ساتھ محل کے بوجہ جماع جائز	131

179	محروری کا تذکرہ	94
180	عقد متحدہ میں سخت بے احتیاطی	95
183	متحدہ کی اجرت	96
185	متحدہ کے سب شرائط معاف ہو گئے	97
187	شیعی تاویل و توجیہ	98
187	متحدہ کی اجرت کس وقت اور کتنی دینی لازم ہے	99
189	متحدہ کے لیے ایڈوانس بنگ	100
189	تبصرہ بیک وقت دوسروں کے ساتھ عقد متحدہ کا جواز	101
190	فما استمتعتم به منهن اور شیعی استدلال کا بطلان	102
191	قراءت شاذہ الی اجل مسمى کا حقیقی مفہوم	103
192	فائدہ ضروریہ	104
193	شیعہ کا مستحبات کا ساتھ سلوک اور اجرت واپس لینے بلکہ نفع	105
	کمانے کا حیلہ	106
199	عقد متحدہ کی صورت میں عدت	107
203	انوکھا عقد متحدہ	108
204	تحلیل لواطت کی مصلحت	109
205	متحدہ خلاف فطرت ہے	110
205	اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نظر نہ آیا	111
210	حقیقی مذہب کیا ہے	112

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ وَعَلَى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ الْكَامِلِیْنَ

السَّابِعِیْنَ لَهُمْ بِالْاِحْسَانِ اِلَى یَوْمِ الدِّیْنِ﴾

﴿اَمَّا بَعْدُ﴾

﴿فَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "هُوَ الَّذِیْ

(الفرقان ۵۲)

خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا﴾

اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو پیدا فرمانے کے بعد نسل انسانی کا اجراء فرمایا اور

اولاد بیوی کے درمیان ایسا مقدس رشتہ قائم فرمایا جس نے ان دونوں کو ہستی واحد ایک جان دو

باب کی طرح بنایا جس کے بعد خاوند کے ماں باپ بیوی کے ماں باپ کی مثل قرار پائے اور

ہر ایک کے ماں باپ خاوند کے لئے مثل ماں باپ کے ٹھہرائے گئے بیوی کی اولاد خاوند پر مثل اپنی

اولاد کے ٹھہرائی اور خاوند کی اولاد بیوی پر مثل اپنی اولاد کے ٹھہرائی جیسے کہ کلام مجید کے واضح

اشارات اس پر دلالت کرتے ہیں بیوی کی والدہ کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

(النساء ۲۳)

﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾

اور بیوی کی بیچوں کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

(النساء ۲۳)

﴿وَوَبَّأَنكُمُ اللَّائِیَ فِیْ حُجُوْرِكُمْ﴾

اولاد پر باپ کی منکوحہ کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

(النساء ۲۴)

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾

اور باپ پر بیٹی کی بیوی اور بہو کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

(النساء ۲۳)

﴿وَخَالَئِ ابْنَاتُكُمُ﴾

الغرض مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ ازدواجی تعلق کا دار و مدار محض شہوت رانی پر نہیں بلکہ یہ

132	مالک اور خاوند کا کوٹری سے باری باری استفادہ	251
133	قابل غور امر	252
134	باب سوم احتلال محارم	254
135	عذر گناہ بدتر از گناہ	255
136	فائدہ عظیمہ	260
137	اسماعیلہ شیعہ کا مذہب اصلی	262
138	تاویلات اسماعیلہ	263
139	فائدہ ہمہ	269
140	باب چہارم	271
141	لواطت اور مذہب شیعہ	271
142	امام جعفر صادق کا استدلال امام ابو الحسن کا جواب	276
143	امام جعفر صادق سے متشاور روایات	277
144	لواطت کے دلدادگان کا اضطراب اور تو جیہات فائدہ	279
145	اصولی بات	281
146	شیعہ کی قوم لوط علیہ السلام سے سبقت	281
147	اہل سنت کا مذہب	281
148	حقیقت حال	282
149	صاحب منہج کا انوکھا استدلال اور بے خبری کی انتہا	283
150	عبرت گیر فرمان	284
151	تسمیہ نبیہ	284
152	الغرض	286

مقدس رشتہ اور تعلق ہے اور دور رس نتائج کا حامل ہے ایک دفعہ نکاح منعقد ہو جائے تو حتی الامکان اس تعلق کو برقرار رکھنا ضروری ہے بلاوجہ مرد کا طلاق دینا یا عورت کا خلع کرنا گناہ شرع میں سخت ناپسندیدہ ہے۔

## گناہ طلاق اور خلع

”فروع کافی جلد دوم“ میں علامہ کلینی نے متعدد روایات ایسی درج کی ہیں جن سے طلاق کا اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے ہاں انتہائی مبغوض ہونا اور موجب لعنت ہونا واضح ہوتا ہے۔

(1) ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان اللہ عز وجل یحب البیت الذی فیہ العروس ویبغض البیت الذی فیہ الطلاق وما من شیء ابغض الی اللہ عز وجل من الطلاق﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ اس گھر کو پسند فرماتا ہے جس میں شادی شدہ عورت نکاح کر کے لائی گئی ہو اور اس گھر کو ناپسند فرماتا ہے اور اس سے بغض رکھتا ہے جس میں طلاق ہو اور کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق سے زیادہ مبغوض اور قابل نفرت نہیں ہے۔

(2) ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سمعت ابی یقول ان اللہ تعالیٰ یبغض مطلقاً﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو مبغوض رکھتا ہے جو بکثرت طلاق دینے والا ہے۔

(3) ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ما من شیء مما احلہ اللہ ابغض الیہ

من الطلاق وان اللہ یبغض المطلق الذواق﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال فرمودہ طلاق سے کوئی چیز طلاق سے بڑھ کر مبغوض اور ناپسندیدہ نہیں ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ طلاق سے نفرت والے شخص اور ذائقے بد لئے والے شخص کو ناپسند فرماتا ہے۔

(4) امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

﴿فقال رسول اللہ ﷺ ان اللہ یبغض او یلعن کل ذواق من الرجال او ذواقہ من النساء﴾

تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے یا لعنت فرماتا ہے اس مرد پر جو طلاق حاصل کرنے کے لئے پہلی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور اس عورت پر جو نئے خاوند سے لذت حاصل کرنے کے لئے پہلے خاوند سے علیحدگی اختیار کرتی ہے (خلع یا مبارات وغیرہ اختیار کرتی ہے)

(فروع کافی جلد دوم صفحہ ۲۷۹، ۲۸۰)

اسی مضمون کی روایات کتب اہل سنت والجماعت میں بھی بکثرت موجود ہیں صرف اللہ تعالیٰ کے درج کی جاتی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

﴿ایما امرأۃ سئالت زوجها طلاقاً فی غیر ما باس فحرام علیہا

اللعنۃ الجنۃ﴾

(ابن ماجہ الطلاق ۲۸۳ بحوالہ ترمذی ج ۱ ص ۱۳۲، ومنہ احمد ج ۲ ص ۲۱۸، والیو داؤد ج ۱ ص ۲۱۱، ابن ماجہ ص ۱۳۸، والدارمی ج ۲ ص ۱۶۲)

جو عورت اپنے خاوند سے بلا ضرورت طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اس پر جنت کی خوشبو نہیں ہے الغرض فریقین کی روایات سے یہ بات قطعی طور پر محقق ہے کہ طلاق اور خلع بلا ضرورت



تحت ناپسندیدہ ہے۔

کلام مجید نے ﴿فَإِنْ حَفِظْتُمْ أَنْ لَا يَفِيْعِمَا حُلُوْ دَالِلَهُ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ (البقرہ ۲۲۹) میں اس شرط کے ساتھ خلع کو شرط ٹھہرایا کہ اگر زوجین کو یہ خطرہ لاحق ہو کہ وہ دونوں حدود اور احکام خداوند تعالیٰ پر قائم نہ رہ سکیں گے تب عورت کچھ مذیہ دے دے تو اس میں حرج نہیں یہ واضح کر دیا کہ اس قسم کے خطرہ کے بغیر خلع اور فدیہ دینا حرج سے خالی نہیں ہے اختلافات پیدا ہو جانے پر وقوع طلاق سے قبل حتی المقدور مصالحت کا ذکر کر کے بھی کلام مجید نے طلاق کے مبغوض اور ناپسندیدہ ہونے کو واضح کر دیا ہے ارشاد خداوندی ملاحظہ ہو۔

### مصالحی کوشش

﴿فَإِنْ حَفِظْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأَبْغَوْا حَكْمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكْمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يَرِئِدَا إِصْلَاحًا يَوْفِیَ اللَّهُ بَيْنَهُمَا﴾ (النساء ۳۵)

اگر تم (اے حکام) خاوند اور بیوی کے درمیان اختلاف اور ازدواجی تعلقات کے بگڑنے کا خطرہ محسوس کرو تو ایک حکم اور ثالث خاوند کی طرف سے اور اس کے اہل کی طرف سے اور دوسرا عورت کی طرف سے اور اس کے اہل کی طرف سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا۔

### عورت کی طرف سے نشوز

اور عدم موافقت کا خطرہ درپیش ہو تو فوراً طلاق دینے اور فارغ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے۔

﴿وَاللَّيْطِي تَتَخَفُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ

(النساء ۳۴)

انسان کی نافرمانی داری کا تم کو خوف ہو تو ان کو نصیحت کرو اور ان کو بستر میں علیحدہ کرو اور ان کو مارو یا پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو ان پر بے جزیادتی نہ کرو۔  
اس سے صاف ظاہر ہے کہ حتی الامکان اس رشتہ کا برقرار رکھنا ضروری ہے اور اس کا تلف کرنا علماء اربعہ کی کے خلاف ہے۔

### طلاق رجعی کے بعد

اگر بالرض اختلاف اور انکاح طلاق کی صورت میں ظاہر ہو لیکن طلاق ایسی ہو جس میں رجوع اولتا ہے تو خاوند اور بیوی کے تعلقات بحال کرنے کا موقع دیتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَنُفُوْ لَهُنَّ اِحْقَ بَرَّ ذَهْنٍ﴾ (البقرہ ۲۲۸)

ان کے خاوندوں کو ان کی طرف رجوع کا زیادہ حق ہے یعنی بجائے نئے خاوند کے اگر وہ اولتا ہو تو وہ بارہ بیوی بنا کر کھا چاہے تو پہلا حق اس کا ہے اگر عورت سابقہ خاوند کی طرف رجوع کرتی ہے تو اس کے ورثاء کو کاوت ڈالنے کا کوئی حق نہیں۔

﴿فَلَا تَعْضَلُوْهُنَّ اَنْ يَّتَّخِجْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرہ ۲۳۳)

تو انہیں نہ روکو اس سے کہ وہ اپنے پہلے خاوندوں کے ساتھ نکاح کریں اس حکم خداوندی سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشا یہی ہے کہ خاوند بنی عمری میں عقد میں نہ لاتا رہے اور نہ ہی عورت نئے خاوند بنتی رہے۔

### مخلوقات کی تحدید اور امتیاز نوع انسانی

ان مخلوقات انسانی کے لئے جہاں نکاح اہم ضرورت تھی اور اس کا جائز رکھنا منشاء ایزدی کے عین مطابق تھا وہاں عام حیوانات اور اشرف المخلوقات میں فرق کا ملحوظ رکھنا بھی لازمی تھا لہذا اس



سے پہلے تو منکوحات کی تحدید فرمادی گئی ارشاد باری ہے۔

﴿فَانْكَحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَنًى وَثَلَاثَ وَرَبَاعَ﴾ (النساء ۳)

پس نکاح کرو ان عورتوں سے جو تم کو پسند آجائیں دو دو تین تین چار چار سے چار سے زیادہ کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیکر پھر ان میں باہم عدل و انصاف نہ کر سکنے کی صورت میں صرف ایک پر اکتفاء کرنے کا حکم دیا۔

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء ۳)

اگر تمہیں اندیشہ لاحق ہو کہ متعدد بیویوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک کے ساتھ نکاح پر اکتفا کرو یا پھر حراز اور آزاد عورتوں کی بجائے لونڈیوں کے ساتھ ازدواجی مقاصد کی تکمیل کر لو کیونکہ ان میں باہمی مساوات لازمی نہیں ہے۔

﴿أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا﴾ (النساء ۳)

یہ بات نا انصافی سے بچنے کے لئے زیادہ اقرب اور مناسب ہے اس کے برعکس ساڈھ اور فعل حیوانی اور موثبات کے نہ ایک دوسرے پر واجب الادا حقوق اور نہ ہی انصاف و عدالت کی پابندی اور نہ ہی تحدید اثاث۔ لہذا انسانیت کا شرف و فضل اس امر کا مقتضی ہے کہ مردوں کے لئے عورتوں کی حد معین ہو۔

۲۔ نکاح کے لئے حق مہر لازمی ہے۔

﴿وَإِحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾ (النساء ۲۴)

ان حرام عورتوں کے علاوہ سب عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں کہ تم مال خرچ کر کے ان کی خواستگاری کرو اور اس کے علاوہ عورت کے لئے نان و نفقہ، لباس، بستر اور مکان و رہائش گاہ بھی لازم ہے فرمان باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (البقرہ ۲۳۳)

خاندان پر بیویوں کے لئے نفقہ اور پرورش کے لئے معروف و مناسب طریقہ پر مہیا کرنا

اور اس مرد خداوند تعالیٰ ہے۔

﴿وَأَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ﴾ (الطلاق ۶)

ان کو وہیں ٹھہراؤ جہاں تم ٹھہرو اور سکونت اختیار کرو اور شیعہ سنی کی کتب تفاسیر اور کتب اختلاف میں بصراحت یہ احکام واضح کر دئے گئے ہیں۔ لہذا انسان کو دوسرے حیوانات پر اس قدر اعلیٰ مقام حاصل ہے کہ وہ منافع بضع حاصل کرنے کے لئے اور مقصد نکاح کی تکمیل کے لئے ان امور کا بھی التزام کرے۔ محض فریقین کی رضامندی یا فقط حق مہر کا لزوم کافی نہیں ہو سکتا۔ ایسے امور نہیں جن میں انسان کو کوئی امتیاز حاصل ہو جائے یا بھی تراضی اور رضامندی تو ان امور میں بھی ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی جانور بھی کچھ نہ کچھ پیشگی دے ہی دیتے ہیں مرغ دانہ اور لاش لے کر مرغی کو آواز دیتا ہے اور جب وہ اس کو کھالیتی ہے تو مرغ جلدی اس کا بدلہ وصول کرتا ہے پھر مرغ میں اور انسان میں کیا فرق ہو لہذا اس رشتہ کا تقدس اس امر کا مقتضی ہے کہ وہ بیوی کی جملہ ضروریات کا اس طرح تکفیل ہو جیسے کہ اپنی ضروریات کا کیونکہ وہ اس مقدس رشتہ کا بعد ہر لاشیء واحد کے ہیں بلکہ ناگزیر وجوہ سے رشتہ نکاح منقطع ہو جانے پر بھی ایام عدت کے لئے مال خرچ اور مسکن لازم ہے کیونکہ اس کا تعلق بھی اسی ازدواجی مقدس رشتے سے ہے۔

۱۔ خاندان اور بیوی کے درمیان وراثت کا جاری ہونا بھی اس رشتہ کے تقدس اور ان کے یک جان اور ملاک ہونے کی دلیل ہے ارشاد خداوندی ہے۔

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾ (النساء ۱۲)

یعنی بیوی کے ترکہ میں سے خاوند کے لئے نصف ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو اور اولاد

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ (النساء ۱۲)

اور بیوی کے لئے تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی (۱/۴) حصہ ہوگا اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر ان کو آٹھواں حصہ ملے گا جہاں نسبی اور خونی رشتہ کو موجب وراثت قرار دیا گیا ہے وہاں اس کبھی رشتہ کو بھی موجب وراثت قرار دیا گیا ہے جس سے اس رشتے کا تقدس واضح ہے اور اس کا دوام و استمرار مطلوب عند الشرح ہونا ظاہر ہے

متنعہ اسلام، قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ

## کی روح کے خلاف ہے

اس کے برعکس متنعہ میں نہ نان و نفقہ لازم، نہ رہائش گاہ اور مکان مہیا کرنے کی پابندی نہ تعداد و ممتوعات کا تعین۔ بلکہ ہزاروں سے بھی جائز نہ عدل و انصاف اور مساوات لازم نہ خلع اور طلاق کی ضرورت نہ مصالحت اور ثالثی کی گنجائش نہ نشو و نما و نافرمانی و داری سے روکنے کے لئے مار پیٹ کی رخصت اور نہ ہی دوران عقد متنعہ زوجین میں سے کسے کے مرنے پر وراثت جاری ہوتی ہے اسی طرح نہ دوران عدت نفقہ وغیرہ لازم۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ عقد عظمت انسانی کے مطابق نہیں اور اسے ایک مقدس رشتہ کو طور پر نہیں بلکہ حیوانات کی طرح محض شہوت رائی اور ہوائے نفسی اور خواہشات ردیہ و ذلیلہ کی تکمیل کے لئے اختیار کیا گیا ہے اس پر کسی ثواب اور دوزخ کا ترتیب تو دور کی بات ہے یہ بذات خود منشاء ایزدی کے خلاف ہے قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ اور روح اسلام کے سراسر منافی و مخالف ہے اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مغبوض ترین فعل ورموجب لعنت عمل ہے یہ صرف مرد اور عورت کے لئے ہر روز نئی لذت چکھنے اور اور ذائقہ رلنے کے لئے تیار کردہ ایک پروگرام ہے اور قوم کے بچوں بچیوں کو بے راہ رواور غلط کار بنانے کے لئے ایک شیطانی چال ہے۔ ﴿نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ﴾

ان تمہیدی کلمات کے بعد ہم اب اس فعل و عمل اور نظریہ و عندیہ کی حرمت قرآن مجید

اور دلائل عقل و خرد سے ثابت کرتے ہیں۔

## متنعہ کی حرمت از روئے قرآن مجید

اہل سنت والجماعت اور روافض کے درمیان اگر کوئی دلیل متفق علیہ ہو سکتی ہے تو وہ

صرف کلام مجید ہے اگرچہ جمہور روافض کے نزدیک یہ قرآن اصلی نہیں اور اس میں کلام اور تقدیم و تاخیر موجود ہے تاہم مجبوراً ان کو جو کچھ اس میں ہے تسلیم کرنا پڑتا ہے اور امام علی علیہ السلام کے ظہور تک مجبوراً انہیں اس قرآن مجید کے احکام پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ مگر اہل بقول ان کے، اصلی امام مع اہل قرآن کے ظہور پزیر ہوگا۔ لہذا اس وقت یہ قرآن نا قابل اعتبار ہوگا۔ لیکن بہر حال اس وقت تک تو یہی کلام مجید واجب العمل ہے۔ لہذا اس کی روشنی میں مسئلہ متنعہ وغیرہ کی تحقیق و تدقیق ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿فَاِنْ كُنْتُمْ لَا تَرْضَوْنَ النِّسَاءَ فَاِنْ كُنْتُمْ لَا تَرْضَوْنَ النِّسَاءَ فَاِنْ كُنْتُمْ لَا تَرْضَوْنَ النِّسَاءَ فَاِنْ كُنْتُمْ لَا تَرْضَوْنَ النِّسَاءَ﴾ (النساء: ۳۷)

## اسی ترجمہ مقبول

تو عورتوں میں سے جو تم کو پسند آئیں دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو پھر اگر تمہیں عورت ہو کہ ان کے مابین بھی عدالت نہ کر سکو گے تو منکوحہ ایک ہی ہو یا کوئیاں جو تمہاری عورتوں میں ہوں یہ بات نا انصافی سے بچنے کیلئے اقرب ہے۔

## اہل استدلال

جملہ حلال اور پسندیدہ عورتوں میں سے صرف دو یا تین یا چار کے ساتھ نکاح کو حلال

تھہرایا گیا ہے حالانکہ متنع میں عورتوں کی تعداد متعین نہیں حتیٰ کہ ہزار عورتوں کی ساتھ بھی بیک وقت متنع شیعہ صاحبان کے نزدیک درست ہے لہذا اجموعہ عورتیں ماطاب لکم من النساء میں داخل نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی عقد متنع کو نکاح شرعی قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں آخری حد جواز چار ہے اور متنع میں یہ حد نہیں۔

نیز اندیشہ انصافی اور عدم مساوات کا ہوتا اس صورت میں ایک عورت کے ساتھ نکاح حلال ہے یا لونڈیوں اور مملوکہ باندیوں پر اکتفا کا حکم ہے حالانکہ متنع میں مساوات اور عدل و انصاف لازم نہیں لہذا اس کا استثناء بھی لازم تھا یعنی اگر نا انصافی کا خطرہ درپیش ہو تو نکاح نہ کرو بلکہ متنع کر لویا ایک پر اکتفا کرو یا پھر صرف مملوکہ باندیوں کے ساتھ مباشرت پر اکتفا کرو۔ علی الخصوص جب کہ ایک بیوی کے ہوتے ہوئے بھی نان نفقہ وغیرہ میں نا انصافی ہو سکتی ہے اور لونڈیوں کا خرچ اور لباس وغیرہ بھی لازم ہے اس میں کوتاہی ہو سکتی ہے اور عقد متنع میں صرف اجرت لازم ہے اور اس کی ادنی مقدار بھی متعین نہیں حتیٰ کہ ایک مٹھی گندم یا مسواک پر بھی متنع ہو سکتا ہے لہذا اس میں نا انصافی اور ظلم و زیادتی کا احتمال بہت کم بلکہ کالعدم تھا تو اس کا ذکر از حد ضروری تھا لہذا اس کو نظر انداز کرنا اور صرف دو صورتوں پر اکتفا کرنا دلیل حصرو تخصیص ہے۔

لہذا اس آیت مبارکہ کا صریح مفہوم اور واضح معنی اس امر کی بین دلیل ہے کہ قرآن مجید متنع کی نفی کرتا ہے اور اس کو قطعاً جائز نہیں رکھتا۔

۲۔ ﴿وَلَيْسَ لِّلْعَفِيفِ الْذِّیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰی یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (النور ۳۳)

شیعی ترجمہ مقبول

اور جن کو تم میں سے نکاح میسر نہ ہو ان کو حفت برتنی چاہیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان

کا قلع قمع کر دے۔

استدلال

نکاح کے لوازمات میں مہر کے ساتھ ساتھ نان و نفقہ اور لباس و رہائش کا بندوبست بھی لازم ہے لہذا ان لوازمات کا قمع نہ ہونے کی صورت میں عورتوں سے الگ رہنے اور انہیں نفس پر قابو رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہاں اور وسعت مالی کا انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ متنع میں قلیل ترین اجرت ہی سے کام چل سکتا تھا۔

نہ نان و نفقہ نہ لباس و پوشاک اور بستر وغیرہ کا بوجھ نہ مکان نہ رہائش کی کلفت ایسی صورت میں استغفار اور پاک دامن کا حکم اور خواہشات نفس پر کنٹرول اور زنا سے اجتناب کا حکم نہ کیا معنی؟ صاف صاف بتا دیا جاتا کہ نکاح کی طاقت نہ ہو تو متنع کر لو اور اس کی طاقت نہ ہو تو کسی بھائی سے وقتی طور پر لونڈی بطور عاریت لے لیا کرنا لہذا ایسی ضرورت کے وقت بھی متنع کرنا دلیل فرج کا نام نہ لینا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ان کا شرعاً کوئی وجود نہیں اور عند اللہ ان کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔

لاحسن فضی "تفسیر صافی ج ۲ ص ۵۲" میں لکھتا ہے۔

﴿المشهور فی تفسیرہا لیجتهدوا فی قمع الشهوة و طلب العفة بالریاضة لتسکین شہوتہم کما قال النبی ﷺ یا معشر الشباب من استطاع حکم الباءة فلیتزوج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانه له و جائہ﴾

شیعی مترجم مقبول حاشیہ قرآن میں اس کا ترجمہ کرتے لکھتا ہے۔

"تفسیر صافی" میں ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں یہ امر مشہور ہے کہ جن لوگوں کو نکاح کا سامان یا ذریعہ میسر نہ ہو انہیں لازم ہے کہ شہوت کے قلع قمع کرنے میں بہت کوشش کریں۔ اور



طبیعت کے جوش کو ساکن کرنے کے لئے اور غلیف رہنے کے لئے زیادہ عبادت بجالائیں جب کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اے نوجوانوں! تم میں سے جسے شادی کرنے کی استطاعت ہو وہ ضرور شادی کرے اور جسے اسباب نکاح میسر نہ ہوں تو اسے لازم ہے کہ روزے رکھا کرے کہ روزہ رکھنا قاطع ثبوت ہے۔ (صفحہ نمبر ۵۶۵، حاشیہ نمبر ۵)

۳۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَبِمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فِتْيَانِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَعَدِّاتٍ أَخَذَانِ فَإِذَا أَحْصَيْتُمْ فَإِنَّ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (النساء: ۲۵)

### شیعی ترجمہ مقبول

اور جو تم میں سے اتنا مقدور نہ رکھتا ہو کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کر لے جو تمہارے قبضے میں ہوں اور اللہ تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو پس ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور ان کی مہر نیکی کے ساتھ ان کو دے دو (وہ) غنیفہ ہوں نہ بدکاریں اور نہ چوری چھپی آشنائی کرنے والیاں پھر جب وہ نکاح میں آجائیں اور بدکاری کریں تو ان کو آزاد عورتوں کی بہ نسبت آدھی سزا دی جائے گی یہ تجویز (یعنی) لوٹہ یوں کے ساتھ نکاح کا جائز رکھنا ان کے لئے ہے جو تم میں سے زحمت تجربہ دے ڈرتے ہیں اور صبر کرنا تمہارے لئے بہت ہی اچھا ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

(مقبول ترجمہ صفحہ نمبر ۹۷)

"الاعت" کا ترجمہ زحمت تجربہ کرنے کے بعد حاشیہ میں لکھتا ہے "العت" کے معنی ہیں اس کے اور ہڈی کے ٹوٹ جانے کے اور استعارہ ہر مشقت اور ضرر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہاں مطلب یہ ہے کہ ایسے گناہ سے ڈرتا ہو جس کا ارتکاب غلبہ ثبوت سے ہو جائے۔

### استدلال

جس شخص میں آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی قدرت و استطاعت نہیں اس کے لئے لوٹہ یوں کے ساتھ ان کے مالکوں کی اجازت سے اور مناسب اجرت اور حق مہر دے کر نکاح کرنا جائز رکھا گیا ہے تاکہ زنا کا ارتکاب نہ کریں۔ اگر متنہ یا بطور عاریت فرج کا استعمال کرنا تو قطعاً خوف زنا کے پیش نظر لوٹہ یوں کے ساتھ نکاح جائز نہ رکھا جاتا کیونکہ متنہ میں اجرت لازم ہے اور عاریت الفرج میں اجرت بھی لازم نہیں بلکہ صرف مالک کا بار احسان و کرم ہے اپنی لوٹہ یوں پر حلال کردی اور بس۔ لہذا ان دونوں صورتوں کے جائز ہوتے ہیں۔ لوٹہ یوں کے ساتھ نکاح کرنے اور اجرت و حق مہر دینے کی پابندی کیوں ہوتی؟ متنہ میں اجرت دینا پڑتی ہے تو عقد میں بھی حره اور آزاد عورت کو لایا جاتا ہے نہ کہ لوٹہ یوں کو کہاں آزاد عورت کا مقام اور کہاں لوٹہ یوں جس کی نہ صحیح ترتیب و تہذیب نہ حرمت و عزت نہ معاشرہ میں کوئی خاص مقام اور پھر اولاد پیدا ہوگی تو لوٹہ یوں والے کی غلام ہو جائے گی اور بغیر قیمت ادا کئے ان کو آزاد کرانے کا اس کے گاہی صورت میں حره عورت کے ساتھ متنہ کا جواز بہت بڑی نعمت ہوتا جس کے لئے اجرت کے کوئی خرچہ وغیرہ بھی لازم نہ ہوتا اور اولاد بھی رقیق و غلام نہ بنتی لہذا متنہ کا استعمال کرنا اور لوٹہ یوں کے فرج کا بطور عاریت حاصل کرنے کا ذکر بھی نہ کرنا جو نکاح اور حق مہر کے احکام سے زیادہ سودمند صورت تھی اس امر کا واضح و بین ثبوت ہے کہ متنہ اور عاریت فرج کا استعمال ان کی نگاہ میں کوئی جواز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعاً یہ فعل جائز نہیں ورنہ ایسی مجبوری



اور اضطرار والے موقع پر اس کا ذکر ضرور کیا جاتا اور جب نہیں اور قطعاً نہیں تو معلوم ہوا کہ از روئے قاعدہ (السکوت فی معوض البیان ببيان) حلال طریقے پر عقد کی دو صورتیں ہیں یا عہد عورت کے ساتھ نکاح اور اس کی استطاعت نہ ہو تو کسی کی مومنہ لونڈی کے ساتھ نکاح اس کے علاوہ تیسری صورت عقد کی موجود نہیں ہے اور نہ حلال دروایہ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾

(النساء)

اور اگر صبر سے کام لو اور لونڈیوں سے نکاح بھی نہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے آزاد عورت سے تو نکاح کی طاقت نہیں تھی اور لونڈیوں سے نکاح نہ کرنا بھی بہتر تاکہ اولاد رقیق اور غلام نہ بن جائے اپنی لونڈی ہوتی تو دوسروں کی لونڈی سے نکاح کی ضرورت نہ ہوتی لہذا نہ آزاد عورت سے نکاح نہ اپنی لونڈی موجود رہی دوسروں کی لونڈی سے نکاح والی صورت تو اس سے بھی اہتمام بہتر۔ تو ایسی صورت میں متعہ اور عاریت الفرج جیسی آسان صورت اور نعمت خداوندی کا ذکر نہ کیا جانا اور صرف صبر کی تلقین کرتے جانا بھی اس امر کی بین دلیل ہے کہ وہ صورتیں شرعاً درست نہیں ہیں ورنہ ادھر ترغیب دلا کر زنا سے بچنے کی تلقین ضروری جاتی۔

﴿قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَأَجَلٌ لَّكُمْ مَسَاوِءٌ ذَلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ

مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُتَسَابِحِينَ﴾

(النساء ۲۴)

اور ان حرام عورتوں کے علاوہ سب تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں کہ تم ان کی خواہشگاری کرو اپنے مال خرچ کر کے در آنحالیکہ تم آپ کا مدنی حاصل کرنے والے ہو اور محض شہوت رانی تمہارا مقصد نہ ہو۔

وجہ استدلال

اس آیت مبارکہ میں محرمات کے علاوہ دیگر تمام عورتوں کا حلال ہونا بیان کر دیا گیا ہے

اس صورت میں کہ مال خرچ کر کے ان کی خواہشگاری کی جائے لہذا جس عورت میں محض مال کا معاملہ کہہ دینا کافی سمجھا گیا ہو تو اس کی حرمت بھی واضح ہوگئی جس کو وافض نے عاریت یا عہد نامہ دے رکھا ہے دوسرا اس خواہشگاری کا مقصد احسان اور نفس کا تحفظ ہو محض مادہ اور مال کی طرف خالی کرنا اور فقط حرارت نطفہ سے تسکین حاصل کرنا مقصود نہ ہو اور یہ امر ظاہر ہے کہ

محض مال صرف اور صرف گرم پانی نکالنا اور اس کی حرارت اور ہیجان سے تسکین حاصل کرنا مقصد نہیں اور بالخصوص لواطت کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ خود وافض کے نزدیک متعہ

اہتمام احسان نہیں ہوتا ورنہ زنا کا مرتکب ہونے کی صورت میں اس کو جرم کیا جاتا حالانکہ ہزار بار گناہ کرنے کے باوجود اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں عورتوں کے ساتھ متعہ کے باوجود اس شخص کو زنا

ال صورت میں سنگسار نہیں کیا جاسکتا اور اس طرح عورت سینکڑوں مردوں کے ساتھ متعہ کرے کسی گناہ نہیں اس لئے بصورت زنا سنگسار نہیں ہو سکتی جب تک مستقل نکاح نہ کر لے لہذا

وہ کیا ہے کہ محسنین میں وہی لوگ داخل ہیں جن کا مقصد نکاح شرعی کے قلعہ میں نفس کو پابند کر کے اسے عقیف بنانا ہو جیسا کہ مصنفان میں بھی وہی عورتیں ہیں جو مستقل نکاح کے ذریعے

آپ کو عقیف بنا چکی ہوں کنواری عورت خواہ جتنی مرتبہ زنا کرے اس کو جرم نہیں کیا جاسکتا اس کی صرف سو کوڑے ہی لگائے جائیں گے اور یہی حکم متعہ کا بھی ہے لہذا یہ لوگ مسافحین میں

داخل ہیں نہ کہ محسنین میں۔ اور ﴿خَوَّصَتْ عَلَيْكُمْ أَمْهَاتِكُمْ وَأَنفَاتِكُمْ﴾ میں تحریم کا تعلق ان عورتوں کے نکاح کے ساتھ تھا لہذا ﴿أَجَلٌ لَّكُمْ مَسَاوِءٌ ذَلِكُمْ﴾ میں حلت کا تعلق بھی

ان کے علاوہ دیگر عورتوں کے نکاح سے ہوگا اور قاعدہ یہ ہے کہ نفی و اثبات قیود کی طرف راجع ہوتے ہیں لہذا حلال وہی نکاح ہوگا جو موجب احسان ہو اور متعہ ایسا عقد نہیں جو موجب

احسان ہو لہذا حلت کا بھی اس سے تعلق نہیں ہو سکتا بلکہ صرف اور صرف نکاح دائمی ہی حلال

ف: اسی ضمن میں ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَلَهُنَّ أَجُورُهُنَّ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ﴾ کا معنی مفہوم بھی واضح ہو جائے گا۔ کہ جب تمہارے لئے حق مہر کے ذریعے اور اموال صرف کر کے عورتوں کی خواہشگاری اور ان سے نکاح حلال کر دیا گیا ہے تو اس حلال فعل پر عمل کی صورت میں متربہ نتائج واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم ان کے ساتھ نکاح کے ذریعے نفع اندوز ہو جاؤ اور ان سے لذت بھاج حاصل کر لو تو نکاح میں ان کو مقرر حق مہر پورا پورا وہ جو اللہ کی طرف سے فرض کیا ہوا ہے محض نکاح کے حلال ٹھہرانے پر تو مہر دینا لازم نہیں تھا بلکہ صرف نکاح سے بھی پورا مہر لازم نہیں آتا تھا جب تک ھیتنا حکما مباشرت نہ پائی جائے اس لئے فرمایا کہ جب تم نے ان سے نفع حاصل کر لیا ہے تو ان کو ان کا مقرر حق دو مثلاً زنا حرام ہے مگر جب کوئی اس کا ارتکاب کرے گا تو سزا کا مستحق ہوگا اس طرح نکاح محرمات کے ماسوا سے حلال ہے۔

اور مہر دینا لازم نہ گرامر اس وقت جب اس عقد سے کوئی منفعت بھی حاصل کر لے نہ کہ محض عقد سے پورا مہر لازم ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر قبل از مباشرت طلاق ہو جائے تو نصف مہر لازم ہو گا۔

کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَصُفِّ مَا قَرَضْتُمْ﴾ الحاصل اس آیت کریمہ میں ﴿أَحْلَلْ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ پر مرتب ہونے والے ایک اور نتیجہ اور مقرر ہونے والے ایک اور حکم کا بیان ہے جس پر ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ﴾ کی فاء صریحہ دلالت کر رہی ہے۔ یعنی جن عورتوں کے ساتھ حق مہر کے ذریعے نکاح تمہارے لئے حلال ٹھہرایا ہے۔ جب تم ان سے جماع کے ساتھ متع ہو جاؤ تو پورا پورا حق مہر ان کو دو یہی معنی اس آیت کریمہ کا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے جیسے کہ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور نحاس نے اپنے ناخ میں نقل کیا ہے۔

عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في قوله تعالى فما استمتعتم به

فإنه لو كان الزوجان قد وافقوا على ذلك، لكانت المرأة قد وافقت على ذلك، وهو قولها  
 "فإنه لو كان الزوجان قد وافقوا على ذلك، لكانت المرأة قد وافقت على ذلك، وهو قولها  
 (تفسير رمثورجلد ١٣٩ ص ١٣٩)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کریمہ ﴿فَمَا اسْتَمَعْتُمْ﴾  
 کی تفسیر میں یوں منقول ہے کہ جب تم میں سے ایک شخص عورت کے ساتھ عقد کرے اور پھر  
 راجع اس سے مباشرت کرے تو پورا حق مہر اسے ادا کرنا لازم ہوگا اور اس استمتاع سے مراد  
 وہ مباشرت ہے اور یہ فرمان اللہ تعالیٰ کے اس دوسرے ارشاد کے بالکل مطابق ہے یعنی  
 ﴿وَالنِّسَاءُ صَدَقَاتُهُنَّ نَحْلٌ﴾ کہ عورتوں کو ان حق کے مہر بطور عطیہ دو۔

نوٹ۔ شیعہ صاحبان حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات کو بڑی اہمیت دے گا، یہاں ہم توقع رکھ سکتے ہیں کہ یہ روایت بھی شرف قبولیت پائے گی

ال :- استماع کا لفظ جو قرآن مجید میں وارد ہوا ہے وہ عرف خاص اور اطلاقات شرع میں کے معنی میں ہے اور اصل یہ ہے کہ کلمات قرآن کو معانی شرعیہ پر محمول کرنا چاہیے لہذا قرآن مجید سے ثابت ہو گیا

جواب اول :- بیشک اصل یہی ہے کہ کلمات قرآنی کو معانی شرعیہ پر محمول کرنا چاہیے لیکن اگر اللہ جب اس کا سیاق و سباق اس سے مانع ہو اور اس آیت کریمہ سے پہلے ﴿”مُحْصِنِينَ“﴾ موجود ہے جو اس معنی کے منافی اور مانع ہے جیسے کہ وجہ استدلال میں بیان کیا گیا ہے۔

جواب دوم :- معنی شرعی کا مراد ہونا خود شیعی قواعد و ضوابط کے خلاف ہے ورنہ لازم آئے گا کہ

عورت اور اس کے اقارب رکاوٹ بنے رہے اور یونہی مدت عقد گزر گئی تو وہ عورت ایک پائی کی بھی عقدار نہ ہوگی جیسے کہ دوسری جگہ مفصل طور پر اسے بیان کیا گیا ہے اور اگر مباشرت اور جماع کے ذریعے تنوع اور نفع اندوزی مراد لی جائے تو یہ شرعی معنی نہیں بلکہ لغوی ہے لہذا اجواز متنعہ پر اس سے استدلال باطل ہو گیا رہا لغوی معنی کا مراد ہوتا تو وہ نکاح دوام کے منافی نہیں ہے بلکہ اس میں بھی پورا حق مہر ادا کرنا اسی وقت لازم ہوتا ہے جب مباشرت حقیقی یا خشکی پائی جائے بلکہ نکاح دوام میں صرف ایک بار جماع سے پورا حق مہر ادا کرنا لازم ہوتا ہے جبکہ متنعہ میں محض ایک مرتبہ جماع سے پوری اجرت ادا کرنی لازم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے بعد عمر کو تباہی کرنے پر بقیہ اجرت کا احتقاق ختم ہو جائے گا تو اس طرح استعمال مطلق پر اجرت و حق مہر کی ادائیگی کا لزوم نکاح دوام مراد ہونے کا مرجح بن جائے گا نہ کہ عقد متنعہ مراد ہونے کا قریبہ مرجع۔

**سوال:** قول باری تعالیٰ میں ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾ وارو ہے اور اجرت کا لفظ حق مہر پر نہیں بولا جاتا اور نہ نکاح دوام میں اس کا استعمال ہوتا ہے بلکہ عوض مالی کو نکاح دوام کی صورت میں مہر یا صدقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ یہاں پر متنعہ شرعی معنی میں ہے تو اس آیت کریمہ سے اس کا جواز ثابت ہو گیا۔

**جواب:** سراسر غلط تو ہم اور بے بنیاد شبہ ہے کہ لفظ اجرت حق مہر کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس آیت کے ذرا بعد لوئٹہ یوں کے ساتھ ان کے موالی کی اجازت سے نکاح کرنے کی رخصت دیتے ہوئے میں فرمایا۔

﴿فَإِنْ كُنْتُمْ هُنَّ أُمَّهَاتُ أُولَئِكَ الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَيْكُمْ فَأُولَئِكَ يَسْمَعُونَ﴾ (النساء ۲۵)  
یعنی ان کے ساتھ ان کے موالی کی اجازت سے نکاح کر لو اور انہیں ان کی اجرتیں (حق مہر) معروف طریقہ پر ادا کر دو۔ اس طرح حضرت شعیب علیہ السلام سے بطور حکایت کلام مجید میں وارو ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔

﴿إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَمْلِكَكَ إِحْدَى ابْنَتِي هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِي﴾ (القصص)

میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کروں اور تم پر کہ تم آٹھ سال تک اپنی خدمات بطور اجرت (حق مہر) پیش کرو لہذا یہاں بھی حق مہر کو نکاح کے ساتھ تعبیر فرمایا گیا ہے نیز خود سرور عالم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
﴿إِنَّا أَخْلَقْنَاكَ أَزْوَاجَكَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَجُوزُ هُنَّ﴾ (احزاب ۵۰)

اے نبی ﷺ ہم نے آپ کے لئے آپ کی وہ بیویاں حلال ٹھہرائی ہیں جن کی اجرتیں آپ پر آپ دے چکے لہذا انصوف قرآنیہ سے یہ دعویٰ باطل ہو گیا کہ حق مہر کو اجرت سے تعبیر کیا جاتا علاوہ ازیں مسلمہ قاعدہ ہے کہ علاقات مجاز میں جامعیت و واقعیت اور اطرا دو میں ہوتا ہے جہاں ایک جگہ ایک علاقہ اور مناسبت کے تحت لفظ کا حقیقت کی بجائے مجازی استعمال کیا جائے تو اس مناسبت کے تحت دوسری جگہوں میں بھی اس کو استعمال کیا جاسکتا ہے اور یہاں مجاز بالمشاکلت والا علاقہ موجود ہے جس طرح متنعہ میں مرد کو عورت کے اندام کو استعمال کرنے کے عوض مال ادا کرنا پڑتا ہے نکاح میں بھی مال ادا کرنا پڑتا ہے تو اس میں مشاکلت اور مناسبت کے تحت اجرت کا لفظ حق مہر پر بھی استعمال ہو گیا لہذا اس میں اختلاف و امتناع کا تو ہم سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

**وال:** حضرت عبداللہ ابن عباس ابن جبریل ابن کعب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کریمہ کو اس طرح پڑھا ہے۔

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى﴾

یعنی جن عورتوں سے مدت مقررہ تک استعمال کرو اور مدت کا تعین صرف عقد متنعہ میں ہے لہذا عقد متنعہ قرآن مجید سے ثابت ہو گیا ملا فتح اللہ کا شانی نے تفسیر منہج الصادقین جلد ۲



صفحہ ۳۸ پر کہا۔

”وایں صریح است در ارادہ عقد متعہ“ وکذا فی مجمع البیان و برہان متعہ ص ۱۲

۱۶۔ تجلیات صداقت ص ۲۹۸۔

اور علامہ فتح اللہ کاشانی نے منہج صفحہ ۳۸ پر کہا ”در قراءت شاذہ ابن عباس وابن مسعود و ابی ابن کعب وغیر ایشان چنین وارد است کہ ﴿لَمَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ وایں قراءت نص است بر صحت متعہ زیرا کہ ﴿اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ یعنی مدت معین در غیر متعہ نمی باشد۔

**جواب۔** اولاً یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید تو اتار کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اخبار احاد اور قراءت شاذہ کے ساتھ اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور اس قراءت کا شاذ اور خلاف متواتر ہونا خود شیعی علماء کے نزدیک مسلم ہے جس طرح کہ عبادت مذکورہ بالا میں تصریح ہے اور قراءت شاذہ کا قرآن نہ ہونا بھی شیعی علماء کے نزدیک مسلم ہے تو پھر اس استدلال کو نص قرآنی سے استدلال کہنا سراسر دھوکہ بازی ہے اور فریب کاری۔

## قرآن کریم صرف تواتر سے ثابت ہوتا ہے

اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اسے ذرا مفصل بیان کرتا ہوں شیعی علامہ ابو الحسن شعرانی نے تفسیر منہج الصادقین کے مقدمہ میں اس ضمن میں مفید اور کارآمد بحث کی ہے اور اپنے اکابر کی زبانی اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے لہذا ائمہ اربعین کرام اس کی زبانی شیعی نقطہ نظر سنیں

”علمائے اہل سنت و شیعہ متفق اند کہ قرآن باید کہ بتواتر ثابت شود و آنچه در اخبار آحاد وارد باشد قرآن نیست“

یعنی علمائے اہل سنت اور علمائے شیعہ کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ قرآن تواتر کے

تواتر سے ثابت ہوتا ہے اور وہ جو اخبار آحاد میں وارد ہوتا ہے وہ قرآن نہیں ہے۔

علامہ طبری کے تذکرہ باب القراءت اور نہایت الاصول اور دیگر علم کی کتب سے نقل کیا۔

”گوئید اس قول است کسی اثبات قرآن را بخیر واحد جائز نہ دانستہ“ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن اہل سنت کے اور کسی نے قرآن مجید کا خبر واحد کے ساتھ ثابت کرنا جائز نہیں سمجھا سید ابو محمد محمد علی نے ”تفسیر البیان“ کے مقدمہ میں کہا۔

”اطبق المسلمون بجمع نحلهم ومذاهبهم علی ان ثبوت القرآن بطريقه بالتواتر“ (مقدمہ شعرانی، صفحہ ۴۷)

اہل مذاہب اور مکاتب فکر کے علماء باہمی اختلاف و نزاع کے باوجود اس امر پر متحد و متفق ہیں کہ قرآن مجید کا طریقہ ثبوت صرف اور صرف تواتر ہی ہے اور یہ حقیقت بھی مسلم کہ اہل اسلام شیعی علماء کے نزدیک مسلم ہے تو ان دونوں مسلمہ امور سے واضح ہو گیا کہ نہ تو یہ لفظ قرآن اخبار احاد سے اپنی استدلال قرآن مجید کے ساتھ استدلال ہوا لہذا یہ کہنا کہ متعہ قرآن مجید کی نص ہے سراسر دھوکہ بازی ہے اور مسلم فریبی۔

”اس قرآن شاذہ کا جو معنی و مفہوم شیعی علماء نے لیا ہے یعنی عقد متعہ و قراءت متواترہ و انکسالات ﴿مُحْصِنِينَ غَيْرِ مُسَافِحِينَ﴾ سے باطل ٹھہرتا ہے لہذا متواتر کے برعکس قرآن سے حکم کا اثبات کیونکر جائز ہو سکتا ہے جب کہ نافی اور موجب حرمت قطعی ہے اور

”عقد متعہ مراد لینا استعنا کے لفظ پر مبنی ہو خونی کی قراءت پر اجماع شیعہ کے ائمہ کا محض عقد سے پوری اجرت لازم نہیں آتی اس لئے بھی یہ استدلال باطل ہو گیا۔

”الاعا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر حضرات سے اس قراءت کا منسوخ



ہونا ثابت ہے جیسے کہ درمنثور میں طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے مذکور ہے کہ پہلے پہل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى... حَتَّىٰ نُنْزِلَ هَذَا الْآيَةَ﴾  
 ”حرمت علیکم امہاتکم الی آخر الایۃ فنسخ الاولی فحمت الممنوعات وتصدیقہا من القرآن الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم وما سوی ہذا الخرج فهو حرام“  
 (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰)

یعنی ﴿إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ کے اضافہ کے ساتھ (۲) حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ...﴾

تو اس نے پہلی کو منسوخ ٹھہرا دیا اور متعہ حرام ہو گیا لہذا یہ قراءت ثابت بھی ہو تو منسوخ ہے اور متواتر نص جب منسوخ ہو تو اس سے استدلال درست نہیں تو شاہ اور منثور قراءت سے استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے اور اس روایت کی تائید اس روایت سے بھی ہے جس کو ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ابتداء اسلام میں جو تہا تھا اور قراءت یوں کی جاتی تھی۔

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى، نَسَخْتُهَا مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾  
 (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰، ۱۳۹)

پھر متعہ کو اس قول باری تعالیٰ ﴿مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ نے نسخ کر دیا مقصد اس عقد سے عزت و آبرو کا تحفظ ہو اور محض مادہ منویہ کا خارج کرنا مقصود نہ ہو۔ حالانکہ متعہ بنیادی مقصد ہی یہی ہوتا ہے۔ لہذا ان دونوں روایتوں نے واضح کر دیا کہ یہ قراءت منسوخ ہے

## علامہ کاشانی کا انحراف اول

المرض استدلال کے اس ضعف اور سقم کو ملحوظ رکھتے ہوئے علامہ کاشانی نے پلٹا کھا

گاہ مثبت قرآن نباشد چہ مانع باشد از آنکہ ہاں حکم ثابت شود و اما تعلیم بخیر واحد

”قرأت شاذہ ہونے کی وجہ سے اگر وہ قرآن نہ ہو اور متعہ کا اثبات قرآن سے نہ ہو

اس قراءت سے حکم جواز ثابت کرنے میں کون مانع ہے (قرآن نہ خبری واحد سہی) اور ہر

صورت یعنی جواز متعہ میں خبر واحد پر قیاس کرتے ہیں مگر علامہ کاشانی صاحب کو جب یہ

آیہ آئی کہ جب متواتر نص اس کے خلاف ہو اور ناخ ہو تو پھر اس کو خبر واحد کے درجہ میں سمجھنے

کی استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے تو پھر دوسری قلابازی کھائی اور کہا۔

## علامہ کاشانی کا انحراف دوم

”مشروعیت آں روایت است و نسخ آں روایت و ما طرح نمی کنیم درایت را بروایت“

کہ متعہ کا جائز ہونا قیاس اور دلالت عقل سے ثابت ہے اور اس کا منسوخ ہونا مروی اور

دلالت اہلبار سے ثابت ہے اور ہم دلالت عقل اور روایت و قیاس کو ردایت اور خبر کی وجہ سے نظر انداز

کرتے الغرض نہ قرآن دلیل ہے اور نہ روایت و اخبار بلکہ شیخی ملت کی عقل ہی متعہ کے جواز کی

دلیل باقی سب بہانے اور فریب کاریاں اور قرآن مجید کے کلمات طیبہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ إِلَىٰ

مُسَمًّى﴾ اور ﴿اجورھن﴾ میں سے کسی کے ساتھ بھی استدلال درست نہیں ہے اور

انہ کے کرام کی طرف سے اس طرح کے استدلال کی جو نسبت کی ہے جیسے تہذیب

نہیرہ میں ہے تو وہ سراسر کذب و افتراء ہے اور خلاف حقیقت واقعہ۔

## علامہ ڈھکوصاحب کا انوکھا استدلال

اس آیت کریمہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾ سے نکاح کر لیا جائے تو نکاح لازم آتا ہے کیونکہ اس سے پہلے ﴿فَإِنْ كُنْتُمْ حَاوِصًا فَلَكُمْ مِنْ النِّسَاءِ مِثْلُ الَّذِي أَنْتُمْ فِيهِ﴾ کا حکم نکاح کا حکم بیان ہو چکا ہے لیکن اس سے عقد متعمر مراد لیا جائے اس طرح ایک نیا حکم معلوم ہوگا۔ علماء معانی و بیان کا اتفاق ہے:

﴿التاسیس اولی من التاکید﴾ تائیس اور نئے معنی کو تاکید پر ترجیح ہوتی ہے۔

الحجواب السدید بتوفیق اللہ المجید: قاعدہ مسلم کہ تاکید کی معنی بجائے معنی والی صورت اولی ہوگی مگر اس طرح بھی اس کو متعمر کی حلت پر نص قطعی قرار دینا تو غلط ہو گیا علاوہ ازیں تائیس صرف عقد متعمر میں ہی منحصر کیوں ہے بلکہ پہلے محرمات کے ساتھ نکاح کی حرمت بیان فرمائی پھر ان کے مساوی کے ساتھ نکاح کا حق مہر کے بدلے جواز بیان کیا اور اس آیت کریمہ میں بطور تفریع عقد نکاح کے بعد استمتاع اور لطف اندوز ہونے کی صورت میں مہر کامل کا لزوم اور جلد از جلد اس سے بشک و شہد ہونے کا حکم دیا اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ محض عقد متعمر سے شیعہ کے نزدیک اجرت لازم نہیں ہوتی بلکہ عقد کے بعد خود عورت یا اس کے اقربا دیدہ دانستہ شخص کو مباشرت کا موقع نہ دیں تو اس صورت میں عورت ایک پائی کی بھی حق دار نہیں ہوتی اور اگر چند دن موقع نہ دے تو اس کی اجرت کی حقدار نہیں ہوگی تو لا محالہ یہاں پر عملی طور پر ازدواجی منفعت کے حاصل کرنے پر حق مہر کے واجب الادا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے نہ عقد متعمر کا۔

مفسرین اہل سنت نے یہی تفسیر کی ہے۔

امام سیوطی نے درمنثور میں اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اقوال کے ضمن میں مجاہد کا قول نقل کیا ہے لیکن اس کو ضعیف اور مرجوح تفسیر قرار دیا ہے درمنثور کے حوالہ جات گزرنے کے

اور اس کے بعد آیات کے حوالہ سے متعمر والے معنی کا ابطال کیا گیا ہے لہذا اس قسم کے اقوال کو اس لحاظ سے تفسیری قول وہی معتبر ہوگا جس کی تائید آیت کے سیاق و سباق سے ہو سکے۔ علامہ سید محمود آوسی بخاری نے روح المعانی میں فرمایا۔

﴿هذه الآية لا تدل على محل والقول بانها نزلت في المتعة غلط في تفسير البعض لها بذلك غير مقبول لان نظم القرآن ياء باه حيث بين المتعة او لا المحرمات ثم قال عز شانہ (واحل لكم ما وراء ذلكم ان تبتغوا به النكاح) وفيه شرطه بحسب المعنى فيطلب تحليل الفرج واعارة وقد قال بها المفسرون قال تعالى "مخصنين غير مسافحين" وفيه اشارة الى النفي عن كون المتعة مجرد قضاء الشهوة وصب الماء واستفراغ اوعية المنى فبطلت المتعة بهذا الوجه "الح"

آیت کریمہ متعمر کی حلت پر دلالت نہیں کرتی اور یہ دعویٰ کہ یہ متعمر کے حق میں نازل ہوا ہے اور بعض کا اس کی متعمر کے ساتھ تفسیر کرنا ناقابل قبول ہے کیونکہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب اس تفسیر کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے محرمات کو بیان کیا پھر ان کے مساوی کے ساتھ نکاح کا حق مہر کے بدلے جواز بیان فرمایا جس میں باعتبار معنی کی شریعت پائی گئی ہے کہ مال و عورت کا شمول ہے لہذا اس سے شیعہ کا نظریہ تحلیل اور عاریت فرج باطل ہو گیا کیونکہ وہ مفت و مالک الخاں ہوتا ہے پھر فرمایا کہ احسان مقصود ہو محض قضاء شہوت، مادہ منویہ کا اخراج اور عورت کو غامی کرنا مقصود نہ ہو تو اس قید سے متعمر باطل ہوگا کیونکہ اس کا مقصد گھر آباد کرنا اور اولاد کا حصول اور عزت و آبرو کا تحفظ۔ اسی لئے متعمر والی عورت ہر مہینہ نئے خاں کی عورت ہوتی ہے اور ہر سال نئے نو بیٹے خاوند کی گوی میں۔ اسی لئے شیعہ صاحبان کو بھی یہ کہہ کر عقد متعمر کے بعد اگر وہ شخص زنا کرے تو اس پر سنگساری کی سزا لگائی ہوگی اور

نکاح دوام میں ایک مرتبہ جماعت کر لینے کے بعد زنا کی صورت میں سنگسار کر دیا جائے گا  
 ﴿ثم فرع سبحانه على حال النكاح قوله عز من قائل (فاذا  
 استمتعتم) وهو يدل على ان المراد بالاستمتاع هو الوطى والدخول لا الا  
 ستماع بمعنى المتعه التي يقول بها الشيعة﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے حالت نکاح پر بطور تفریطی اور جماعت کا ذکر فرمایا کہ اس کا لازمی نتیجہ  
 بیان فرمایا یعنی مہر کامل کا لزوم اور وجوب الاداء نہ وہ متعہ جس کے شیعہ قائل ہیں (ورنہ ایک ہی  
 آیت میں تعارض پیدا ہو جائے گا) پہلا حصہ ﴿مُحْصَنِينَ غَيْرُ مُسَافِحِينَ﴾ متعہ کو حرام  
 ٹھہراتا ہے اور آخری اگر اس کو جائز کر دے تو صریح تعارض و تناقض پیدا ہوگا اور وہ بھی ایک ہی  
 آیت میں جس کو کوئی شخص بھی جائز اور ممکن نہیں سمجھ سکتا اور اسی لئے علامہ ابن جریر نے اپنی تفسیر  
 میں فرمایا کہ متعہ اور نکاح کے متعلق وارد دوئی تفسیروں میں اولیٰ والصبیح بلکہ صحیح صواب نکاح  
 والی تفسیر ہے اور جماع و مباشرت والی کیونکہ قرآن و حدیث کی رو سے نکاح اور ملک عینین کے  
 علاوہ سب صورتیں عقد و جماع کی ممنوع اور حرام ہیں۔

﴿قال ابو جعفر اولی التاویلین فی ذلک والصواب تاویل من تاویلہ﴾

### علامہ ڈھکوصاحب کی فریاد

”قابل غور بات یہ ہے کہ جب اوائل اسلام میں متعہ کے جواز پر سب اہل اسلام  
 اتفاق ہے تو اگر اس آیت سے متعہ کا جواز ثابت نہ ہو تو پھر دوسرے مسلمان ہی بتلائیں کہ  
 جواز کس دلیل پر مبنی ہے؟ (تجلیات صفحہ ۲۹۸)

﴿الجواب الصواب بتوفیق ملہم الصدق والسداد﴾

ڈھکوصاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ شراب بھی ابتدائے اسلام میں حلال تھی اور سب کا

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواز کوئی آیت سے ثابت کیا گیا تھا یہ نہ منورہ میں قبلہ بیت المقدس  
 کی اس کی دلیل کوئی آیت تھی۔ لہذا ہر کام صریح آیت سے ثابت کرنا لازم نہیں ہے بلکہ  
 بھی حلت و حرمت ثابت ہوتی ہے اور وہ بھی مدار احکام ہیں تو متعہ حلال ہونا  
 ثابت ہے اور اس کا حرام ہونا قرآن مجید اور حدیث سے بھی ثابت ہے جس طرح  
 حدیث کا قبلہ ہونا سنت سے ثابت اور اس کا منسوخ ہونا قرآن مجید سے بھی اور سنت  
 سے بھی ثابت ہے۔

یہ واقعہ یہ ہے کہ عقد متعہ دور جاہلیت سے چلا آ رہا تھا سرور عالم ﷺ نے اس کو اپنے  
 صریح ٹھہرایا جس طرح شراب نوشی کی عادت دور جاہلیت سے چلی آ رہی تھی اسلام میں اس  
 کو اپنی طور پر منع نہیں کیا گیا بلکہ تدریجاً اور آہستہ آہستہ اس کو ممنوع قرار دیا علاوہ ازیں قانون  
 اور فائدہ یہ ہے کہ حلت محتاج دلیل نہیں کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہوتی ہے بلکہ حرمت سخت  
 دلیل اور کرتی ہے لہذا دوسرے مسلمان تو یہی سمجھتے ہیں اور یہی بتلاتے ہیں کہ حلت اباحت  
 کی وجہ سے ثابت تھی اور ابتداء اسلام میں اس سے تعرض نہ کرنے کی وجہ سے مگر ڈھکوصاحب  
 تسلیم کریں بھی تو ورنہ بتلائے گا فائدہ کیا؟

﴿قال الله تعالى: وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوبِهِمْ حَافِظُونَ. اَلَا عَلَىٰ اَزْوَاجِهِمْ  
 مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنْ اِتَّبَعِيَ وَّرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ  
 الْعَادُونَ۔﴾ (مومنون ۵، ۶، ۷۔ المعارج ۳۱، ۳۰، ۲۹)

### مسی ترجمہ مقبول

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی ازواج کے یا اپنے  
 مال (لوٹنیاں) کہ اس کی صورت میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں پس جو اس کے سوا خواہ



کرے پس وہی تو زیادتی کرنے والے ہیں۔

## وجہ استدلال

اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والے اہل ایمان کے اوصاف کمال گناتے ہوئے یہ صفت بھی بیان فرمائی کہ وہ مومن فلاح پائیں گے جو اپنی شر مگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہوں گے اور ان کو استعمال کریں گے تو صرف اور صرف اپنی زوجات اور لونڈیوں میں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بطور عاریت لی ہوئی عورت کو زوجہ کہہ سکتے ہیں یا مملوکہ؟ قطعاً نہیں لہذا اس تحلیل و عاریت کی صورت بھی واضح ہوگئی اور اس طرح مملوہ عورت کو مملوکہ اور لونڈی نہیں کہہ سکتے اور یہ بالکل واضح ہے زوجہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں اگر نظر صحیح سے کام لیں اور عقل سلیم اور فہم مقیم کو بروئے کار لائیں تو اس میں بھی تردید کی گنجائش نہیں کہ مملوہ عورت کو زوجہ نہیں کہہ سکتے جس کے کئی وجوہ ہیں مملوہ عورت نہیں

1۔ زوجیت کے لوازم میں میراث طلاق عدت نفقہ لباس اور سکنی وغیرہ اور مملوہ میں ان میں سے کوئی بھی متفق نہیں اور اخفایہ لوازم انشاء ملزوم کی دلیل و علامت ہوتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ مملوہ عورت زوجہ نہیں ہے۔

نوٹ: مفصل بحث مملوہ اور مملوکہ کے وجوہ کے فرق کی اور مملوہ میں لوازم زوجیت کی نفی کی بعد میں ذکر کی جائے گی۔

2۔ قرآن مقدس میں زوجہ کا لفظ جہاں بھی وارد ہوا دائرہ نکاح و ارتباط کے معنی میں ہی مستعمل ہوا ہے مثلاً ﴿يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾ میں حضرت حوا علیہا السلام کو زوجہ کہا گیا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ میں بھی پردہ کا حکم نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات بنات طہارت اور مومنین کی ازواج و نساء کے لئے ہے

یعنی کا تصور نہیں ہو سکتا۔

﴿وَلَا تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُمْ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا﴾ (الاحزاب ۵۳)

میں بھی فقط یہی معنی مراد ہے۔

﴿وَلَمَّا هَمَّ بِهُنَّ يُحْوَ عَيْنُهُنَّ﴾ (الدخان ۵۴) میں بھی دائمی ارتباط اہل جنت کا حور عین سے

﴿وَلَمَّا هَمَّ بِهُنَّ يُحْوَ عَيْنُهُنَّ﴾ (الاحزاب ۳۷)

میں بھی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت زید بن حارثہ کی طرف سے طلاق کے بعد حضرت ﷺ کے ساتھ دائمی نکاح میں دینے والا معنی مراد ہے الغرض کلام مجید میں نکاح زوجہ کا اطلاق اور مردوں کے ساتھ تزویج کا استعمال نکاح دائم میں ہی ہے اور محاورات میں بھی ایک دفعہ جماع یا ایک دن کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کو زوجہ کہنا ثابت نہیں ہے لہذا یہ بھی وہی متعارف معنی مراد ہوگا اور شر مگاہوں کے ازواج کے اور باندیوں کے علاوہ اعمال کی لمبی اور صرف ان میں استعمال کے حصر کی وجہ سے متہ اور عاریت الفرق وغیرہ کی واضح ہو جائے گی۔

حضرت اب میں مقول اقوال ائمہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ مملوہ عورتیں مستاجرات ہیں اور نکاح اور لونڈیوں کے ہیں (تہذیب الاحکام جلد ۷ صفحہ ۲۵۹) پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے منقول ہے ﴿تزوج منهن الفافا نهن مستاجرات ---﴾ مملوہ عورتوں کے بارے میں حضرت عقیل سے منقول ہے کہ وہ اجرت پر لی ہوئی ہیں اور امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے ﴿وانما هي مستاجرة قال وعدتها خمسة واربعون ليلة مملوہ عورت اجرت پر لی ہوئی اور اس کی عدت پچاس دن ہے۔ اور ابو جعفر طوسی سے منقول ہے کہ یہی عنوان قائم کیا ہے ﴿لا باس بان يتمتع الرجل متعة ما شاء لا نهن



بمَنْزِلِهِ الْاِمَاءُ“ ﴿تہذیب جلد ۶ ص ۲۵۶﴾ الفرض جب وہ مستاجرہ ہیں اور لوٹ یوں کی مثل تو ان کو ازواج میں داخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی حقیقی لوٹیاں ہوتیں تو ان کی بیع و شراء اور ہبہ و اعتاق وغیرہ درست ہوتا جب وہ نہیں تو از روئے حکم لوٹ یوں میں داخل ہو گئیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ لوٹ یوں کا حکم الگ ہے اور ازواج کا حکم الگ ہے لہذا ایک قسم کو دوسری قسم میں داخل کرنے کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا تو قطعاً ثابت ہو گیا کہ منوعات ازواج نہیں ہیں اور ملوکہ باندیاں بھی نہیں جیسے کہ حصر کا مقتضاء مدلول ہے۔

**سوال :-** یہ آیت جن دوسروں میں موجود ہے وہ دونوں کی ہیں اور متعہ بقول اہل سنت خیر کے موقع پر حرام کیا گیا یا او طاس اور فتح مکہ کے سال لہذا اسی آیت سے حرمت متعہ پر استدلال غلط ہو گیا۔

**جواب اول :-** یہی وہی کے اندر اصطلاحات کی طرح کی ہیں ایک یہ ہے کہ جو ہجرت سے قبل نازل ہوئیں وہ کی اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی دوسری جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں وہ کی اور جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی تیسری جن میں خطاب کفار اور اہل مکہ سے ہے وہ کی خواہ مدینہ منورہ میں ہی نازل کیوں نہ ہوئی ہوں اور جن میں خطاب اہل ایمان سے ہے وہ مدنی ہیں خواہ مکہ مکرمہ میں ہی نازل ہوئی ہوں ان دونوں آیات میں اہل ایمان مخاطب ہیں اور ان کی فلاح و بہبود اور اخروی کامیابی کا بیان ہے اگرچہ بصورت خبر ہے لہذا دوسری اور تیسری اصطلاح کے مطابق ان آیات و سورت کا بھی ہونا متعہ کی حرمت کے خلاف نہیں۔ مثلاً مکہ مکرمہ میں فتح مکہ کے موقع پر ان آیات کا نزول ہوا تو آیت کی بھی ہو گئیں اور متعہ کی حرمت بھی واضح ہو گئی پھر والذین ہم للزکوۃ فاعلون کا ذکر بھی اسی کا مؤید ہے کیونکہ زکوۃ کی فریضت مدینہ میں نازل ہوئی اور ہجرت کے بعد۔ لہذا پہلی اصطلاح کے مطابق آیات کو کی ماننے کی صورت میں زکوۃ کا حکم بھی قبل از ہجرت ماننا پڑے گا جو خلاف واقعہ و حقیقت ہے۔

**جواب دوم :-** اگر پہلی اصطلاح کے مطابق بھی ان دونوں آیات کو کی تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ کہ آیات کے کسی ہونے سے حکم کا بھی کسی ہونا ضروری نہیں بعض آیات مکہ میں مگر حکم مدنی ہے اور بعض آیات مدنی ہیں مگر حکم کی ہے۔ دیکھیے وضو کی فریضت جس آیت کریمہ سے لے کر مدنی ہے وہ مدنی ہے حالانکہ کہ حکم کی ہے کیونکہ نماز کی فریضت معراج کے موقع پر ہوئی تو نماز کی فریضت سے فرض تھا نہ کہ پہلے بلا وضو نماز جائز رہی اور بعد ازاں وضو فرض کیا گیا اسی طرح البعد مدنی ہے حالانکہ فریضت جمعہ کا حکم مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اسی طرح زکوۃ کی فریضت کی صورتوں میں موجود ہے حالانکہ حکم مدنی ہے اور اسی کی ادائیگی اور وصولی صرف مدینہ میں ہوئی اسی طرح ﴿سَبَّحُوْهُمُ السَّجْمَۃُ وَاُولَئِکَ الذُّبُوْرُ﴾ (القر ۲۵) مکہ ہے لیکن عملی طور پر اس کا ظہور بدر کبریٰ میں ہوا وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح ان آیات میں کسی مدنی کا پہلا معنی مراد لے لیں تو بھی نزول مقدم ہے مگر حکم اور اسی میں یہ مراد اور خوشخبری دینا مقصود ہے کہ موجود فقر و فاقہ اور ظاہری مفلوکیت کو نہ دیکھو پس وہ وقت آیا چاہتا ہے جب تم غنی اور صاحب نصاب ہو کر زکوۃ دینے کے لئے جاؤ گے اور تمہیں جہاد و قتال کا حکم ملے گا نصرت و فتح حاصل ہوگی اور تمہارے پاس ازواج و اولاد وغیرہ ہوں گی تمہاری دینی عزت و وجاہت بھی درجہ کمال پر ہوگی اور اخروہ و دجائات بھی تمہارا مقدر ہوگی اور دنیا و آخرت میں فائز المرام اور کامیاب و کامران صرف تمہارے ہیں۔ (تفسیر الانقان ج ۱ ص ۳۱)

اور ذرا انصاف سے کام لیتے ہوئے بتلائیے کہ ہجرت سے قبل کس صحابی کے پاس ان میں سے ایک سے زیادہ غلام تھے جو خود کفار کے غلام تھے یا مش غلاموں کے مغلوب و مقہور لہذا ظاہر کے یہ حکم مدنی ہے اگرچہ آیتیں کی ہیں۔

**جواب دوم :-** بطور اتمام اور جدل کہا جا سکتا ہے کہ ﴿اِنَّ ذَٰلِکَ الْقُرْاٰنَ یُحَقِّقُہُ﴾ و

آئیے ہم آپ کو مفصل و جودہ فرق بتاتے ہیں اور اس کے بعد آپ علیٰ علیہم السلام اور ہم مستقیم سے ہی انصاف و دیانت کا واسطہ دے کر یہ سوال کرتے ہیں کہ عقد متعثر آن میں ہے تو دوسرے احکام کہاں ہیں اور علیہم السلام و حکیم اور رکن و رحیم خدا کے ربیم نے ان بیچاروں کو کونفر انداز کیوں کیا ہے؟

اور نہ ہی تہمت لگانے کی صورت میں لعان تاکہ مرد کا صدق یا عورت متنعہ کی براءت ثابت ہو اور مرد صدق و قذف برداشت کرے یا عورت حد زنا۔ کیونکہ یہ تو ہے عزت کے تحفظ کے لئے اور ان دونوں کی عزت شیعہ شریعت میں ہے ہی نہیں لہذا لعان نہ ہوگا۔ (برہان صفحہ ۶۳)

۴۔ متنعہ کے ذریعے اولاد پیدا ہو تو والد کے وارث ہوں گے بشرطیکہ والد ان کے اولاد ہونے کی تسلیم کرے اور اگر انکار کرے کہ یہ میرے نہیں ہیں تو وارث نہیں ہو سکتیں گے اور لعان کے ذریعے والدین کا حج جھوٹ اور نیکی بدمعاشی معلوم کرنا بھی درست نہیں خواہ مسوعہ فاحشہ نہ ہو ”اگر نفی و لکھ حاجت بلعان نیست“ (برہان المتعہ صفحہ ۶۳)۔

”اگر ان زن متنعہ باشند یا کنیز بجز گفتن شوہر فرزند یا آن فرزند بر طرف می شود حقار بلعان نیست“ (جامع عباسی صفحہ ۱۵۵، ۱۵۷)

لیکن دائمی ہو تو خواہ عورت فاحشہ ہی کیوں نہ ہو لعان کے بغیر اولاد کی نفی قابل تسلیم نہیں ہوگی و بجز دآں کہ زن باشند شوہر نفی تو اندگفت کے فرزندے کہ از و حاصل شدہ باشند فرزند نیست و فرزند یا آن فرزند بر طرف شود اگر زن دائمی باشند مگر آنکہ در میان زن و شوہر لعان واقع شود۔

(جامع عباسی صفحہ ۵۵)

5۔ مرد خواہ ہزار عورت سے متنعہ کرے مگر وہ محسن نہیں لہذا زنا کی صورت میں سنگسار نہیں کیا جائے گا اور اس طرح متنعہ کرنے والی عورت جتنی دفعہ چاہے متنعہ کرے وہ محسنہ نہیں لہذا زنا کرنے پر سنگساری سے محفوظ رہے گی صرف سو کوڑے والی سزا عائد ہوگی فقال (ابو عبد اللہ جعفر صادق) لا یرجم الغالب عن اہله ..... ولا صاحب متنعہ

(الاستبصار ج۔ ۱ ص ۲۰۶)

جبکہ نکاح دائم کی صورت میں زنا کا ارتکاب ثابت ہو تو مرد و عورت ان کو سنگسار دیا جائے گا لہذا واضح ہو گیا کہ متنعہ مثل نکاح کے نہیں ہے۔

موتوں کی تعداد معین نہیں ہزار سے بھی کم کر سکتا ہے (جبکہ نکاح چار سے زائد عورتوں کے لئے ہے) لہذا متنعہ والی مثل لوہیوں کے ہوئی کیونکہ ان میں بھی تعداد معین نہیں جبکہ اپنی (شیخ الصادقین و برہان و استبصار) وغیرہ

عورت کا مثل ظاہر ہو جائے تو بھی نفقہ واجب نہیں

(مختصر توضیح المسائل ص ۳۵۸، ۳۵۹) ”زنی کہ صیغہ شدہ اگر چہ آہستہ شوہر خرابی (نکاح) کی صورت میں حاملہ کے لئے دوران عدت نفقہ و سکنی لازم ہے مطلقہ ہو یا عدت میں ہو“ (تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹) نفقہ زنی کہ طلاق رجعی وادہ باشند و ہوزا عدت عدت لازم است و آیا رد عدت و فوات نفقہ زن واجب است متعہ دین را دریں مسئلہ دو (جامع عباسی صفحہ ۱۶۱)

عدت منقطع ہونے کی صورت میں عورت متنعہ کا اسی گھر میں رہنا لازمی نہیں جہاں عورت گزار سکتی ہے لیکن نکاح کی عدت میں وہی رہنا لازم ہے۔ (برہان صفحہ ۷) اس ظاہر ہے کہ متنعہ مثل نکاح نہیں۔

رسول :- بلکہ بعض صورتوں میں وہ عورت متنعہ کرنے والے کے ہاں عدت گزار سکتی ہی نہیں لہذا اللہ ہی چوری چھپے ہو سکتا ہے لہذا ایام متنعہ میں بھی عقد متنعہ کے مقاصد کا حصول بڑی آسانی سے کام لے کر ہی ہو سکتا ہے چہ جائیکہ عدت وہاں رہ کر پوری کر سکے۔

عورت کے نزدیک عورت متنعہ امور مستحبہ کی ادائیگی میں متمتع کی اجازت حاصل کرنے کی پابندی نہ ہے جب چاہے زندہ یا فوت شدہ اقارب کی زیارت کرنے چلی جائے مستحب روزے کی نمازیں ادا کرنے اور قسم و نذر وغیرہ کے معاملات میں خود مختار ہے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ عدت حاصل کرے (برہان صفحہ ۶۳) جبکہ نکاح میں اجازت حاصل کرنا لازم ہے۔

۱۱۔ متنعہ زنا اور بدکاری کے ساتھ مشہور و معروف ہو تو بھی متمتع اس کو پابند نہیں کر سکتا جدھر



چاہے آئے جائے لیکن نکاح کی صورت میں اس پر کڑی نگرانی کرنی پڑے گی۔ **والرجل**  
**یتزوج الفاجرة قال لا باس وان كان التزويج فليحصن بابہ۔**

(استبصار ص ۷۸)

**اقول:-** علی الخصوص جب عقد متعہ میں گواہ ہی نہ ہوں اور والدین کی اجازت ہی نہ ہو بلکہ اسے کنواری سمجھے ہوئے ہوں تو امر مستحبہ کی ادائیگی سے روکنے کی یا دوسری پابندیاں عائد کر کے اس متعہ میں قدرت ہی کیسے ہو سکتی ہے۔

11- متعہ عورت نہ متعہ کرنے والے کی وارث بنتی ہے اور نہ ہی یہ اس کا وارث بنتا ہے "لا تترکہ ولا تورث وانہا مستاجرة ..... " (استبصار صفحہ ۸۰) کیونکہ وہ محض اجرت اور کرایہ پر لی ہوئی عورت ہے جبکہ نکاح میں خاوند بیوی کا اور بیوی خاوند کی وارث بنتی ہے (نکاح الصادقین جلد ۲ صفحہ ۳۹۶) پس زن محموہ کا سوائے زرمہر کے اور کوئی حق ذمہ شوہر کے نہیں۔

(تختہ العوام صفحہ ۲۹۹)

اور جامع عباسی صفحہ ۷۱ میں ہے "میراث نبی بردوار اگر عقد متعہ شرط میراث بردن کند آیا میراث می برد یا نہ خلاف است" اگر عقد متعہ میں وارث ہونا شرط بھی کیا جائے تو بھی ورثہ دلانے میں اختلاف ہے اور اگر شرط نہ ہو تو پھر وارث بالکل ثابت نہیں ہوتی۔

12- متعہ کے لئے عورت کا مسلمان ہونا ضروری نہیں بلکہ نصرانی یہودی بلکہ مجوسی عورتوں کے ساتھ بھی جائز ہے "جب کہ نکاح کے لئے مسلمان ہونا لازمی ہے" (استبصار صفحہ ۹۷)

13- نکاح دوام میں دو گواہ مسنون ہیں از روئے تادیب و شفقت براؤ لا تا کہ ان کی نفی کر کے ان کو وارث سے محروم نہ کر سکے "رسول اللہ ﷺ فی ذلک الشاہدین تا دنیا و نظر

الان لا ینسکر۔۔۔۔۔" (استبصار صفحہ ۱۵۵ جز ثالث) جبکہ متعہ میں گواہ مقرر کرنا مسنون نہیں ہے "گواہ گرفتن در عقد متعہ سنت نیست چنانکہ در نکاح دائم سنت است" (جامع عباسی صفحہ ۱۱۷)

کا عقد متعہ بغیر اذن والدین درست ہے جبکہ نکاح والدین کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہے اسے عبد اللہ علیہ السلام کا تزوج ذات اقرباء من الاکابر الا باذن

۱۱- استبصار صفحہ ۱۲۶ جز ثالث) اسی مضمون کی متعدد روایات اس عنوان کے تحت درج کی ہیں

(باب لا تنزوج البکر الا باذن ابیہا) اور یہ بھی مروی ہے ﴿فکتب

اسام ابو الحسن الرضاء (التزويج الدائم لا یكون الا بولی وشاهدین

۱۱- استبصار صفحہ ۷۹) امام ابو الحسن نے سائل کا سوال دیتے ہوئے لکھا "داغی نکاح ولی اور دو

شہادین کے بغیر نہیں ہوتا"

۱۲- متعہ کے انقطاع پر گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں جب کے طلاق کے لئے دو عادل

شہادین کا موقع پر موجود ہونا اور طلاق کے الفاظ سننا لازمی ہے ورنہ طلاق واقع ہی نہ ہوگی

۱۳- اہم در وقت طلاق دادن دو عادل حاضر باشند و بشوہد یکبار اگر حاضر باشند یا آنکہ ہر دو

عادل نہ آئے یا آنکہ یک عادل بشوہد یا عادل باشند صحیح نیست پانزدہم دو عالم مرد باشند چہ شنیدین

ان عادل در طلاق معتبر نیست"

(جامع عباسی صفحہ ۱۲۶)

وقت طلاق میں دو عادل مردوں کا موجود ہونا ضروری ہے اور دونوں کا بیک وقت سننا

۱۴- عادل مرد موجود نہ ہوں یا بیک وقت نہ شنیں یا صرف ایک عادل سے دوسرے سے سننے یا عادل

دونوں کو طلاق صحیح نہیں ہوگی فقط عادلہ عورتیں طلاق کے الفاظ سنیں یا ایک مرد اور دو عورتیں تو

طلاق صحیح نہیں ہوگی لیکن بیچاری محموہ کے لئے انقطاع مدت متعہ اور وقوع فرقت کے لئے

۱۵- اگر کسی کی موجودگی بھی نہ لازم ہے نہ مسنون لہذا ثابت ہوا کہ محموہ کے زوجہ کی مثل نہیں ہے بلکہ

مرد کی مثل ہے چاہا تو ولی کر لی چاہا تو علیحدگی اختیار کر لی۔

۱۶- عورت پر خاوند کی وفات کے بعد چار ماہ یا دن عدت وفات لازم ہے اور نئے متعہ یا

۱۷- عدت سے دور رہنا ضروری ہے مگر بایں ہمہ اس کے لئے نہ خرچہ ہے اور نہ ہی میراث

میں حصہ جبکہ منکوحہ کے لئے میراث میں حصہ بھی ہوگا اور حمل کی صورت میں نفقہ بھی ملے گا (فقہ العوام صفحہ ۲۹۹) پس زن متنعہ کا سوائے زرمہر اور کوئی حق ذمہ شوہر کے نہیں ہے نفقہ حاملہ کے اوقات شوہر کے کچھ نہیں بنابر روایت مشہورہ کے اور بنا بر ایک روایت کے حصہ ولد میں ہوگا۔ لہذا ثابت ہوا کہ متنعہ منکوحہ کی مثل نہیں جبکہ لونڈی منکوحہ بلکہ مملوکہ موطوءہ کے لئے بھی چار ماہ دس دن عدت وفات ہے (جامع عباسی صفحہ ۱۲۹) لیکن نفقہ ان کو دینا ثابت ہے تو یہ کہ متنعہ لونڈیوں کی مثل بھی نہیں ہے چنانچہ زوجات میں شامل ہو۔

17- متنعہ والی عورت سے عارضی خاوند کا عزل کرنا درست خواہ وہ راضی نہ ہو خواہ متنعہ کے عقد میں عزل کرنا شرط نہ کیا گیا ہو اور کوئی تاوان عزل کی صورت میں ادا کرنا لازم نہیں ہے جبکہ آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی صورت میں عزل کرنا حرام ہے اور اس پر تاوان ادا کرنا لازم ہے اور تاوان بھی دس مثقال یعنی پورے چار تو لے سونا۔

تجدہم۔ منی رادر غیر فرج زن آزادیکہ بعقد دوام اور خواستہ باشند بے اذن اور یتخت حرام است امامد متنعہ و کینر جائز است (جامع عباسی صفحہ ۱۳۸)

بست و نفقہ۔ اگر منی رابر فرج زن دائمی بریز دے اذن آن زن واجب است کہ وہ مثقال طلا بآن زن دے (جامع عباسی صفحہ ۱۳۰) اور روضہ بیہ شرح لمعدہ مشقیہ میں ہے ﴿و یجوز العزل عنها وان لم یشتط لان الغرض الاصلی منه الاستمتاع دون النسل﴾ متنعہ سے عزل کرنا جائز ہے اگر عقد میں شرط نہ ہو کیونکہ غرض اصلی اس سے صرف لذت حاصل ہے نہ کہ افزائش نسل اور ای طرح برہان المتنعہ میں ہے ”انزال منی در فرج متنعہ بر شوہر واجب نیست مگر بشرط در عقد اگرچہ عدا خارج بریزد بارادہ آنکہ ولد منعقد نشود اگرچہ متنعہ راضی نباشد“

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ متنعہ کا بنیادی مقصد فقط شوہت رانی ہے اور تسکین نفس

میں حصہ جبکہ منکوحہ کے لئے میراث میں حصہ بھی ہوگا اور حمل کی صورت میں نفقہ بھی ملے گا (فقہ العوام صفحہ ۲۹۹) پس زن متنعہ کا سوائے زرمہر اور کوئی حق ذمہ شوہر کے نہیں ہے نفقہ حاملہ کے اوقات شوہر کے کچھ نہیں بنابر روایت مشہورہ کے اور بنا بر ایک روایت کے حصہ ولد میں ہوگا۔ لہذا ثابت ہوا کہ متنعہ منکوحہ کی مثل نہیں جبکہ لونڈی منکوحہ بلکہ مملوکہ موطوءہ کے لئے بھی چار ماہ دس دن عدت وفات ہے (جامع عباسی صفحہ ۱۲۹) لیکن نفقہ ان کو دینا ثابت ہے تو یہ کہ متنعہ لونڈیوں کی مثل بھی نہیں ہے چنانچہ زوجات میں شامل ہو۔

17- متنعہ والی عورت سے عارضی خاوند کا عزل کرنا درست خواہ وہ راضی نہ ہو خواہ متنعہ کے عقد میں عزل کرنا شرط نہ کیا گیا ہو اور کوئی تاوان عزل کی صورت میں ادا کرنا لازم نہیں ہے جبکہ آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی صورت میں عزل کرنا حرام ہے اور اس پر تاوان ادا کرنا لازم ہے اور تاوان بھی دس مثقال یعنی پورے چار تو لے سونا۔

تجدہم۔ منی رادر غیر فرج زن آزادیکہ بعقد دوام اور خواستہ باشند بے اذن اور یتخت حرام است امامد متنعہ و کینر جائز است (جامع عباسی صفحہ ۱۳۸)

بست و نفقہ۔ اگر منی رابر فرج زن دائمی بریز دے اذن آن زن واجب است کہ وہ مثقال طلا بآن زن دے (جامع عباسی صفحہ ۱۳۰) اور روضہ بیہ شرح لمعدہ مشقیہ میں ہے ﴿و یجوز العزل عنها وان لم یشتط لان الغرض الاصلی منه الاستمتاع دون النسل﴾ متنعہ سے عزل کرنا جائز ہے اگر عقد میں شرط نہ ہو کیونکہ غرض اصلی اس سے صرف لذت حاصل ہے نہ کہ افزائش نسل اور ای طرح برہان المتنعہ میں ہے ”انزال منی در فرج متنعہ بر شوہر واجب نیست مگر بشرط در عقد اگرچہ عدا خارج بریزد بارادہ آنکہ ولد منعقد نشود اگرچہ متنعہ راضی نباشد“

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ متنعہ کا بنیادی مقصد فقط شوہت رانی ہے اور تسکین نفس

میں حصہ جبکہ منکوحہ کے لئے میراث میں حصہ بھی ہوگا اور حمل کی صورت میں نفقہ بھی ملے گا (فقہ العوام صفحہ ۲۹۹) پس زن متنعہ کا سوائے زرمہر اور کوئی حق ذمہ شوہر کے نہیں ہے نفقہ حاملہ کے اوقات شوہر کے کچھ نہیں بنابر روایت مشہورہ کے اور بنا بر ایک روایت کے حصہ ولد میں ہوگا۔ لہذا ثابت ہوا کہ متنعہ منکوحہ کی مثل نہیں جبکہ لونڈی منکوحہ بلکہ مملوکہ موطوءہ کے لئے بھی چار ماہ دس دن عدت وفات ہے (جامع عباسی صفحہ ۱۲۹) لیکن نفقہ ان کو دینا ثابت ہے تو یہ کہ متنعہ لونڈیوں کی مثل بھی نہیں ہے چنانچہ زوجات میں شامل ہو۔

تین مرتبہ عقد متعہ کرنے اور مدت متعہ منقطع ہونے پر وہ حرام نہیں ہوتی لہذا مدت مقررہ کا انقطاع طلاق کی مانند نہ ہوا۔

فروغ کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ پر منقول ہے کہ زرارہ نے امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سوال کیا کہ ایک شخص ایک عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے مدت گزارنے پر وہ عورت دوسری جگہ متعہ کرتی ہے پھر اس سے فارغ ہونے پر پہلے شخص سے متعہ کرتی ہے ﴿حَتَّىٰ بَانَتَ مِنْهُ ثَلَاثًا وَتَزَوَّجْتَ ثَلَاثَةَ أَزْوَاجٍ يَحِلُّ لَلْأُولَىٰ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا قَالَ نَعَمْ كَمَا شَاءَ لَيْسَ هَذِهِ الْحَوْرَةُ هَذِهِ مُسْتَأْجَرَةٌ وَهِيَ بِمَنْزِلَةِ الْأَمَاءِ﴾ حتیٰ کہ اس مرد سے تین مرتبہ جدا ہوتی ہے اور تین مرتبہ دوسرے اشخاص سے متعہ کرتی ہے تو کیا پہلا شخص تین مرتبہ انقطاع مدت کے بعد بھی اس عورت سے متعہ کر سکتا ہے تو امام موصوف نے فرمایا ہاں جتنی مرتبہ چاہے اس سے متعہ کرے متعہ والی عورت آزاد و منکوحہ نہ جات کی مانند نہیں ہے یہ تو اجرت اور کرایہ پر لی ہوئی ہے اور لونڈیوں کی مانند ہے۔

### مضحکہ خیز دعویٰ اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش

ایسی صریح روایت کے ہوتے ہوئے اور مذکورہ بالا وجوہ فرق کے ہوتے ہوئے صاحب لمعہ اور ملاحقہ اللہ کا یہ دعویٰ کس قدر خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت ہے اور مضحکہ خیز ہے کہ متعہ اور نکاح دائم میں صرف یہ فرق ہے کہ متعہ میں مدت معین ہوتی ہے اور نکاح دائم میں مدت کو تعیین نہیں ہوتا اس کے علاوہ تمام مستحبات و واجبات اور جملہ کیفیات میں کوئی فرق نہیں مثلاً رضائے زوجین، صلاحیت ایجاب و قبول اور اتباع عقد و مہر۔

عجب درائیں است کہ پیچہ فرقتے نیست میان ایقاع نکاح دوام و متعہ در مستحبات واجبات و کیفیات از رضائے زوجین و صلاحیت ایقاع عقد در میان ایجاب و قبول و مہر و غیرہ

متعہ اور اسلام کے متعلقہ مسائل کے درمیان بہت دور درو ام نیست۔

(تفسیر منہاج الصادقین صفحہ ۴۹۱ جلد دوم)

اس کے بعد متعہ کے مکتبرین پر غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ”پس چرا اہل جہالت شروع و حلال دانند و متعہ را حرام و نامشروع و ایس نیست مگر محض عناد و انکار و بدعت۔“

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ هَذِهِ الطَّرِيقَةِ الْمَضَلَّةِ وَالْعَقَائِدِ الْفَاسِدَةِ ﴿﴾

لہذا اہل جہالت نکاح دائمی کو کیوں حلال اور مشروع سمجھتے ہیں اور متعہ کو کیوں حرام اور بدعت سمجھتے ہیں؟ یہ تو محض عناد و انکار ہے اور بدعت کا انتخاب، اللہ تعالیٰ اس گمراہ کن طریقہ سے ہمیں محفوظ رکھے مگر انفس کہ صاحب لمعہ کو اور ملاحقہ اللہ کا شامی کو متعہ کے دوام و نکاح دوام کے احکام میں روز روشن سے زیادہ فرق نظر نہ آیا اور آنکھیں بند کر کے اور عقل و دماغ فراموش کر کے کچھ سی دے کر یہ حکم لگا دیا جی ہے ﴿إِذَا لَمْ تَسْتَطِعْ فِصَاعِنَ مَا شِئْتَ﴾ کیا کادامین ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے تو پھر ایسی باتیں کرنے میں مانع امر کونسا ہو سکتا ہے

الغرض قرآن مجید کی آیات مبارکہ متعہ کی حرمت پر واضح دلالت کرتی ہیں اور متعہ کے نام میں کوئی حکم بھی کلام مجید میں مذکور نہ ہونا بھی اس کے شرعاً ناجائز ہونے کی واضح دلیل ہے اور عورت کو منکوحات اور ازواج سے شمار کرنا کبھی غلط اور بالکل غلط ہو گیا اور لونڈی نہ ہونا اس کے لئے منہجی و مومن مفلح کے لئے متعہ کا حرام و ممنوع ہو نا بھی واضح ﴿كَمَا قَالَ اللَّهُ﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوحِهِمْ حَافِظُونَ ﴿﴾

آئیے اب احادیث رسول اللہ ﷺ اور اقوال صحابہ کرام رحمہ اہل بیت علیہم السلام سے اس کی حرمت ملاحظہ کریں سب سے پہلے کتب اہل سنت کے حوالہ جات پیش خدمت دہاتے ہیں اور اس کے بعد کتب اہل تشیع کے حوالے پیش کئے جائیں گے۔



حرم متعہ از روئے احادیث رسول علیہ السلام و اقوال صحابہ کرام و ائمہ اہل بیت علیہم الرضوان مطابق کتب اہل سنت

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بخاری (ج ۳ ص ۷۶، ۷۶۶) میں ﴿نہی رسول اللہ ﷺ عن نکاح المتعۃ آخر﴾ عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت حضرت حسن بن محمد بن علی اور ان کے بھائی عبداللہ بن محمد بن علی کی یہ روایت درج کی ہے۔

﴿ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی ﷺ نہی عن المتعۃ وعن لحوم الحمر الاھلیۃ زمن خیبر﴾ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا: بیشک رسول اللہ ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا اور پالتو گدھوں کے گوشت سے خیبر کے زمانہ میں۔

فائدہ: یہ روایت حضرت محمد بن حنفیہ اور ان کے دونوں صاحبزادوں کے واسطے سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

۲۔ امام مسلم نے سنن محمد اور عبداللہ بن محمد کی یہی روایت محمد بن علی رضی اللہ عنہما کے واسطے سے نقل کی ہے۔

۱۔ عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن اکل لحوم الحمر الانسیہ ﴿المسلم ج ۱ ص ۳۵۲﴾

ب۔ عن علی انہ سمع ابن عباس یلین فی متعۃ النساء فکان مہلایا ابن عباس فان رسول اللہ ﷺ نہی عنہا یوم خیبر و عن اکل لحوم الحمر الانسیہ ﴿المسلم ج ۲ ص ۳۵۲﴾

ج۔ عن الحسن و عبد اللہ ابنی محمد بن علی بن ابی طالب عن ابیہما انہ

عن علی بن ابی طالب یقول لا بن عباس نہی رسول اللہ ﷺ عن متعۃ النساء یوم خیبر وان اکل لحوم الحمر الانسیہ ﴿المسلم ج ۲ ص ۳۵۲﴾

و کذا فی الدر المنثور نقلا عن مالک و عبد الرزاق وابن ابی شیبہ و البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی وابن ماجہ عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ ﷺ نہی عنہا متعۃ النساء یوم خیبر و عن اکل لحوم الحمر الانسیہ ﴿درمنثور ج ۲ ص ۱۴۱﴾

و ابن مالک بهذا الاسناد وقال سمعت علی بن ابی طالب یقول لفلان رجل تائنه نہی رسول اللہ ﷺ نمثل حدیث یحی عن مالک عن متعۃ النساء یوم خیبر ﴿درمنثور ج ۲ ص ۱۴۱﴾

و حدیث یحی عن مالک و کذا اخرج النحاس عن علی رضی اللہ عنہ ﴿درمنثور ج ۲ ص ۱۴۱﴾

و اخرج البیہقی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال نہی رسول اللہ ﷺ عن السعة و انما كانت لمن لم یجد فلما نزل النکاح و الطلاق و العدة و المیراث من الروج و المروءۃ نسخت ﴿درمنثور ج ۲ ص ۱۴۰﴾

دری اسلام کی ان روایات سے واضح ہو گیا کہ

۱۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعہ کی حرمت کے قائل تھے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی متعہ کی حرمت ذہن نشین کراتے رہے اور ان کے خلاف فتویٰ دینے سے روکتے رہے۔

۳۔ ان کی مخالفت کو تھیر اور سرگردانی اور ب راہروی سے تعبیر کرتے رہے۔

۴۔ اہل سنت کے متعلق واضح کر دیا کہ یہ کسی شخص کی ذاتی رائے سے حرام نہیں ہوا بلکہ خود

صاحب شرع رسول کریم ﷺ نے ہی اس کو حرام فرمادیا تھا اور ظاہر ہے کہ یہ تین حضرات عباس کو اپنے دور خلافت یا حضرت عثمان کے دور خلافت میں فرمایا تھی کیونکہ دور فاروقی میں تو اس قسم کے فتویٰ صادر کرنے کی عمر میں ہی نہیں تھے اور اگر بالفرض فتویٰ دیتے بھی تو خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو منع کر لیتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فہمائش کی کیا ضرورت تھی؟

اور یہ بات دو پہر کے اجالے سے بھی زیادہ واضح ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم بہر حال حضرت عبد اللہ بن عباس سے زیادہ ہے اور ان کو جو شرف صحبت اور تقدم حاصل تھا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وہ قرب اور تقدم حاصل نہیں تھا لہذا رسول کریم ﷺ کے فرمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کے بعد متعہ کے حرام ہونے میں شک و شبہ کی کیا گنجائش ہے؟

نوٹ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعہ کی حرمت والی روایت کتب صحاح میں سے پانچ میں منقول ہے اور دیگر کتب میں بھی مروی و منقول ہے جس کے بعد اس کی سخت میں شک و شبہ کا امکان باقی نہیں رہتا۔

﴿وردی عبد الرزاق عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ من وجہ آخر قال نسخ رمضان خل صوم ونسخ المتعہ الطلاق والعدة والميراث﴾

(عمدة القاری جلد ۲۰ صفحہ ۱۱۳)

رمضان کے روزوں کی فرضیت نے دوسرے تمام روزوں کا وجوب و لزوم ختم کر دیا ہے اور طلاق اور عدت اور میراث نے متعہ کو منسوخ کر دیا ہے۔

(وکنذانی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳، وفی سنن الدارقطنی جلد ۳ صفحہ ۱۵۹، وکنذانی در المنہور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰) ان قدامس عبد الرزاق وابن المنذر والبیہقی

۴۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنن بیہقی میں منقول ہے۔

(سنن اور فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۸)

مسئل عن المتعہ فقال ہی الزنا بعینہ ﴿آپ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ آپ نے فرمایا یہ بعینہ زنا ہے اس روایت سے اندازہ اہل بیت کا مذہب بھی واضح ہو گیا۔

۱۔ اور بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

(سنن بیہقی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷ اور منثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

قال انما احلت لنا اصحاب رسول اللہ ﷺ متعہ النساء ثلاثة ايام

۱۔ صرف ہم اصحاب رسول ﷺ کے لئے تین دن کے لئے عورتوں کے ساتھ متعہ حلال تھا۔

۲۔ اس بن سلمہ نے اپنے والد گرامی حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ (مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۲۵۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۶)

۱۔ حص لنا رسول اللہ ﷺ عام او طاس فی المتعہ ثلاثا ثم نہی عنها ﴿ہمیں او طاس کے سال نبی اکرم ﷺ نے متعہ میں تین دن کے لئے رخصت دی پھر

۲۔ منع فرمادیا۔ (در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰، بحوالہ ابن ابی شیبہ واحمد و مسلم)

۳۔ بن سبرہ نے اپنے والد سبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے

﴿عن الربیع بن سبرہ عن ابیہ ان النبی ﷺ نہی عن نکاح المتعہ﴾ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۲)

﴿ان رسول اللہ ﷺ نہی عن المتعہ وقال الا انها حرم من یومک الی یوم القیامہ ومن کان اعطى شینا فلا یأخذہ﴾ (مسلم صفحہ ۲۵۲)

بیشک رسول خدا ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا اور اگر کسی گاہ رہو متعہ آج سے لیکر قیامت

کے دن تک منع اور حرام ہے اور جس شخص نے کسی عورت کو بطور مہر کوئی شے دے رکھی ہو وہ اس سے واپس نہ لے۔

ف۔ صرف مسلم شریف میں حضرت سہرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے آٹھ روایات اس مضمون کی موجود ہیں کہ تین دن کی رخصت کے بعد آنحضرت ﷺ نے متعہ کو حرام فرمادیا اور یہ بھی تصریح فرمادی کہ اب سے قیامت تک حرام ہے۔

(درمنثور صفحہ ۱۳۰ بحوالہ ابن ابی شیبہ و احمد و مسلم و عبد الرزاق)

۸۔ خالد بن مہاجر بن سیف اللہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا:

﴿انہا كانت رخصة في اول الاسلام لمن اضطر اليها كالميتة والدم

ولحم الخنزير ثم احكم الله الدين ونهى عنها﴾

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۵۲، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۶)

ابتداءً اسلام میں متعہ کی رخصت تھی ان لوگوں کے لئے جو اس کی طرف سخت محتاج ہوئے مثل مردار خون اور خنزیر کے گوشت کے پھر اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوط اور محکم فرمایا اور متعہ سے منع فرمادیا۔

(کذا فی الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ بحوالہ عبد الرزاق)

۹۔ ابو نضرہ سے مروی ہے کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان اختلاف ہو گیا متعہ حج اور متعہ نساء کے متعلق تو آپ نے فرمایا:

﴿فعلنا مع رسول الله ﷺ ثم نهانا عنهما عمر فلم نعد لهما﴾

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۵۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷)

ہم نے دونوں مع رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کیے پھر ان دونوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کر دیا تو ہم نے ان سے اجتناب کر لیا اور ان کی طرف رجوع نہ کیا۔

صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اتفاق کیا کہ متعہ صحابہ کرام سے بھی متعہ کی حرمت واضح ہو گئی۔

۱۰۔ ابوبکر بن حفص کے واسطے سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان رسول اللہ ﷺ اذن لنا في المتعة ثلاثا (ابن ماجہ صفحہ ۱۴۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷)

ابو اسرج ابن المنذر والبيهقي من طريق سالم بن عبد الله عن ابيه قال سمعت عمر المنبر فحمد لله واثنى عليه ثم قال ما بال رجال ينكحون هذه المتعة بعد ان روي رسول الله ﷺ عنها۔

(ابن منذر و بیہقی، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷، درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا رسول خدا ﷺ نے تین دن کے لئے متعہ کی رخصت دی پھر اس کو حرام فرمادیا اور ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے منع کرنے کے باوجود متعہ کرتے ہیں۔

۱۱۔ روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ کو اپنی طرف سے حرام کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم تحریم کو آپ نے نافذ فرمایا اور صرف آپ نے نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اکابر صحابہ کرام نے بھی اس حکم کو رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے لہذا اس پر روایت نظر آئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حرام کیا تو اس کا قطعاً یہ مطلب ہے کہ انہوں نے حلال کو حرام کر دیا ہے بلکہ ان کی طرف نسبت فقہ تنفیذ اور ترویج کے لحاظ سے اس طرح رسول کریم ﷺ کی طرف تحلیل و تحریم کو منسوب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے

﴿الْحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثُ﴾ (الاعراف ۱۵۷)

آنحضرت ﷺ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام ٹھہراتے



ہیں حالانکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ﴿إِنَّ الْحُكْمَ لِلَّهِ﴾ (الانعام ۵۷)

علاوہ ازیں کبھی تحریم بمعنی التزام اجتناب مراد ہوتی ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿لَا تَحْزَمْ مَا آخَلَ اللَّهُ لَكَ﴾ (التحریم) اسے محبوب تم اس چیز سے اجتناب اپنے اوپر لا

کیوں کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال ٹھہرائی تو یہاں حلال کو حرام قرار دینا نہیں بلکہ اس سے اجتناب مراد ہے لہذا اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احرام کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس فعل سے اجتناب و احتراز کو لازم کر رہا ہوں نہ کہ حلال حرام کر رہا ہوں بلکہ حرام شرعی کو حکماً ممنوع قرار دے رہا ہوں اور اس حکم کو نافذ کر رہا ہوں۔

### شیعہ کی عجیب و غریب منطق

برہان المصعد صفحہ ۳۵ میں کہا ”اس اخبار موضوع و مخلوق برائے رفع فضیحت عمر است سنینوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف فداری میں اور ان کے غیر شرعی حکم کو جائز ثابت کرنے کے لئے یہ روایات گھڑی ہیں۔

بحان اللہ! انھیں فاروق نے عقل بھی سلب کر لی ہے ورنہ بتاؤ بھئی ہوش و حواس اس بے ہودہ گوئی کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے۔

اول۔ تو اس لئے کہ اگر سنیوں کا مقصد یہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس حکم خلاف کوئی قول اور رائے اپنی کتابوں میں ذکر ہی نہ کرتے۔ حالانکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات بھی تو اہل سنت نے ہی نقل کی ہیں۔

دوم۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس تراویح جاری کیں متعرج سے منع کیا آخر اس ضمن میں سنیوں نے کیوں روایات نہ گھڑیں اور انہیں حکم رسالت کیوں نہ بنا ڈالا۔

سوم۔ اہل سنت نے تو طرفداری کی یا نہیں، آخر شیعہ کو کیا ہو گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہم روایت کا اسے حرام ٹھہرانا روایت کر دیا اور دوسرے ائمہ سے بھی اس کی تردید مانگ لی۔

اہل سنت کی روایت کے متعلق یہ دعویٰ ہو سکتا ہے جو روایت متعرج حلال ہونے کے لئے نقل کی ہیں ان کے متعلق بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب محض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ انھیں وعداوت کی وجہ سے گھڑی گئی ہیں بلکہ کلام مجیدی آیات سے ہمارا یہ دعویٰ بالکل باطل و غلط اور عین حقیقت ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ قرآنی آیات متعرج کی حرمت پر تو اہل سنت میں اس کی حلت پر قطعاً دلالت نہیں کرتیں۔

### فریب کاری کی انتہا

ہاں الصدقہ میں اکثر مقامات پر عورتوں کے ساتھ متعرج کی حلت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے جو کہ وہی اور فریب کاری سے کام لیا ہے اور متعرج کی روایات اس میں درج کر دی گئی ہیں ان میں سے بعضین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ﴿تَمْتَعْنَا عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ﴾ قال رجل برآیہ ماشاء اور عثمان بنیہی عن المتعة وان یجمع بینہما علی ذالک احل بہما۔۔۔ وغیرہ یہ سب روایات متعرج کے متعلق ہیں۔

اجمع المسلمون علی اباحۃ التمتع فی جمیع الاعصار وانما اختلفوا فی اصلہ الا ما روی عن امیر المومنین عمر و عثمان انما کان ینہیان عن التمتع و کان یمنی تنزیہہا و قیل انما نہیہا عن فسخ الحج الی العمرۃ وقد انکر علیہم الصحابہ و خالفوہم و الحق مع المنکرین ﴿ (بخاری جلد ۲۱ صفحہ ۲۱۲ حاشیہ ۱۱)

امام اہل اسلام ہر زمانہ میں متعرج کے مباح ہونے پر متفق ہیں اگر ان میں اختلاف

## روایات میں اختلاف اور تعارض کا جواب

اس متنی کی طرف سے اہل سنت پر یہ اعتراض ہے کہ ان کی بیان کردہ روایات جن میں اختلاف ثابت ہوتی ہے ان میں بہت زیادہ اضطراب اور اختلاف ہے بعض سے خیر اور بعض سے شرک ثابت ہوتا ہے اور بعض سے اوٹاس والے سال بعض میں فتح مکہ کا ذکر ہے اور بعض میں نہ تو ک کا اور بعض کے نزدیک حجۃ الوداع میں حرام کئے جانے کا ذکر ہے۔

(برہان المتعصب صفحہ ۴)

اس اعتراض کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

روایات میں یہ امر بصراحت مذکور ہے کہ متعبد کی رخصت صرف غزوات اور سفر و سیرت میں ہی نہیں بلکہ صحابہ کرام اہل و عیال سے دور ہوتے اور یہ عزت ان پر گراں گزرتی اور ان کی رخصت طلب کرتے تو آپ محدود وقت کے لئے ان کو رخصت فرمادیتے لہذا ہر ایسے موقع پر رخصت بھی دی گئی اور ساتھ ہی حرمت بھی بیان فرمادی کہ اس کی رخصت بعد ہمیشہ کے لئے اس کی حرمت بیان کر دی گئی۔

(کذا فی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۲۹)

دوسری وجہ یہ ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ متعبد کی حرمت اور رخصت اس کی عمر پر منحصر ہے قبل متعبد تھا پھر خیر حرام کر دیا گیا پھر فتح مکہ کے موقع پر اس کو رخصت کر دیا گیا اور اوٹاس کا سال تھا اس کے بعد اس کو ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا۔

والصواب المختار ان التحريم والاباحة كانا مرتبين فكانت حلالا في يوم فتح مكة وهو يوم او طاس لا في يوم حرمته يوم خيبر ثم ابيحت يوم فتح مكة وهو يوم او طاس لا في يوم حرمته يوم مؤثذ بعد ثلاثة ايام تحريما مؤبدا الى يوم القيامة واستمر

ہے تو صرف اس عمل میں کہ حج اور عمرہ میں قرآن افضل ہے یعنی ان کا اکھٹا کرنا پہلے عمرہ کرنا حرام نہ کہول دینا اور بعد ازاں حج کے لئے نئے سرے سے احرام باندھنا جس کو متعبد کہا جاتا ہے صرف حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق جج کی معینیت منقول ہے اور اس کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ ان کا مقصد قرآن یا افراد طرف ترغیب دلانا تھا اور متعبد کی نسبت ان کی اولویت بیان کرنا نہ کہ بالکل صحیح حج سے منع کرنا ان کا مقصد یہ تھا کہ حج کا احرام باندھ کر اس کو عمرہ کے ذریعے فتح نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ ہی ادا کیا جائے لیکن بایں ہمہ علماء صحابہ نے ان کے قول پر رد کیا اور مخالفت کی اور صحیح بھی وہی جو اختلاف کرنے والے حضرات نے کہا ہے۔

ایسی صورت میں متعبد حج کے متعلق اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آراء اور اقوال کو النساء میں لانا بدترین خیانت ہے۔

نیز اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالعموم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالخصوص کسی خوف اور ڈر کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دینے اور قرآن نظر انداز کرتے تو پھر اس مسئلہ میں اختلاف نہ کرتے حالانکہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی صاف لفظوں میں متعبد کو مباح بلکہ سنت رسول ﷺ قرار دیا ہے۔

لہذا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان حضرات نے صرف حق کا ساتھ دینے اور عورتوں کے ساتھ متعبد کو حرام تسلیم کیا رسول خدا ﷺ کے فرمان کو تسلیم کرتے ہوئے نہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف راہی میں۔





اس کو اب نسخ کے ثبوت میں تردد بھی ختم ہو گیا کیونکہ تمام تر روایات تحریم پر متفق ہیں اور وقت و مکان تک اباحت فرمائی گئی پھر تحریم اور غزوہ فتح کے بعد ہمیشہ کے لئے اسے حرام کر دیا گیا اور اوداع میں دوسرے احکام کی تاکید مزید کی طرح متعہ کی حرمت کی بھی تاکید فرمادی لہذا اندہاں پر اختلاف ہے اور نہ ہی دعویٰ میں کوئی ضعف اور کمزوری لاحق ہو سکتی ہے۔

**سوال:** حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم متعہ کو جائز مانتے تھے اور ان کا مقام علم و فہم میں مسلم لہذا متعہ کی حرمت کا دعویٰ اور حلت کے منسوخ ہونے کا قول قابل سماعت نہیں۔

**جواب:** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت اس قدر ہے کہ ہم رسول خدا ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں تھیں تو ہم نے عرض کی ﴿الا

لستخصیٰ فنھنا عن ذلک فم رخص لنا ان نکح المرنۃ بالثوب فم قال قراء علینا یا ایہا الذین آمنوا لا تحرمو طیبات ما احل اللہ لکم﴾

(بخاری، ما بکرہ من التہلیل جلد ۲ صفحہ ۵۹، درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۲۰، بحوالہ عبد الرزاق وابن شیبہ و بخاری مسلم جلد ۵ صفحہ ۳۵)

کیا ہم اپنے آپ کو خسی نہ کر لیں تاکہ عورتوں کی طرف بالکل رغبت ہی نہ ہو تو آپ نے ہمیں خسی ہونے سے منع فرمایا اور مدت مقررہ تک کپڑے کے بدلہ نکاح کرنے کی رخصت دی پھر فرمایا جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال ٹھہرائی ہیں ان کو حرام نہ ٹھہراؤ۔

امام ابوصالح نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا اس روایت سے صرف ایک وقت میں متعہ کا مباح ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ محل بحث نہیں اور ہمیشہ کے لئے حلال ہونا اس میں مذکور نہیں اور حرمت پر دلالت کرنے والی دوسری صریح روایات موجود ہیں لہذا اھل نظر اور حرمت کی روایات ہی اس پر قاضی اور راجح ہوں گی ﴿فاحسبار الحظو قاضیہ علیہا لان فیہا ذکر

الجواب المتین بتوفیق العزیز الحکیم:

ہم سابقہ سطور میں اساطین اسلام اور اکابرین ملت کی زبانی واضح کر چکے کہ صحیح و صواب اور محقق و مختار قول یہی ہے کہ اس کی تحریم خیر کے موقع پر بیان کی گئی اور بعد ازاں غزوہ کے موقع پر جب کہ اس قدر تکرار کو علامہ ڈھکو صاحب دین خدا کے ساتھ کھیل اور بازی سے تعبیر کر رہے ہیں اور ان کے خیال میں شریعت مصطفویہ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی حالانکہ ابتداء اسلام میں اس کو بوجہ اضطراب و جواز قرار دیا گیا تھا جیسے بھوک سے لاچار انسان کے لئے مردار اور خنزیر وغیرہ لہذا ضرورت پڑتی تو مباح ہوتا ضرورت ختم ہو جاتی تو حرام اور یہ حکم یا قیامت مضطر اور مبتلائے مجتہد کے لئے ثابت ہے لہذا ایک ہی شخص پر بار بار مردار اور خنزیر کا حلال ہونا اور پھر حرام ہو جانا تین ممکن ہے۔

لہذا اسی طرح نماز کے لئے قبلہ رہنا شرط ہے لیکن مکہ مکرمہ میں ہوتے ہوئے قبلہ بیت اللہ شریف تھا مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد وہ منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ بیت المقدس قبلہ قرار پایا پھر بیت المقدس منسوخ ہو گیا اور بیت اللہ قبلہ قرار پایا اور نفل نمازوں میں دوران سفر بیت اللہ کی طرف توجہ کی پابندی بھی ختم۔ ﴿اَیْمَنَّا نُوَلِّوْهُ فَتْحَہٗ وَجْہَ اللّٰہِ﴾ (البقرہ ۱۱۵)

ڈھکو صاحب ہی فرمادیں کہ یہ کھیل اور بازی مولوی صاحبان نے قبلہ کے ساتھ روا رکھی؟ یا اللہ تعالیٰ نے یہ کھیل کھیلنا ہی نہ فرمایا بلکہ اگر قبلہ کے معاملہ میں اعتراض کرنے والے سبھاوار کم عتس ہیں ﴿سَیَقُولُ السُّفْہَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّیْہُمْ عَنِ قِبْلَتِہُمْ الَّتِیْ کَانُوْا عَلَیْہَا﴾ (البقرہ ۱۴۴)

تو متعہ کے معاملے میں اعتراض کرنے والے بھی کیونکہ علامہ کشی کے قول کی رو سے ان اخلاف کا رشتہ انہیں اسلاف سے جانتا ہے

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اباحت و تحریم میں تعدد ممکن ہے اور اس کی نظیریں بھی موجود

الحظر بعد الاباحۃ ﴿ (احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۵۱) نیز بالفرض دونوں قسم کے درجات متساوی بھی تسلیم کر لئے جائیں تو بھی حرمت کو ترجیح ہوگی

حافظ العصر علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا اسماعیلی نے نقل کیا کہ ابومعاویہ نے اسمعیل بن ابی خالد سے روایت کیا ہے ﴿ففعله ثم ترک ذلک﴾ اور ابن عیینہ نے اسمعیلی سے روایت کرتے ہوئے کہا ﴿ثم جاء تحو مبها بعدا﴾ اور عمر نے اسمعیل کے واسطے سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ثم نسخ منقول ہے۔ لہذا ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود قطعاً ہمیشہ کے لئے متعہ کو مباح نہیں سمجھتے تھے بلکہ اعتقادی طور پر بھی حرمت اور نسخ کے قائل تھے اور عملی طور پر بھی اس سے اجتناب کرنے والے اور یہی علامہ عسقلانی ابن حزم کے اس دعویٰ کا رد کرتے ہوئے کہ عبداللہ بن مسعود بھی متعہ کو مباح سمجھتے تھے فرماتے ہیں۔

﴿فمستندہ فیہ الحدیث الماضی فی اوائل النکاح وقد بینت فیہ ما نقلہ الاسماعیلی من الزیادۃ فیہ المصرحۃ عنہ بالنحریم وقد اخرجه ابو عوانۃ من طریق ابی معاویۃ عن اسماعیل بن ابی خالد و فی آخرہ ففعلنا ثم ترک ذلک﴾ (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۸)

ابن حزم کے اس دعویٰ کا سہارا وہ حدیث ہے جو اوائل باب نکاح میں گزری اور میں نے واضح کر دیا کہ اسماعیلی نے اس میں یہ عبارت زیادہ نقل کی ہے جس سے متعہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حرمت ثابت ہوتی ہے اور اسی روایت کو ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں ابومعاویہ اور اسماعیل بن ابی خالد کے واسطے سے نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں ہے پس ہم نے اس رخصت کے مطابق عمل کیا پھر اس کو ترک کر دیا گیا اور تفسیر درمنثور میں عبد الرزاق، ابن المنذر اور بیہقی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے ﴿المتعۃ منسوخۃ نسخها الطلاق والصدقۃ والعذۃ والمیراث﴾ (جلد ثانی

۱۲۰) متعہ منسوخ ہو چکا ہے اس کو طلاق، حق مہر، عدت اور میراث نے منسوخ ٹھہرایا ہے۔

اب باقی رہ گیا اس آیت کریمہ کی تلاوت کا مقصد تو سیاق حدیث سے واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماعاً اپنے آپ کو خفی کر کے رہبانیت اختیار کرنا چاہتے تھے اور مورتوں کی جماعت سے بالکلیہ اجتناب۔ لہذا فرمایا: ”تمہارا اپنے آپ کو خفی کرنا اللہ تعالیٰ کی حلال چیزوں کو حرام کرنے کے مترادف ہے لہذا انہیں حرام نہ کرو اور یہ آیت نازل ہی اسی ضمن میں ہوئی تھی جب کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خفی ہونے کی رخصت طلب کی تھی اور اپنے آپ پر غور توں اور ہر موجب لذت شئی اور خوشبو کو حرام کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

﴿فلیہذا نزل فی حقہ یایہا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم﴾ (فتح الباری جلد ۹، درمنثور ص ۳۰، ۳۱) میں اسی مضمون کی بیسوں روایات مذکور و منقول ہیں جو غور توں کے نکاح اور مباشرت اجتناب اور لذیذ اشیاء کے استعمال سے گریز بلکہ آلہ تفاسل کے کام لے پھینکنے کا عزم کرنے پر اس آیت کے نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور رہبانیت سے اجتناب لازم ٹھہراتی ہیں امام ابو بکر جصاص نے بھی اسی طرح فرمایا۔ ﴿یحتمل ان یریدہ بالنبی عن الاستخصاص وتحريم النکاح المباح﴾

(احکام القرآن ج ۲ ص ۱۵۱)

عین ممکن ہے کہ اس آیت کریمہ میں خفی ہونے سے منع کرنا مقصود ہو اور نکاح مباح کو حرام ٹھہرانے سے لہذا اس آیت کریمہ میں مدعا نے روافض پر کوئی دلالت موجود نہیں ہے۔

**اقول :-** اس آیت کریمہ میں حلال کو حرام ٹھہرانے سے منع کیا گیا ہے اور متعہ کو حرام ٹھہرانے کا عمل تو صرف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرزد نہیں ہوا تھا اگر کوئی فعل اور عمل ان سے ثابت ہوا تو وہ عورتوں سے مطلقاً اجتناب اور ترک جماع بلکہ اس کی صلاحیتوں کو بھی معدوم کرنے کا عزم لہذا اس میں نکاح مباح اور عقود و ام جو کہ معمول اور مروج تھا اس کی تحریم سے منع

کیا گیا ہے علاوہ ازیں ان کے اس عزم و ارادہ کے اظہار پر متحد کی رخصت شارع علیہ اسلام کی طرف سے ثابت ہوئی اگر وہ اباحت اصلیه یا دور جاہلیت کے معمول کو ملحوظ رکھتے تو پھر اس گزارش کی ضرورت ہی نہ تھی۔

لہذا جب رخصت شرعیہ ثابت ہی اب ہوئی تو تحریم حلال یعنی متعہ کو حرام قرار دینے سے نہی کیونکر مقصود ہو سکتی تھی۔ ﴿کما قال تعالى، لا تحرموا طيبات ما احل الله.....﴾ الغرض یہ بات بالکل واضح اور عیاں ہو گئی کہ اس آیت کریمہ میں متعہ کو حرام ٹھہرانے سے نہیں روکا گیا بلکہ اپنے آپ کو خفی کر کے ان لزمانہ سے محروم کرنے کی کوشش سے روکا گیا ہے۔ الحاصل اس روایت سے روافض کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور ہمیں اس کا کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

### حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

جہاں تک اہل سنت کی کتابوں میں مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کا معاملہ ہے تو وہ تین طرح کے ہیں اول یہ کہ متعہ مطلقاً مباح ہے اس قول کو عمرامولی الشریذ نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ متعہ سفاح و زنا ہے یا نکاح تو انہوں نے فرمایا: ﴿لا سفاح ولا نکاح﴾ یہ نہ ہی زنا ہے اور نہ ہی نکاح ہے میں نے عرض کیا تو یہ ہے کیا؟ انہوں نے فرمایا: ﴿ہی المتعہ کما قال اللہ﴾ یہ متعہ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ اس میں عدت ہے؟ تو فرمایا ہاں ایک حیض، جب دریافت کیا دونوں مرد و عورت وارث بھی بنتے ہیں؟ تو فرمایا نہیں۔

(اخرجہ ابن المذہب درمنثور ج ۲ ص ۴۱۱ تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۹)

نیز عطائے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

﴿یرحم اللہ عمر ما كانت المتعہ الا رحمة من اللہ رحم بہا امۃ

محمد ﷺ ولولا نهیہ عنہا ما احتاج الی الزنا الا شقی قال وہی الی فی سورۃ النساء فما استمتعتم بہ منہن.... الی.... لیس بینہما وراثۃ الی و لیس بہما نکاح و اخبر انہ سمع ابن عباس رضی اللہ عنہما یراھا الان حلالا ﴿ (اخرجہ عبدالرزاق وابن المذہب درمنثور ج ۲ ص ۴۱)

اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ پر رحم فرمائے متعہ تو فقط اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جس کے ساتھ اس نے امت محمدیہ پر رحم فرمایا اور اگر ان کی طرف سے اس کی ممنوعیت نہ ہوتی تو زنا کی طرف محتاج نہ ہوتا مگر شقی اور بد بخت اور متعہ وہی ہے جو سورہ نساء میں ہے کہ تم ان سے تنہا اور نفع اندوزی کرو مقررہ مدت تک مقررہ اجرت کے عوض اور متعہ میں مرد و عورت کے درمیان وراثت نہیں "تا" اور نہ ہی ان کے درمیان نکاح ہے اور عطائے بتلایا کہ انھوں نے حضرت ابن عباس کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ وہ اب بھی اس کو حلال سمجھتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ انھوں نے متعہ کو صرف حالت اضطراری میں مباح رکھا جس طرح کہ مرد اور خیر حالت اضطراری میں مباح ہے جیسے کہ ابن ابی جرہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے اس میں رخصت دی ﴿فقال لہ مولیٰ انما کان ذلک وفي النساء قلۃ والحال شدید فقالت

ابن عباس نعم﴾ (بخاری درمنثور ج ۲ ص ۱۴۰)

تو ان کے آزاد کردہ غلام نے کہا کہ یہ رخصت صرف اس وقت تھی جب کہ عورتوں میں قلت تھی اور حالت اضطراری تھی تو فرمایا ہاں اور اسی قسم کا مضمون سعید بن جبیر سے ابن المذہب طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے درمنثور ج ۲ ص ۴۱۱ منقول ہے۔

﴿فقال اننا لہ وانا الیہ وارجعون لا والله ما بهذا الخبیث ولا هذا اردت ولا احللتہا الا للمضطر ولا احللت منها الا الا ما احل اللہ من المیتۃ والدم



ولحم الخنزیر ﴿﴾

یہ آپ نے کیا کر دیا رہ گزرا اور سوار جناب کا فتویٰ لے اڑے ہیں اور اس کے متعلق شعراء نے طنز یہ اشعار کہے ہیں جب آپ کے انتشار پر میں نے دوشعر سنائے تو آپ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون بخدا میں نے یہ فتویٰ دیا ہے اور نہ ہی میرا یہ مقصد تھا میں نے تو متعہ صرف مجبور اور مضطر کے لئے مردار اور دم مسفوح اور خنزیر کی طرح مباح ٹھہرایا ہے۔

فاہکی اور خطابی نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے ابن عباس سے عرض کیا ﴿لقد سارت بفتیاک الرکبان وقال فیہا الشعراء یعنی فی المتعہ فقال واللہ ما بہذا افتیت وما ہی الا کالمیتۃ لا تحل الا للمضطر﴾

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۶)

آپ کے متعہ کے جواز کے فتویٰ کو سوار لے اڑے اور اس کے متعلق شعراء نے شعر کہے ہیں تو آپ نے فرمایا بخدا میں نے علی الاطلاق اس کے جائز ہونے کا فتویٰ نہیں دیا وہ تو صرف مردار کی مانند ہے جو سوائے مجبور محض اور مضطر کے کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔

اسی مضمون کو امام بیہقی نے سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں ﴿الا انما ہی کالمیتۃ والدم ولحم الخنزیر﴾ غورت سنو متعہ مردار رگوں سے بہتہ جس خون اور خنزیر کے گوشت کی مانند ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۶، تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۹)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس مضمون کی متعدد روایات ذکر کرنے کے بعد فرمایا ﴿فہذہ اخبار تقویٰ بعضہا ببعض وحاصلہا ان المتعۃ انما رخص فیہا بسبب العزلۃ فی حال سفر﴾

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۶)

یہ روایات ایک دوسرے سے تقویت پکڑتی ہیں اور ان کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابن

ابن عباس نے ایک متعہ کی رخصت صرف سفر کی حالت میں ہے اور وہ بھی بیوی کے نہ ہونے کی حالت میں جب کہ آدمی صبر و ضبط سے کام نہ لے سکے۔

تیسرا قول ان کی طرف سے یہ ہے کہ متعہ مطلقاً حرام ہے اور اس کی سابقہ اباحت صحیح ہو چکی ہے۔

1۔ ابو داؤد نے اپنے ناخ میں ابن المنذر اور نحاس نے عطا کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

﴿قوله تعالىٰ ﴿فما استمتعتم بہ منہن﴾ قال نسختھا﴾ یا ایہا النبی

﴿اطلقتکم النساء فطلقوهن لعدتہن﴾

(کبیر ج ۱۰ ص ۴۹، درمنثور ج ۲ ص ۱۳۹)

القول باری تعالیٰ ﴿فما استمتعتم بہ منہن الا یۃ﴾ کو اس قول باری تعالیٰ نے منسوخ ٹھہرا یا ہے کہ اسے ﴿فما استمتعتم بہ منہن الا یۃ﴾ جب تمہاری امت عورتوں کو طلاق دے تو انہیں ان کے وقت عدت میں طلاق دیں اور فرمایا کہ طلاق والی عورتیں تین حیض تک انتظار اور عدت میں رہیں۔

2۔ ابن حاتم نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے۔

﴿قال کان متعۃ النساء فی اول الاسلام (الی) وکان یقرأ فما استمتعتم

بہ منہن الی اجل مسمیٰ نسختھا محصنین غیر مسافحین وکان الاحصان بید

(درمنثور ج ۲ ص ۱۳۹، ۱۴۰)

الرجل یمسک متی شاء﴾

متعہ ساء آغاز اسلام میں تھا ایک شخص ایسے شہر میں جاتا جہاں پر اس کے ساتھ اس کا ساز و سامان درست کرنے والا کوئی نہ ہوتا تھا تو وہ اتنے عرصہ کے لئے کسی عورت کے ساتھ دروازی رشید قائم کر لیتا جتنے عرصہ میں وہ فارغ ہو سکتے کا ظن غائب رکھتا تو وہ عورت اس کے مال و متاع کی حفاظت کرتی اور آپ قول باری تعالیٰ ﴿فما استمتعتم بہ منہن الی اجل مسمیٰ

﴿پڑھتے جس کو قول باری تعالیٰ ﴿مُحْصِنِينَ غَيْرِ مُسَافِحِينَ﴾ نے منسوخ ٹھہرا دیا اور عورت کی عصمت مرد کے ہاتھ میں دے دی جب تک چاہے اسے اپنے عقد میں رکھے اور جب چاہے اسے طلاق دے دے۔

3۔ طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔ ﴿قال كانت المتعة في اول الاسلام (الى) حتى نزلت هذه الآية "حرمت عليكم امهاتكم" الاية فنسخ الاولى فحرمت المتعة وتصدقها من القرآن الاعلى ازواجهم او ما ملكت ايمانهم وما سوى هذا الفرج فهو حرام﴾

(در منثور ج ۲ ص ۱۴۰ و کنز الدانی ترمذی ج ۱ ص ۲۱۳)

یعنی متعہ ابتدائے اسلام میں مباح تھا (حطرح پچھلی روایت میں تفصیل مذکور ہوئی وہ یہاں بھی ہے) حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ﴾ الا یہ تو اس نے پہلے حکم کو منسوخ ٹھہرا دیا اور اس کی تصدیق قرآن مجید سے یہ ارشاد خداوندی کر رہا ہے ﴿الْاَعْلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ کہ فلاح پانے والے مومن وہ ہیں جو اس صفت کے ساتھ بھی موصوف ہیں کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں پر اور ان دو کے علاوہ ہر فرج حرام ہے۔

4۔ ﴿وروی ايضا انه قال عند موته اللهم اني اتوب اليك من قولی فی المتعة والصرف﴾ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۹، ابوسعود ج ۳ ص ۱۱۷)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ انھوں نے وفات کے قریب کہا اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں متعہ کے بارے میں اپنے قول سے اور بیع الصرف کے قول سے۔ ﴿وقع الجماع بعد ذالك على تحريمها من جميع العلماء الا الروافض و كان ابن عباس يقول باباحتها﴾ (نوی مع مسلم ج ۱ ص ۳۵۰)

بند ازاں متعہ کی حرمت پر تمام علماء کی طرف سے اجماع و اتفاق ہو گیا سوار و افض کے اور حضرت ابن عباس پہلے اباحت کے قائل تھے۔

﴿ما شى عياض عليه الرحمة نے کہا﴾ روى عنه انه رجع عن ذلك ﴿

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جواز متعہ کے قول سے رجوع کر لیا تھا۔

﴿ابن بطل مالکی نے کہا﴾ روى عنه الرجوع باسانيد ضعيفة ﴿

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جواز متعہ کے قول سے رجوع مروی و منقول ہے اگرچہ ان روایات کی اسانید ضعیف ہیں۔

علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں ج ۱ ص ۲۳۶ پر صاحب مفہم کے اے سے نقل کیا ہے۔

﴿اجمع السلف والخلف على تحريمها الا ما روى عن ابن عباس روى عنه رجوع﴾ تمام اسلاف و اخلاف کا متعہ کی حرمت پر اجماع ہے صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جواز کا قول منقول ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

۱۔ امام ابن ہمام نے فرمایا ﴿وابن عباس صح رجوعه بعد ما اشتهر عنه من اباحتها﴾ (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۱)

۲۔ علامہ ابن نجیم نے (بحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۸) میں فرمایا ﴿وما نقل عن ابن عباس من اباحتها فقد صح رجوعه﴾ اگرچہ مشہور قول ان کا متعہ کی اباحت ہے لیکن ان کا اس قول

سے رجوع کرنا صحیح طریقہ پر ثابت ہے۔

ف۔ ابن بطلال کے قول میں اسانید ضعیفہ کا ذکر ہے لیکن تعدد طرق ضعف کو دور کر دیتا ہے لہذا صحت رجوع میں شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی علی الخصوص امام ترمذی کی تصریح کے بعد۔

10۔ امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نبی اکرم ﷺ کا حکم تو یہ نقل کر کے کے بعد فرمایا

«و فی الباب عن سیرۃ العجسی وابن ابی ہریرہ حدیث علی حدیث حسن صحیح والعمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرہم وانما روی عن ابن عباس شفی من الرخصة فی المتعة ثم رجع عن قوله حیث اخبرہ عن النبی ﷺ» (ج ۱ ص ۱۳۳)

حرم متعہ کے باب میں حضرت سبرہ چینی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایات ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی حدیث حسن صحیح ہے اور تمام اہل علم اصحاب نبی اکرم ﷺ اور دیگر حضرات کا عمل اسی پر ہے اور صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قدرے رخصت متعہ کے بارے میں منقول ہے پھر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا جب کہ خود ہی رسول اکرم ﷺ کی طرف سے اس کے حرام ہونے کی خبر دی۔

11۔ تفسیر مظہری میں سنن بیہقی کے حوالے سے مذکور ہے «عن الزہری ابنہ قال مامات ابن عباس حتی رجع عن فتواه بحل المتعة وكذا ذكر ابو عوانه فی صحیحہ» (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۷۶)

یعنی زہری سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے اپنے وصال سے قبل حلت متعہ والے فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا اور یہی مضمون ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

الغرض ان تمام اقوال کو ملاحظہ کر لینے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکام بابت اور دلیل جواز بنانا کسی طرح بھی روا اور جائز نہیں ہے۔

علی الخصوص جب کہ اباحت کا قول ان کے ذاتی استنباط و اجتہاد پر مبنی ہے اور اس کے خلاف صریح الدلائل اور صحیح ترین روایات مرفوعہ متصلہ سے نبی اکرم ﷺ کا اسے حرام ٹھہرانا ثابت ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انہیں احادیث کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے انہیں اسی امر سے باز رہنے کی تلقین کرنا ثابت ہے بلکہ سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ﴿انک رجل ناسئہ

لو حیران و سرگرداں اور راہ راست سے بھٹکا ہوا انسان ہے کیونکہ خود رسول اکرم ﷺ نے اسے امام فرمایا ہے کذا فی صحیح مسلم۔ کیا سید عالم ﷺ کے صریح ارشادات اور احادیث ایہ کے ہوتے ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سرزنش کے بعد بھی کسی طرح کا تمسک اور سہارا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے مل سکتا ہے جب کہ ان سے رجوع بھی ثابت ہو اور وہ بھی صحیح السند روایات کے ساتھ اور اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو محض تعارض و ناقض اقوال ہی اس تمسک اور استدلال کو تیغ و بن سے اکھاڑ دیتا ہے کیونکہ معروف قاعدہ ہے «إذا تعارضتا تساقطا» جب دلائل میں تعارض آجائے تو وہ درجہ اعتبار سے گر جاتے ہیں۔

### حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ ذہکو صاحب نے متعہ کو جائز رکھنے والوں کی فہرست میں اضافہ کے لئے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حوالہ بھی دیا ہے (بخاری عربی) «خداوند عالم نے متعہ کے متعلق قرآن میں آیت نازل کی پھر اسے کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا اور رسول نے ہمیں متعہ کرنے کا حکم دیا پھر اس سے ممانعت نہیں فرمائی یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا ان کی مراد یہ ہے کہ عمر نے اس کی ممانعت کر دی» (تجلیات صداقت ص ۲۹۵)



سے رجوع کرنا صحیح طریقہ پر ثابت ہے۔

ف۔ ابن بطال کے قول میں اسانید ضعیفہ کا ذکر ہے لیکن تعدد طرق ضعف کو دور کر دیتا ہے اور صحت رجوع میں شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی علی الخصوص امام ترمذی کی تصریح کے بعد۔

10۔ امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نبی اکرم ﷺ کا حکم تحریر نقل کر کے بعد فرمایا

«وفی الباب عن سيرة المجهمی وابن ابی هريرة حديث علی حدیث حسن صحيح والعمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغيرهم وانما روى عن ابن عباس شئ من الرخصة فی المنة ثم رجع عن قوله حيث اخبره عن النبی ﷺ» (ج ۳ ص ۱۳۳)

حرم متعہ کے باب میں حضرت سبرہ جعفی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایات ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی حدیث حسن صحیح ہے اور تمام اہل علم اسباب نبی اکرم ﷺ اور دیگر حضرات کا عمل اسی پر ہے اور صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قدرے رخصت متعہ کے بارے میں منقول ہے پھر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا جب کہ خود ہی رسول اکرم ﷺ کی طرف سے اس کے حرام ہونے کی خبر دی۔

11۔ تفسیر مظہری میں سنن بیہقی کے حوالے سے مذکور ہے «عن الزهري انه قال ما مات ابن عباس حتى رجع عن فتواه بحل المنة وكذا ذكر ابو عوانه فی صحيحه»

(تفسیر مظہری ج ۲ ص ۷۶)

یعنی زہری سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے اپنے وصال سے قبل حالت متعہ والے فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا اور یہی مضمون ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

العرض ان تمام اقوال کو ملاحظہ کر لینے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال اور دلیل جواز بنانا کسی طرح بھی روا اور جائز نہیں ہے۔

علی الخصوص جب کہ اباحت کا قول ان کے ذاتی استنباط و اجتہاد پر مبنی ہے اور اس کے علاوہ صحیح الدلائل اور صحیح ترین روایات مرفوعہ متصل سے نبی اکرم ﷺ کا اسے حرام ٹھہرانا ثابت ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انہیں احادیث کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے انہیں اس سے باز رہنے کی تلقین کرنا ثابت ہے بلکہ سرزنش کرتے ہوئے فرماتا «انک رجل ناسا»

اور ان و سرگرداں اور راہ راست سے بھٹکا ہوا انسان ہے کیونکہ خود رسول اکرم ﷺ نے اسے کفر کا پایہ عطا کیا ہے صحیح مسلم۔ کیا سید عالم ﷺ کے صریح ارشادات اور احادیث کے ہوتے ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سرزنش کے بعد بھی کسی طرح کفر اور سہارا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے مل سکتا ہے جب کہ ان سے رجوع کرنا ثابت ہے اور وہ بھی صحیح السند روایات کے ساتھ اور اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو محض تعارض ناقص اقوال ہی اس تمسک اور استدلال کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتا ہے کیونکہ معروف قاعدہ ہے۔ «اذا تعارضتا تساقطا» جب دلائل میں تعارض آجائے تو وہ درجہ اعتبار سے گر جاتے ہیں

### حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ ذہبی صاحب نے متعہ کو جائز رکھنے والوں کی فہرست میں اضافہ کے لئے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۲۸) «خداوند عالم نے متعہ کے متعلق قرآن میں آیت نازل کی پھر اسے کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا اور رسول نے ہمیں کرنے کا حکم دیا پھر اس سے مناعت نہیں فرمائی یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی رائے سے کہہ دیا ان کی مراد یہ ہے کہ عمر نے اس کی مناعت کر دی» (تجلیات صداقت ص ۲۹۵)

الجواب القويم بفضل الله الرحيم:

تفسیر کبیر کا حوالہ دے کر علامہ صاحب اپنے طور پر دواؤ تحقیق اور حق تدقیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فرد جرم عائد کر گئے مگر یہ نہ سوچا کہ تفسیر کبیر فن حدیث کا کتاب نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ جو کچھ اس میں مذکور ہو گا وہ درجہ صحت تک بھی پہنچا ہوا ہو یا اس میں سبوز ہول کا امکان نہیں ہو گا حقیقت حال یہ ہے کہ یہ روایت متعدد طریق سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اور ہے بھی متعلق مگر اس میں وجہ اشہار یہ ہے کہ متعہ نساء کے بارے میں نہیں بلکہ متعہ حج کے بارے میں ہے۔ صحیح مسلم کتاب الحج میں اس حقیقت کا پیچشم خود مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ حج سے بھی منع کیا تھا اور آپ اس کو جائز سمجھتے تھے لہذا آپ نے اپنے نظریہ پر قرآن و سنت سے استدلال پیش کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے قرآن یعنی حج اور عمرہ کی ایک ہی ادائیگی کو اولیٰ اور انسب قرار دیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ذاتی عمل بھی یہی تھا اور قرآن مجید میں بھی دونوں کو اکٹھا ادا کرنے اور اتمام تک پہنچانے کا حکم ہے۔ ﴿اتموا الحج والعمرة لله﴾ لیکن پہلے ایام حج میں عمرہ بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا لہذا سید عالم ﷺ نے اس توہم کو عملی طور پر ختم کرنے کے لئے حج کا احرام باندھنے کے بعد حکم دیا کہ جن کے ساتھ بدیہ کے جانور نہیں ہیں وہ عمرہ کر کے حج کا احرام کھول دیں اور بعد ازاں آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھتا کہ قورا اور عملا عمرہ کا ان ایام میں جواز اور عمرہ کا احرام کھول کر درمیان میں آسائش اور بیویوں سے جماعت وغیرہ کا جواز ثابت ہو جائے لیکن اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ بہتر صورت ادائیگی حج کی یہی تتبع ہو بلکہ قرآن میں مشقت زیادہ ہے اور حجتی مشقت زیادہ ہوا تاہی اجر و ثواب زیادہ ملتا ہے لہذا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن حج اور عمرہ کو زیادہ افضل سمجھتے ہوئے اس کا حکم دیا اور تنہی کے خلاف اولیٰ ہونے کی وجہ سے اسے منع فرمایا اور یاج کا احرام باندھ کر پھر عمرہ کے

تفسیر کبیر کا حوالہ دے کر علامہ صاحب اپنے طور پر دواؤ تحقیق اور حق تدقیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فرد جرم عائد کر گئے مگر یہ نہ سوچا کہ تفسیر کبیر فن حدیث کا کتاب نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ جو کچھ اس میں مذکور ہو گا وہ درجہ صحت تک بھی پہنچا ہوا ہو یا اس میں سبوز ہول کا امکان نہیں ہو گا حقیقت حال یہ ہے کہ یہ روایت متعدد طریق سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اور ہے بھی متعلق مگر اس میں وجہ اشہار یہ ہے کہ متعہ نساء کے بارے میں نہیں بلکہ متعہ حج کے بارے میں ہے۔ صحیح مسلم کتاب الحج میں اس حقیقت کا پیچشم خود مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ حج سے بھی منع کیا تھا اور آپ اس کو جائز سمجھتے تھے لہذا آپ نے اپنے نظریہ پر قرآن و سنت سے استدلال پیش کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے قرآن یعنی حج اور عمرہ کی ایک ہی ادائیگی کو اولیٰ اور انسب قرار دیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ذاتی عمل بھی یہی تھا اور قرآن مجید میں بھی دونوں کو اکٹھا ادا کرنے اور اتمام تک پہنچانے کا حکم ہے۔ ﴿اتموا الحج والعمرة لله﴾ لیکن پہلے ایام حج میں عمرہ بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا لہذا سید عالم ﷺ نے اس توہم کو عملی طور پر ختم کرنے کے لئے حج کا احرام باندھنے کے بعد حکم دیا کہ جن کے ساتھ بدیہ کے جانور نہیں ہیں وہ عمرہ کر کے حج کا احرام کھول دیں اور بعد ازاں آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھتا کہ قورا اور عملا عمرہ کا ان ایام میں جواز اور عمرہ کا احرام کھول کر درمیان میں آسائش اور بیویوں سے جماعت وغیرہ کا جواز ثابت ہو جائے لیکن اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ بہتر صورت ادائیگی حج کی یہی تتبع ہو بلکہ قرآن میں مشقت زیادہ ہے اور حجتی مشقت زیادہ ہوا تاہی اجر و ثواب زیادہ ملتا ہے لہذا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن حج اور عمرہ کو زیادہ افضل سمجھتے ہوئے اس کا حکم دیا اور تنہی کے خلاف اولیٰ ہونے کی وجہ سے اسے منع فرمایا اور یاج کا احرام باندھ کر پھر عمرہ کے

### حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ ذہبی صاحب نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی متعہ کی اباحت کے قائل

جناب جابر بن عبد اللہ انصاری بھی اس کے جواز کے قائل تھے ابو بصرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب جابر کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آکر متعہ حج اور متعہ نساء کے بارے میں عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اختلاف کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا ہم نے آنحضرت ﷺ کے عہد میں متعہوں پر عمل درآمد کیا ہے بعد ازاں جب عمر نے اہل ممانعت کردی تو پھر ہم نے (بوجہ تنقیہ) خود نہیں کیا۔

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم رسول خدا کو ابھر کے زمانہ میں مٹھی بھر آٹا یا کھجور دے کر متعہ کرتے تھے یہاں تک کہ عمر نے اس کی ناپسند کردی (صحیح مسلم مع نووی ج ۱ ص ۲۵۱، تجلیات ص ۲۹۶، ۲۹۷)

### الجواب منہ توفیق الصواب:

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش کردہ دونوں روایتوں سے ظاہر ظاہر کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اتفاق کیا اور ان کے منع کرنے

کے بعد پھر کبھی متنہ کے قریب نہ گئے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کو بدتیں لگیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت بھی گزر گیا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دور امارت بھی۔ یزید پلید کے آجمنی ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دور امارت آپہنچا مگر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کہ اس متنہ کی ممنوعیت پر قائم ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متفق و متحد تو پھر اس کو سند جواز اور دلیل اباحت قرار دینے کا جواز رہ جاتا ہے۔

### مضحکہ خیر اضافہ

دھکوصاحب نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم اتنا ہی نافذ کرنے پر حضرت جابر کے متنہ نہ کرنے کی یہ وجہ بیان کی کہ انہوں نے تقیہ کرتے ہوئے متنہ نہ کیا مگر ان کے وصال کے بعد اتنا عرصہ بیت جانے پر تقیہ کرنے کا کیا مطلب؟ علاوہ ازیں یہ فعل علانیہ تو ہوتا نہیں حتیٰ کہ شیعہ صاحبان اس عقد کے دوران بچی کے ماں باپ کو بھی پتہ نہیں چلنے دیتے تو حضرت جابر بھی اس پر خفیہ طور پر عمل پیرا رہتے نہ اس میں وہ نہ اعلان و تشہیر۔ جب اس عمل متنہ کا دار و مدار ہی تقیہ اور انشاء پر ہے تو ازراہ تقیہ نہ کرنے کا کیا معنی ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے زنا حرام کیا ہے اور اس پر سنگین سزا بھی مقرر کر رکھی ہے مگر لوگ پھر بھی زنا کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آخر خداوند اللہ اور عند الرسول جواز امر کے لیے اس قدر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی پابندی کیوں کہ ان کے وصال کے چوالیس پینتالیس سال کے بعد بھی اس کے قریب نہ گئے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں قطعاً تقیہ وغیرہ نہیں تھا بلکہ نسخ کا حقیقی علم نہیں تھا جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اس کے منع کیے جانے کا اعلان کیا تو نسخ کا یقین ہو گیا اور سب صحابہ کا اس پر اتفاق بھی معلوم ہو گیا لہذا پھر اس کے قریب نہ گئے۔

یعنی جن صحابہ سے یہ فعل سرزد ہوا تو ان کو منسوخ ہونے کا علم نہیں ہوا تھا لہذا یہ شہادت دہا صلا صاحب کے خلاف ہے اس کو اپنے حق میں سمجھنا خود فریبی بھی ہے اور عوام فریبی بھی۔

### حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ دھکوصاحب نے امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجوزین متنہ میں شمار کرتے ہوئے کہا ”حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان زبان زد خلائق ہے فرمایا اگر عمر متنہ کی ممانعت نہ کرتا تو سوائے کسی شقی و بد بخت کے (یا سوائے کسی شاذ و نادر آدمی کے) اور کوئی زنا نہ کرتا۔“ (تجلیات ص ۲۹۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے متنہ کی حرمت کا اعلان کسی بھی صاحب علم پر عملی نہیں ہے اور بخاری و مسلم جیسی مستند کتب حدیث میں مروی و منقول ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر روایت قدح اور سرزنش بھی کسی سے پوشیدہ نہیں اور اس حرمت کا اعلان بھی اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نقل کیا ہے تو اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متنہ کو جائز سمجھنے کی نسبت کا کوئی جواز نہیں رہتا۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حکم مناسب سمجھا وہ یا مگر اب تو دور مرتضوی ہے آپ جو مناسب سمجھتے تھے وہ حکم آپ کو دینا چاہیے تھا اور اگر اس حکم سے خلق خدا کو جرم زنا سے بچا جاسکتا تھا اور کتاب و سنت میں اس کی اباحت تھی موجود تھی تو آپ کا فرض تھا کہ متنہ کی اباحت رخصت کا حکم دیتے اپنے دور حکومت میں آپ کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟



جو لوگ آپ کے لیے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل صحابیوں اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خلاف جنگ و جدال حرب و قتال تک سے گریز نہیں کرتے تھے وہ سراسر اپنی بھلائی اور عام اہل اسلام کی بھلائی مشتمل امور اور بالخصوص اخروی درجات و مراتب میں عظیم ترقی اور رفعت کے موجب و باعث اور میں کیونکر مخالفت کر سکتے تھے لہذا آپ کو فرمان باری تعالیٰ ﴿فَأْمُرُوهُمْ بِأَلْمَعْرُوفِ وَنَهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ پر عمل کرتے ہوئے اس کا رنجہ ضرور حکم دینا چاہیے تھا اور اس کی بندش نہ ہونے والے مفاسد کا سد باب کرنا چاہیے تھا اور فرمان باری تعالیٰ ﴿لَا يَخَافُونَ لَوْهَةَ لَأَلَمِهِ﴾ کی تنقید اور اعتراض و انکار کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے تھا لیکن بے کوئی شبہ جو ہوش و خرد ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کر سکتے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متنوع کو اپنے دور خلافت میں مہار قرار دیا تھا بلکہ شیخ الطائفہ ابو جعفر الطوسی صاف اقرار کرتا ہے کہ آپ ازراہ تفسیر کی حرمت کا اعلان کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

«عن زيد بن علي عن آبائه عن علي عليه السلام قال حرم رسول الله ﷺ يوم خيبر لحوم الحمر الاهلية ونكاح المتعة»

«فان هذا الرواية وردت مورد التنبية وعلى ما يذهب اليه مخالفوا الشيعة...»

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

یہ نظریہ شیعہ کو ہارک ہویم تو صرف اور صرف یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو زبان سے فرماتے تھے وہی ان کا حقیقی نظریہ ہوتا تھا اور شیعہ خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی سے ڈر نہیں سکتے تھے اور ڈرتے تھے تو شیعہ خدا اور اسد اللہ الغالب کہلانے کے حقدار نہیں ہو سکتے تھے نعوذ باللہ منہ اصولی بات تو یہ ہے کہ اصح ترین روایات اور کتب صحاح کے مقابل و مناقض جو روایت ہوں اس کی تاویل ہو سکتی تو فیہا ورنہ اس کو رد کر دیا جائے گا لہذا یہ روایت مردود اور ناقابل اعتبار ہے اور یا اس کا

ہے کہ کئی جملہ متنوع جائز رہتا تو اس میں یہ مصلحت حاصل ہوتی لیکن ایک شے یہ کہ اگر وہ شر کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ خیر والے پہلو کے پیش نظر اس کی آرزو بھی کی جاتی ہے اور شر والے پہلو کے لحاظ سے نفرت و کراہت بھی مثلاً موت کی آرزو لقاء خداوندی کے لیے ہے اور مصائب و آلام سے گھبرا کر منع ہے لہذا متنوع کا جواز برقرار رہنا زنا سے مانع ہے، بہتر تھا لیکن شرفاء کی عزت و ناموس کے خلاف ہونے اور نسب و نسل کا خیاع کے نان و نفقہ وغیرہ سے محرومی کی وجہ سے اس میں قباحت تھی لہذا اس کو ممنوع ٹھہرانے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتفاق و موافقت فرمائی نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں مخالفت فرمائی اور نہ اپنے دور حکومت میں۔

### اللہ ارشیعہ اور اس کی لغویت

چونکہ حضرت امیر کے ہم زمان سیرت شناسین کے معتقد تھے اور اس کی مخالفت کو رواج نہیں کرتے تھے لہذا آپ اپنے دور خلافت میں بھی ان کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے ورنہ کسی چھوڑ جاتے اور آپ تنہا رہ جاتے یا قلیل ترین مخلص شیعہ (احتجاج طبری، مجلس المؤمنین) بلکہ خود علامہ دھکو صاحب نے تنزیہ الامامیہ پر بھی یہی عذر بیان کیا ہے لیکن عذر کی وجہ انہوں اور باطل ہے۔

**اول:-** اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ ہو سکے تو امامت اور خلافت کا بار گراں حکمران اہل اسلام کی عملی اور عقائدی کوتاہیوں کو اپنے ذمہ لینا بہت بڑا خسارے کا سودا ہے۔

**دوم:-** اس عذر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کو سراسر ناقص پست غیر اعتبار و ناقابل اعتدال گردانا لازم آتا ہے یعنی ان کی کوئی مانتا تھا اور نہ سنتا تھا ان کے کہنے پر عمل کرنے کے نہ تھا تو اس میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واضح کھلی توہین و تحقیر ہے جو عقل مند

دشمن بھی قبول نہیں کر سکتا چہ جائیکہ صاحب ہوش و فرمون۔ جن لوگوں نے ان کو مندر خلافت اور منصب امامت سونپا تھا ان کا مقصد کیا تھا؟ مخالفت کرنا یا اطاعت کرنا اور جن اکابرین سے جنگ لڑی وہ اپنے شوق سے یا آپ کے حکم سے؟

**سوم:-** نیز اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں یا رسول اکرم ﷺ کے دور میں متعہ حرام نہیں کیا گیا تھا تو آپ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل بلکہ ان کے آقا اور مولا کا عمل پیش کر کے اپنا موقف مدلل اور مزہن انداز میں پیش کر سکتے تھے اور ہر کسی کے لیے چون و چرا کی تمام راہیں مسدود کر سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا اقدام نہ کر کے اس کی حرمت اور عدم جواز پر ہم تصدیق لگا دی۔

## اجماع اہل بیت کے دعویٰ کی نفویت

جب یہ حقیقت ذہن نشین ہو چکی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور حکومت میں بھی متعہ کے جواز و اباحت کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ہی اعلانیہ اس طرح کا قول کیا بلکہ تہیہ کیے رکھا اور عام اہل اسلام کے ساتھ موافقت فرمائی تو اہل تشیع کا یہ دعویٰ بھی نفوذ باطل ہو کر رہ گیا کہ متعہ کی اباحت اور جواز پر تمام اہل بیت مجتمع اور متفق ہیں کیونکہ صاحب اقتدار و اختیار ہستی بر ملا حرمت اور عدم جواز کا اعلان کرتی رہی تو دوسرے ائمہ کرام جو مندر اقتدار و اختیار پر فائز نہیں تھے وہ اس کی اباحت اور جواز کا اعلان کس طرح کر سکتے تھے لہذا یقینی امر یہی ہے کہ جو مذہب اہل بیت کرام کا ظاہر اور معروف تھا اور جو ان سے توازن اور توازن کے ساتھ ثابت تھا، وہ صرف اور صرف متعہ کی حرمت اور عدم جواز میں اور اس کے برعکس جو کچھ ہے وہ محض ان دو چار راویوں کی کارستانی ہے جن کو امام جعفر صادق اور دیگر حضرات نے یہود و مجوس اور مشرکین اور اہل تثلیث سے بھی بدتر قرار دیا تھا لہذا ان روایات میں نہ کوئی وزن اور نہ ہی وہ اعتماد و اعتبار کے لائق ہیں

اہل ان کا مقصد وحید اہل اسلام میں فقری انتشار اور عملی گمراہی اور رذالت پیدا کرنا تھا ان کا نادرست طور پر یہود و مجوس کی راہ و روش پر گامزن کرنا تھا جس میں وہ کافی حد تک کامیاب گئے تھے ان اللہ وانا الیہ راجعون

## شہادت اربعہ پر بے جواز تکلیف اور اعتماد

علامہ ذہک صاحب نے فرمایا ”شہادت کا سب سے بڑا اور سچا وعدہ کا ہے اور معتبر شہادت سے ثابت ہو گیا کہ متعہ والی آیت محکم ہے اور منسوخ نہیں ہے اگر نسخ کی اصلیت ہوتی تو کس طرح ان حضرات سے پوشیدہ رہ سکتی تھی؟ (تجلیات صداقت ۲۹۶)

## الجواب بفضل الوہاب

علامہ موصوف بلا وجہ شہادت کے چکر میں پڑ گئے اول تو انہیں معلوم ہونا چاہیے چار حضرات کی شہادت تب بنتی ہے جب براہ راست وہ ذہک صاحب کے پاس بیان دے قطعاً باطل ہے اور اگر کوئی چیز اس طرح کی ثابت ہوئی ہے تو وہ راویوں کی وساطت سے محدثین کی نقل ہے جس سے وثوق اور اعتماد میں کمی آسکتی ہے کیونکہ راوی اور ناقل عادی ہوتے ہیں اور ضعیف بلکہ کاذب بھی اور سبھی محدث بھی ہم پلہ نہیں ہیں لہذا اسلام، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ جیسی ممتاز اور مستند کتب احادیث میں جب سر ﷺ کی طرف سے حرمت کی تصریح موجود ہے تو پھر غیر معتبر اور غیر مستند کتب کی منقوض روایات کیونکر قابل قبول اور مفید مدعا ہو سکتی ہیں اور جواز متعہ کی شہادت کیسے بن اور ان سرآمد روزگار محدثین کے بیان کے بعد دوسرے کسی محدث کا مخالف قول کیا وزن رکھ دوں :- ان حضرات کی طرف منسوب روایات کا وہ معنی و مفہوم ہی نہیں جو ذہک صاحب سمجھا بلکہ اس کی حقیقت اور ان حضرات کا نظریہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے جو علامہ صاحب

موافق نہیں ہے لہذا ان کو آخری کورس قرار دینا تو دور کی بات ہے اس میں ایک کی بھی شہادت نہیں پائی گئی جب ان کے بیانات میں آیت کے متنع کے جواز پر دلالت کا بھی ذکر نہیں ہے تو اس کا محکم ہونا اور غیر منسوخ ہونا کیسے ثابت ہو گیا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیت کا ذکر ہے اور اس کے نسخ کی نفی کا بھی لیکن وہ تو متنع حج کے متعلق ہے نہ کہ متنع نساء کے متعلق لہذا یہ علامہ صاحب کی سراسیمہ زوری اور تحکم ہے اور دیانت و انصاف کا خون ناحق علاوہ ازیں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منع کرنے پر ہم نے متنع ترک کر دیا تو وہ گواہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موافق ہو گیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رد فرمایا اور انہیں حیران سرگرداں شخص قرار دیا تو اگر ایسی شہادت سے دعاوی ثابت ہو سکتے ہیں تو پھر شیعی عدالت میں سے کوئی دعویٰ خارج ہو ہی نہیں سکے گا کیا اسی کو اجتہاد اور تحقیق و تدقیق کہتے ہیں؟

سوم:- اگر چار کا عدد پورا ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی قطعاً اس کی حرمت کا نفاذ نہ کرتے کیونکہ آپ کا مطالبہ بھی یہی تھا کہ اگر چار گواہ اس پر پیش کر دیے جائیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے حرام فرمانے کے بعد پھر حلال فرمایا ہے تو میں اس کی حرمت کو نافذ نہیں کرتا ورنہ آج کے بعد جو شخص شادی شدہ متنع کرے گا میں اس کو سنگسار کر دوں گا ملاحظہ فرمائیے:

(ابن ماجہ ص ۱۴۱)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ما قال لما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان رسول اللہ ﷺ اذن لنا فی المتنع ثلاثاً ثم نهرنا واللہ لا اعلم احدا یتمتع وهو محصن الا رجعتہ بالحرارة الا ان یتبني ربة یشهدون ان رسول اللہ ﷺ احلها بعد اذ حرمها (ابن ماجہ ص ۱۴۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خلافت و امارت بنائے گئے تو آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے ایک بار رسول خدا ﷺ نے ہمیں تین دن کے لئے متنع کی اجازت دی تھی پھر اس کو حرام قرار دیا بخدا میں کسی کے متعلق اگر معلوم کر لوں کہ اس نے متنع کیا ہے اور وہ شادی شدہ بھی ہے اس کو سنگسار کر دوں گا مگر یہ کہ وہ چار گواہ پیش کرے جو کہ اس امر کی گواہی دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو حرام پھر مانے کے بعد پھر اس کو حلال قرار دیا تھا۔

مگر آپ کے اس اعلان کے باوجود چار تو کجا دو گواہ بھی دستیاب نہ ہوئے بلکہ کچھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کردہ حدیث پر آپ کے ساتھ موافقت فرمائی اور تسلیم کیا۔ اور متنع کی حرمت پر اجماع صحابہ متفقہ ہو گیا لہذا اکتاب و سنت کی شہادت اور اس صحابہ کے بعد اس کی حرمت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی اور نہ کسی شہادت سے جواز ثابت کیا جاسکتا ہے۔

## اعتراف جرم کس کا؟

علامہ ڈھکوصاحب نے ”عمر بن خطاب کا اعتراف جرم“ کا عنوان قائم کر کے حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس ناپاک قول کی نسبت کی ہے چنانچہ علامہ ڈھکوصاحب لکھتے ہیں ”حقیقت یہ ہے کہ یہاں مدعی ست اور گواہ چست والا معاملہ ہے انہوں نے اس قدر تاویل و تفسیر کی کہ صرف عمر کی گرتی ہوئی پوزیشن کو سہارا دینے کی ناکام کوشش کے سلسلہ میں کی ہیں روایت سے نسخ کا نظریہ اختیار کیا ہے۔۔۔۔۔ مگر جناب عمرؓ کے کی چوٹ برسرِ منبر یہاں کرتے ہیں (متعنتان کاننا مشروعتین فی عہد رسول اللہ ﷺ وانا انہی ع متعنت الحج و متعنت النکاح) (تقریر کبیر ج ۳ ص ۲۸۹)

دوسرے رسول کے زمانے میں جانتے بچتے مگر میں ان سے ممانعت کرتا ہوں ایک



اور دوسرا متنع نکاح۔

شرح فاضل کوٹھی (ص ۲۸۴ طبع ایران) پر بجائے انہی کے ”وانا حرم متھا“ موجود ہے ﴿کذا فی المحاضرات للراغب﴾ ب (بین ان دونوں کو حرام قرار دیتا ہوں) اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۱۳۷، ۱۳۸ طبع مصر پر اولیات عمر کے ضمن میں تصریح کی ہے کہ اول من حرم المتنعہ عمر پہلا شخص ہے جس نے متنعہ کو حرام قرار دیا۔

لیجئے اب تو یہ حقیقت بالکل واضح اور عیاں ہوگئی کہ جناب عمر نے ہی اپنے دور حکومت میں کسی خاص رمز و مصلحت کے ماتحت (کہ رموز مملکت خویش خسروان دانند) متنعہ کو حرام قرار دیا ورنہ خدا و رسول نے اسے حلال قرار دینے کے بعد اسے ہرگز حرام قرار نہیں دیا ورنہ عمر حرمت یا ممانعت کی نسبت اپنی طرف دینے کی بجائے خدا و رسول کی طرف دیتے۔ اب مسلمانوں کی مرضی ہے کہ وہ خدا و رسول کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کریں یا عمر کا فیصلہ مان کر اسلام کا جو گردن سے اتار دیں

بس اک نگاہ پٹھرا ہے فیصلہ دل کا

﴿ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل

المؤمنين وتوله مانولى ونصله جهنم وساءت مصيرا﴾  
مگر معلوم ہوتا ہے کہ متنعہ کو حرام قرار دینے والے عمر کو خدا اور رسول سے زیادہ مانتے ہیں  
(تجلیات ص ۲۹۷، ۲۹۸)

الجواب السديد ومنه التوفيق:

قبل ازیں آیات کلام مجید اور احادیث رسول ﷺ سے متنعہ کی ممنوعیت واضح ہو چکی اور کتب شیعہ سے بھی ممنوعیت کی روایات حضرت علی المرتضیٰ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اکابر اہل بیت کے حوالہ سے نقل کی جائیں گی اور ابھی ابھی ناظرین کرام نے ابن ماجہ کی روایت میں ملاحظہ فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے متنعہ کی ممنوعیت فرمائی اور ساتھ ہی مطالبہ کیا کہ اس کی ممنوعیت کے بعد کسی کو اس کا حلال ٹھہرایا جانا معلوم ہو تو وہ چار گواہ اس پر پیش کرے لیکن مرکز اسلام بدویہ مدینہ میں ہزاروں صحابہ کرام کی موجودگی میں چار گواہ دستیاب نہ ہو سکے بلکہ ایک نے بھی اٹھ کر کہا کہ میں نے سرور عالم ﷺ سے سنا کہ وہ اس کو حرام ٹھہرانے کے بعد مباح اور جائز قرار دے رہے تھے حتیٰ کہ اسد اللہ الغالب فاتح خیبر علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی شہادت نہ دی بلکہ اپنے دور خلافت میں بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس کا حکم تحریم نقل فرماتے رہے جس سے اجماع صحابہ جمعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واضح ہو گیا اور اس آیت کا مصداق خود وہ صاحب اور دیگر دلدادگان متنعہ قرار پائے جو اس نے نقل کی ہے

﴿ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله مانولى ونصله جهنم وساءت مصيرا﴾

جو شخص بھی راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا اور مؤمنین کی راہ کے علاوہ دوسری راہ پر چلے گا تو وہ جدھر بچرے گا ہم اس کو ادھر ہی پھیر دیں گے اور اسے جہنم واصل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ متنعہ کے شائقین کو خدا اور رسول اور ائمہ کرام سے متنعہ مقدم۔ اس کے خلاف کسی کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور کیوں نہ ہو ﴿حبك الشئني يعمه يعصم﴾ جس چیز کی محبت ہو تو اس کے بارے میں انسان اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے یعنی نہ اس میں عیب دیکھ سکتا ہے اور نہ کسی کی تنقید اور بیان و تقریر اس کے خلاف سن سکتا ہے۔

متنعہ کو حرام کرنے والا کون ہے؟

ایضاً ماجہ شریف کی روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران خطبہ تصریح فرمائی کہ تمہیں دین کے لئے اس کو رسول خدا ﷺ نے مباح فرمایا بعد ازاں اس کو حرام کر دیا اور قبل ازیں بھی حج الباری پہنچنے کے حوالے سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران خطبہ نبی اکرم ﷺ کے منع فرمانے کی تصریح فرمائی مزید مندرجہ ذیل روایات ملاحظہ فرمائیں:

❦ اخرج البيهقي عن عمر رضى الله تعالى عنه انه خطب فقال ما بال رجال ينكحون هذه المتعة وقد نهى رسول الله ﷺ عنها لاوتى باحد نكحها الا رجسته ❦  
(درمنثور ج ٢ ص ١٣١)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو یہ متعہ کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے نفی فرمائی میرے پاس جو شخص بھی ایسا لایا گیا جس نے متعہ کیا ہوگا تو میں اس کو سنگسار کر دوں گا۔

ابن ماجہ، سنن، ابن منذر، درمنثور وغیرہ کے اندر مذکور اس تصریح کے بعد کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرسبز خبر یہ اعلان کیا کہ خود سرور عالم ﷺ نے متعہ کو ممنوع اور حرام ٹھہرایا ہے پھر بھی یہ رت لگاتے جانا کہ متعہ کو صرف اور صرف عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے حرام کیا ہے اور اسے خدا اور رسول ﷺ نے حرام نہیں کیا ذہنائی اور بے حیائی کی انتہاء ہے اس لئے علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا:

﴿ان عمر لم ينه عنها اجتهدا وانما نهى عنها مستندا الى نهى رسول الله ﷺ﴾ وقد وقع التصريح بذلك فيما اخرجه ابن ماجة.... وخرجه ابن

اسرار والبیہقی .... ﴿

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۷)

بیشک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متحہ سے از روئے اجتہاد انہی نہیں فرمائی بلکہ اللہ کی طرف اس انہی اور مومنین کی نسبت کرتے ہوئے اس سے منع فرمایا اور اس نسبت صحابہ، ابن ماجہ، ابن منذر، اور بیہقی کی نقل کردہ روایات میں موجود ہے۔

وقال الطحاوي خطب عمر فنهى عن المتعة ونقل ذلك عن النبي  
 فلم ينكر عليه ذلك منكر وفي هذا دليل على متابعتهم له على ما نهى  
 (فتح الباري ج ٩ ص ١٣٨)

امام طحاوی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطاب فرمایا اور متعہ سے منع  
 اور اس ممنوعیت اور حرمت کو نبی اکرم ﷺ سے نقل فرمایا تو کسی منکر نے اس حکم اور نقل میں اس  
 انکار اور اعتراض نہ کیا لہذا اس امر کی بین دلیل ہے کہ سب نے متعہ کی ممنوعیت میں آپ  
 واقف و متابعت فرمایا لہذا اس کو صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتی رائے قرار دینا قیافہ  
 باطل ہے اور خلاف دیانت و امانت۔

ان روایت کی روشنی میں دھکو صاحب کی منقولہ عبارت کا مفہوم بھی بالکل بے غہ  
 گیا کہ متعہ سید و عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں مباح تھا اور پھر آپ نے ہی اس کو حرام کر دیا یہ  
 اس سے منع کرتا ہوں اور پوری شدت کے ساتھ حتیٰ کہ کسی کو اس کا مرتکب پایا گیا تو سنگین  
 دواں گا چونکہ اس قسم کا اعلان تحریم اور اس کے ارتکاب پر اس طرح کی سنگین سزا کی دھمکی پہلے ہی  
 پائی تھی لہذا ﴿اول من حرم المتعہ﴾ کا معنی بھی واضح ہو گیا اور انا انھی یا انا احرم  
 معنی بھی کہ میں اس نبی اور حرمت کو نافذ کر رہا ہوں اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حرام ٹھہرانے  
 بھرے مجمع میں اعلان کر کے عذر ختم کر دیا لہذا اس سابقہ بااحت کی غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے  
 و نہ لاحقہ تحریم اور منعیت سے کسی کو بے خبر رہنا چاہیے اور دوسرے مقام پر بھی اس امر

وضاحت کی جا چکی ہے کہ نائب اور خلیفہ کی طرف بھی احکام کی نسبت جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (الاعراف ۱۵۷)  
 رسول خدا ﷺ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال ٹھہراتے ہیں اور خبیث چیزوں کو حرام حالانکہ دوسری جگہ فرمایا ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (الانعام ۵۷) کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا السُّوْشُونَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء ۵۹) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول خدا ﷺ اور امراء و حکام کی اطاعت کرو لہذا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولی امرا اور خلیفہ رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے ان کی اطاعت اہل اسلام پر لازم تھی۔

لہذا اپنی طرف بھی نسبت دیتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح رسول خدا ﷺ نے اسے حرام فرمایا اور ان کی اطاعت لازم میں بھی اس کی حرمت کو نافذ کر رہا ہوں لہذا امیر کی اطاعت بھی تم پر لازم ہے تو جس طرح تحلیل و تحریم کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کو حرام نہیں فرمایا اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت کرنے سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اسے رسول معظم ﷺ نے حرام نہیں فرمایا۔

جعبیہ

﴿إِنَّا أَنهَىٰ بِأَنَّا أَحَرَمَ۔۔۔﴾ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملے ہیں اور ﴿لَمْ حَرَمَهَا﴾ اور ﴿قَدْ نَهَىٰ عَنْهَا﴾ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملے ہیں اور جعبی کا مطالعہ بھی دھکو صاحب نے کیا ہوا ہے اور بایں ہمہ یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں (لیجئے اب تو یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جناب عمر نے ہی اپنے دور حکومت میں کسی خاص چیز و مصلحت کے تحت متعہ کو حرام کر دیا تھا۔ (تا) ورنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمت یا ممانعت کی نسبت اپنی طرف

لے بجائے خدا اور رسول کی طرف دیتے) تو اس سے بڑھ کر اندھیر مگر کیا ہو سکتی ہے اور امانت کی دنیا میں ایسے دعاوی کا کیا وزن اور اعتبار ہو سکتا ہے؟ اور اس تفرقہ اور تفسیم کا کہہ سکتا ہے کہ ایک ہی شخص کا ایک قول معتبر اور حجت و سند ہو اور اسی کا دوسرا قول ناقابل اعتبار و اعتبار وہ حقیقت تو قطعاً واضح نہ ہوئی جو دھکو صاحب واضح کرنا چاہتے تھے البتہ اس وقت ضرور واضح ہو گئی کہ علامہ موصوف سخت بددیانت اور انتہائی خیانت پیشہ ہیں۔

## حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعلان

### اور صحابہ کرام کی تصدیق و تائید

جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ برسر منبر یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ متعہ حرام ہے اور رسول اکرم ﷺ نے حرام فرمایا ہے اور میں بھی اس کی حرمت کا اعلان کر رہا ہوں اور اس کے بعد کسی کے لیے لاعلمی اور بے خبری کا عذر قابل قبول نہیں ہوگا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اگر اس کو ائمہ نہیں سمجھتے تھے تھے اور رسول خدا ﷺ کی طرف تحریم منع اور نبی کی نسبت کو غلط سمجھتے تھے تو ان پر فرض تھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حقیقت حال واضح کرتے اور ان پر ان کی لاعلمی عیاں کرتے اور ان کے اس الزام کو دین میں مداخلت سمجھتے ہوئے مسترد کرتے کیونکہ اس امت کی شان ہی یہی ہے ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران ۱۱۰) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیغام لائی گئی ہو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو لیکن اس خبر اہم کا سر یا خبر اور بھلائی کا دو ٹوٹی قرن اول اور ماہجرین و انصار اور اصحاب نبی ﷺ اس اعلان کو سن کر خاموش ہیں بلکہ سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اور پہلے مندفوعی کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی اس فعل کا مرتکب ہو بھی جاتا تھا تو اب قطعی طور پر اس سے الگ ہو چکا ہے جیسے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے



اندریں حالات ڈھکوصاحب ہی بتلائیں کہ مہاجرین اور انصار نے جناب عمر کا حکم مان کر کہا  
کا جو اگر دن سے اتار بیچیکا تھا یا وہ کامل مومن رہے اور واجب التخلید خود اس کی ذکر کردہ آ  
بتلارہی ہے کہ مومنین کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ چلے والا جنہم کی راہ پر گامزن ہے اور مومنین اور  
کی اجماعی راہ تو متعہ سے احتراز و اجتناب اور اس کو حرام اور ممنوع سمجھنا ہے لہذا متعہ  
دلدادگان نے اسلام کا جو اگر دن سے اتار بیچیکا ہے نہ کہ اس کی حرمت کے قائلین نے وہ  
خیر الامت کے خیر القرون کے نقش قدم پر چل رہے ﴿والحمد لله على ذلك﴾ علامہ  
صاحب نے تفسیر کبیر کے حوالے سے جو عبارت ذکر کی اس کے ساتھ ہی صاحب تفسیر کبیر  
بصیرت افروز اور رافضیت سوز استدلال متعہ کی حرمت پر موجود ہے ذرا سنیں اور صحابہ کرام  
راستہ معلوم کریں:

رازی علیہ الرحمہ نے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان ہے کہ دو متعے زمانہ  
رسول اللہ ﷺ میں تھے میں ان سے منع کر رہا ہوں اور اس کے مرتکب کو سزا دوں گا۔

﴿متعتان کانتا علی عهد رسول اللہ ﷺ انا انہی عنہما و اعاقب  
علیہما﴾ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰) متعہ کے حرام ہونے کی بین دلیل ہے کیوں کہ صحابہ کرام  
علیہم الرضوان پہلے ہی سے متعہ کی حرمت کو جانتے تھے لہذا خاموش رہے یا متعہ کو تو حلال سمجھتے  
تھے لیکن دین کے معاملے میں بدادہنت اور بے پروائی سے کام لیتے ہوئے خاموش رہے اور یا  
قبل ازیں متعہ کی اباحت یا حرمت کا انہیں علم ہی نہیں تھا تیسری صورت کے متعلق فرمایا  
فہذا ایضا باطل لان المتعۃ بتقدیر کونہا مباحۃ تکون کالنکاح و احتیاج الناس  
الی معرفۃ الحال فی کل واحد منہما عام فی حق کل

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰)

یعنی متعہ کے متعلق ان کی لاعلمی کا دعویٰ قطعاً باطل ہے کیوں کہ مباح ہونے کی صورت

نکاح کی مانند ہوتا ہے اور لوگوں کی محتاجی نکاح اور متعہ کے بارے میں حصول معرفت کی  
کیساں اور سب کو شال ہے اور اس قسم کے معاملات کا مخفی رہنا ممنوع ہے بلکہ یہ امر واجب  
ہے کہ اس کی اباحت کا علم سبھی کو ہوتا بلکہ جس طرح سب کو معلوم تھا کہ نکاح مباح ہے اور  
نہیں اس طرح یہ بھی معلوم ہونا ضروری کہ متعہ بھی مباح ہے اور ممنوع نہیں ہے دوسری  
ت کے متعلق فرمایا ﴿والشانی یوجب تکفیر عمر و تکفیر الصحابہ لکن من علم  
لنسی علیہ السلام حکم باباحۃ المتعۃ ثم قال انها محرمة محظورة من غیر نسخ  
لہو کافر باللہ ومن صدقہ علیہ مع علمہ یكونہ مخطئا کافرا کان کافرا  
وہذا یقتضی تکفیر الامۃ و هو علی صدقہ لہ تعالیٰ "کنتم خیر امۃ"﴾

(ج ۱۰ ص ۵۰)

دوسری صورت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر لازم آتی ہے اور تمام صحابہ کرام  
لیکھ بھی کیونکہ جس کو معلوم ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے متعہ کی اباحت اور جواز کا حکم دیا ہے پھر کہے  
یہ امر حرام اور ممنوع ہے بغیر اس کے کہ وہ ممنوع ہوا ہو یا شخص کافر ہو جائے گا اور جس اس کی  
کاری اور کفر معلوم ہو اور باوجود اس کے اس کی تصدیق و تائید کر دے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا  
طرح امت مصطفیٰ ﷺ کا کافر ہونا لازم آئے گا حالانکہ یہ لازم باطل ہے کیونکہ فرمان باری  
﴿کنتم خیر امۃ﴾ کے سراسر خلاف ہے جب امت کی خیریت و افضلیت اور شان امر  
رف اور نبی عن امکر منصوص من اللہ ہے تو جس کی تائید و تصدیق وہ کریں گے لا محالہ وہ بھی  
اور بے راہ روی سے محفوظ ہوگا۔

﴿ولما بطل ہذان القسمان ثبت ان الصحابة انما سکتوا عن الانکار  
عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لانہم کانوا عالمین بان المتعۃ صارت منسوخۃ  
اسلام﴾ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰)

جب وہ دونوں شقیں باطل ہو گئیں تو ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صرف اس لئے انکار نہ کیا کہ وہ اس حقیقت سے باخوبی واقف تھے کہ متعہ اسلام میں منسوخ ہو چکا ہے۔

اس بیان صداقت نشان سے واضح ہو گیا کہ متعہ کی منسوخی کا اثر اور اعتراف حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرتی پوزیشن کو سہارا دینے کی کوشش کے لئے نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام مہاجرین و انصار کی پوزیشن بچانے کے لئے ہے اور علی الخصوص حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرتی ہوئی پوزیشن بچانے کے لئے ہے جو ﴿الحق مع علی و علی مع الحق﴾ کی شان رکھنے والے ہیں کہ ان کا باطل اور کفر کے ساتھ اتفاق و اتحاد لازم نہ آئے اور تمام حاضرین اور سامعین کا ایک عمر بن الخطاب سے ڈر کر خدا جل جلالہ و مصطفیٰ ﷺ کے سے بے پرواہی اور مدد انت کا مرتکب ہونا لازم نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی اور قرآن کی پوزیشن مجروح نہ ہو اور اس کا جھوٹ اور کذب لازم نہ آئے۔

﴿تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)  
مگر ڈھکوسا صاحب کی بلا سے جس جس مقدس جتنی پرزد پڑتی ہے پڑے صرف متعہ گنجائش نکل آئے۔ العیاذ باللہ۔ اس لئے انھوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے خلافت میں بھی صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ڈر سے اور خوف سے ازراہ تقیہ متعہ کو نہ قرار دیتے دکھایا ہے۔ ﴿لا حول ولا قوة الا باللہ﴾

## قول فیصل

شیعی اصول اور قواعد و ضوابط کے مطابق ہر مختلف فیہ مسئلہ میں ائمہ اہل بیت قول، قول فیصل اور حکم کی حیثیت رکھتا ہے تو ہم انہی کے اقوال سے ہی اس مسئلہ کا حل پیش

﴿قال الخطابی تحريم المتعة كالا جماع لاعتن بعض الشيعة ولا يصح على قاعدتهم في الرجوع في المختلعات الى علي واهل بيته فقد صح من على انها نسخت ونقل البيهقي عن جعفر بن محمد انه سئل عن المتعة اهل هي الزنا بعينه﴾ (فتح الباری ۹ ص ۱۳۸)

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ متعہ کی حرمت اجماع مسئلہ ہے صرف بعض شیعہ اس میں طائف ہیں اور ان کے قاعدہ اور ضابطہ کی رو سے اس کی مخالفت کی کوئی وجہ جو انہیں کہ مختلف فیہ اور میں حضرت علی اور ان کے اہل بیت علیہم الرضوان کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔ کیونکہ صحیح آیات سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے منسوخ ہونے کا اعلان فرمایا اور بیعتی نے امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ ان سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ بعینہ زنا ہے۔ اور شیعی کتب سے بھی اس کی ممنوعیت حضرت علی اور حضرت امام جعفر صادق کی زبانی نقل کی جائے گی۔ لہذا ڈھکوسا صاحب کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اعتراف اور کم کی نسبت کرنا دراصل تمام مہاجرین و انصار اور ائمہ اہل بیت کی مجرم ماننے کے مترادف ہے

﴿نعوذ بالله من ذلك﴾

## کیا متعہ کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے؟

محمد حسین ڈھکوسا صاحب نے جوش متعہ میں حقائق سے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا: صحابہ کرام کے اقوال کریمہ سے روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہوتا ہے کہ خدا اور رسول نے متعہ کو حلال کرنے کے بعد ہرگز ہرگز حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے۔ (تجلیات ص ۲۹۲)

صحابہ کرام مہاجرین و انصار اور ائمہ اہل بیت کا اجماع و اتفاق ملاحظہ کر لینے کے بعد ولد ادگان متعہ کے یہ ناپاک کلمات صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب پاک میں گالی اور بکواس نہیں بلکہ ان تمام مقدس ہستیوں کو منافی قرار دینے کے مترادف ہے اور یہ طرز اور شیوہ منافقین کا ہی ہے کہ جب انہیں کہا جاتا ہے ﴿لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾ (البقرہ ۱۱)

زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ﴿إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ﴾ ہم تو اصلاح کے درپے ہیں۔ مسلمان فساد ہی ہیں اور جب کہا جاتا ہے ﴿آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ﴾ اس طرح ایمان لاؤ جیسے کہ کامل انسان ایمان لائے تو وہ کہتے ﴿أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ﴾ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جیسے سفیہ اور بے وقوف لوگ ایمان لائے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے منافقین کے دعوں و دعویٰ کو رد کر فرمایا ﴿أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ﴾۔ اَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿

فسادی یہی منافق ہیں نہ مسلمان لیکن انہیں شعور نہیں اور ان کے حواس معطل ہیں اور یہی سفیہ اور بے وقوف ہیں لیکن ان میں علم و دانش نہیں ہے۔

جس طرح ان منافقین کے مرض قلب کی وجہ سے ان کی سمجھ ابھی ہو گئی تھی اس طرح آج کے منافقین کی سمجھ بھی ابھی ہو گئی ہے۔ خدا و مصطفیٰ کی تحریم اور منع نہ مہاجرین کے بعد اور اجماع صحابہ و اہل بیت کے بعد اس کو دوبارہ مباح ٹھہرانے اور اہل اسلام کو خدا و مصطفیٰ کا باغی بنانے کی کوشش اور اہل ایمان کی متفق علیہ راہ سے لوگوں کو ہٹانے کی ناپاک سعی منافقین کی بدترین سازش ہے ورنہ تحریم کے بعد اباحت کے ثبوت کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھرے مجمع میں مطالبہ کیا کہ چار آدمی اٹھ کر اس کی گواہی دیں کہ سید عالم نے اس کو حرام کرنے کے بعد حلال ٹھہرایا ہو مگر ایک شخص نے بھی اٹھ کر ایسی شہادت نہ دی۔

علاوہ ازیں جن احادیث میں پہلے پہل اباحت اور رخصت کا ذکر ہے ان میں وقت کی

اللہ کے ساتھ ہی مذکور ہے اور بعد ازاں حرام کے جانے کی۔ اس لئے علامہ قرطبی نے فرمایا

﴿الرَّوَايَاتُ كُلُّهَا مُتَّفَقَةٌ عَلَى أَنَّ زَمَانَ ابْحَاةِ الْمُتَعَةِ لَمْ يَطْلُ وَانْهَ حَرَمُ

اصح السلف والخلف على تحريمها الا من لا يلتفت اليه من الروافض

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۸)

تمام روایات اس حقیقت پر متفق اور متوافق ہیں کہ اباحت متعہ کا زمانہ طویل نہیں تھا

ابن ابی شیبہ نے بھی اس کی حرمت کا اعلان فرمایا اور تمام سلف و خلف کا اس کی حرمت پر اتفاق

ہے ماسوائے روافض کے جن کا قول ناقابل التفات ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جب اس

فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا اور یہود و نصاریٰ کی عورتیں اور بچیاں قیدی بن کر بطور ملک

غنائم اسلام کے استعمال میں آگئیں جن کے لئے مذکاح کی ضرورت نہ چار چار کی پابندی

حق میں اور نہ گواہ اور تشہیر وغیرہ کا تو انہوں نے اہل اسلام سے بدلہ لینے کے لئے ان کی بچہ

بہنوں میں اس قباحت کو عام کر دینے کی ناپاک کوشش کی اور ہزار ہزار کے ساتھ متعہ کو

ٹھہرا دیا اور گواہوں وغیرہ کی پابندی بھی ختم کر دیں اور چونکہ ان کا واسطہ وقت تک چل

سکتا تھا جب تک کوئی آؤ نہ ہوتی تو بقانون لکھل ضالۃ علة اس گواہی کی علت کے طور پر

منسوخ شرعی حکم کا سہارا لیا گیا جو مخصوص حالات میں محدود وقت کے لئے تھا اور پھر ہمیشہ کے

اس کو حرام کر دیا گیا۔ لہذا علامہ ڈھکو صاحب کو اہل ایمان کے آئینہ ہائے صافیہ میں اپنی منہ

صورت نظر آنی گرجی تھی اس طرح اپنی صورت کو قبیح سمجھنے کی بجائے شہس کی قباحت معلوم ہوئی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی گستاخی

علامہ ڈھکو صاحب نے ابن عباس و ابن زبیر کا عجیب مکالمہ کا عنوان قائم کر

حضرت عبداللہ بن زبیر کی دوران امارت حضرت عبداللہ بن عباس پر تنقید و تبصرہ کو نقل کر



ہوئے کہا۔

ایک مرتبہ ابن زبیر نے ابن عباس پر طعن کرتے ہوئے کہا بعض وہ لوگ جو بصارت کی طرح بصیرت کے بھی اندھے ہیں وہ کہتے ہیں متعہ جائز ہے۔

عبداللہ بن عباس جو نابینا ہو چکے تھے جب ان کے کانوں میں بھنگ پڑی تو چونکہ کر کہا اپنی والدہ سے جا کر پوچھو کہ ان کے اور تہارے والد (زبیر) کے درمیان جو آتش محبت تھی وہ کس طرح لگی؟ اور پہلی رات کس طرح خوشبو لگا کی گئی۔

(عقد فرید ابن عبداللہ اندلسی ج ۳ ص ۱۱۳ طبع مصر)

محاضرات راغب اصفہانی میں اس قدر اضافہ ہے کہ جب ان زبیر نے گھر جا کر والدہ سے حقیقت حال پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ تم متعہ سے پیدا ہوئے ہو مگر وہ مٹ گئی نہ رہے کہ عبداللہ بن زبیر کی والدہ اسہاء بن جواہر صاحبہ کی بڑی صاحبزادی اور ام المومنین عائشہ صاحبہ کی بڑی شہینہ ہیں۔

(تخلیات صداقت ص ۲۹۵)

لجواب ومنه توفيق الصواب

علامہ ڈھکو صاحب کا اس حوالے کو یہاں درج کرنے کا مقصد سوائے بغض باطنی اور مداوت قلبی کے اظہار کے اور کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدد ہجرت کے فوراً بعد ہو گیا تھا یا زیادہ سے زیادہ بیس ماہ بعد۔ اور متعہ کی حرمت کا حکم خیر یعنی سات ہجری میں یا عند التفتیح مکہ آٹھ ہجری کے موقع پر سرور عالم ﷺ نے دیا تو اندریں سورت بالفرض حقیقت حال وہی ہو تو بھی اس کے یہاں پیش کرنے سے متعہ کا جواز جس میں دل اسلام اور شیعہ کا نزاع ہے وہ کیسے ثابت ہو گیا اور اس سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب و حسب پر کیا طعن لازم آیا جب کہ یہ عقد اس وقت حرام ہی نہیں تھا۔ علاوہ ازیں قدر نکاح کے بعد خاوند بوی میں جو محبت پیدا ہوتی ہے یا شب زفاف جو خوشبو وغیرہ لگا کی جاتی

کیا وہ ناجائز ہے اور غیر اخلاقی فعل ہے؟ جب علامہ ڈھکو کے والد صاحب نے ان کی امی متعہ یا نکاح کیا تھا تو دشمنی پیدا ہو گئی تھی یا بد پوچھیلانے کا انتظام کیا گیا تھا اور بھگیوں کو انسانی ملامت اس کمرے میں جمع کرنے کا آرڈر دیا گیا تھا اگر کسی میں اسلام و ایمان کی رُمق بھی ہو تو اسے یہ نسبت دیکھ کر حضرت اسماءؓ کی بہن ہیں اور کسی ہستی کی سالی ہیں ایسے تذکروں سے شرم آتی چاہیے کیوں کہ یہ اہل ایمان کی ماں کی بہن گویا خالہ کا معاملہ ہے اور سرور عالم کی بھی بہن کا معاملہ ہے کیونکہ سالیوں کو بہنوں کا درجہ حاصل ہے مگر جہاں نہ ایمان نہ ہو اور نہ شرم و حیاء کا نام اٹھان ہو وہاں اس قسم کے اخلاقی تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کی توقع بھی بعث ہے۔ شیعہ مذہب میں اصل الاصول ہی یہی ہے کہ جو ہستی رسول اکرم ﷺ کے جتنی قریب ہے اور جس قدر عنایت اور اوازش محبوب خدا ﷺ کی اس پر ہے اسی قدر اس کو زیادہ مطعون کیا جائے اور سب و شتم گالی گلوچ اور طعن و تنقید کا نشانہ بنایا جائے اور ضرور ہونا بھی اس طرح چاہیے کیونکہ یہ مذہب یہودیت کا اور نبوت کا ملغوبہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا۔

﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا﴾

(المائدہ ۸۲)

کہ تم ضرور بالضرور یہود اور مشرکین کو اہل ایمان کے ساتھ شدید ترین عداوت رکھنے والے پاؤ گے اگر یہ عذران میں نہ ہو تو ان کا نسب بھی مشکوک ہو جائے اس لئے اپنے صحیح النسل ہونے کے ثبوت کے طور پر انہیں ایسی حرکات کرنی پڑتی ہیں۔ اس لئے ڈھکو صاحب نے حضرت ابو بکر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت اسماءؓ کی رشتہ داری بیان کرنی ضروری سمجھی رہا حضرت ابن عباسؓ کا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا معاملہ تو وہ قریبی رشتہ دار بھی ہیں اور شرف صحابیت سے بہرہ ور اور تقریباً ہم عمر۔ لہذا ان کا باہمی معاملہ دو بھائیوں کا معاملہ ہے جس میں ہمارے دخل دینے کا کوئی جواز نہیں۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا باہم

دست و گریبان ہونا اور چھوٹے بھائی کا بڑے بھائی کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر گھنٹی نثار آن میں مذکور ہے۔ مگر ہمارے لئے کف لسان اور سکوت کے بغیر چارہ نہیں ہے اور یہی حکم صحابہ کرام کے باہمی نزاع و جدال اور تلخ کلامی میں ہے۔ لہذا اس کو اچھانا اور ہوا دینا قطعاً ناجایا بلکہ ناجائز ہے۔

۲۔ علامہ ڈھکو صاحب اگر روایات کے انکار پر آتے ہیں تو اپنی صحاح اربعہ اور علی الخصوص حضرت مہدی کی مصدقہ کتاب کافی کلینی کی روایات کی صحت کا انکار کر دیتے ہیں اور ایک ہی مضمون یعنی تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی دو ہزار سے زیادہ مستفیض و متواتر روایات کا اور جب استدلال کرنے پر آتے ہیں تو غیر متداول اور رطب و یابس پر مشتمل تاریخی اور ادبی غیر مستند کتابوں کو قرآن کا درجہ دے لیتے ہیں خواہ وہ روایات صحاح ستہ کے مخالف ہوں بلکہ قرآن کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں اگر علامہ موصوف یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ روایات کے صحیح اور ضعیف، موضوع اور اختراعی ہونے کا فیصلہ دے سکیں حتیٰ کہ اپنی صحاح اربعہ کے خلاف بھی تو انہیں ایسی ہستیوں کے متعلق اس قسم کی بے سرو پا روایات کا سہارا لے کر اہل سنت کو الزام دینے کے بہانے ان مقدس اور بزرگ ہستیوں پر طعن زنی اور تنقید و اعتراض سے بھی گریز کرنا لازم ہے۔

اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات بلکہ شہادت تک حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ان کی زوجیت میں رہیں اور آپ کے لطف سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ صاحبزادے متولد ہوئے۔ حضرت عبد اللہ، عاصم، عروہ، منذر اور مصعب رضی اللہ عنہم۔ اور حضرت اسماء کی سکونت حضرت زبیر کے گھر رہی اور جملہ اخراجات بھی انہی کے ذمہ رہے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی شخص سے آپ کا عقد نکاح قطعاً ثابت نہیں تو اس صورت میں آپ کے حق میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ متعہ کا دعویٰ قطعاً بے بنیاد ہے اور سر خلاف حقیقت شیبی مورخ صاحب ناخ التواريخ نے میدان جنگ میں حضرت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باہمی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ جب اس ملاقات کا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم ہوا تو انہوں نے کہا۔ وازیراہ بیچارہ خواہم اسماء بیوہ گشت گفتہ بھیناک مباحث کہ علی را سلاح جنگ اور نیست ہمانا با او مخنے خواہد گفت (ناخ کتاب الجمل ج ۱ سوم کتاب دوم ص ۵۵) افسوس ہمارے زبیر پر میری بہن اسماء بیوہ ہو گئی لوگوں نے کہا خوفزدہ ہونے ضرورت نہیں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سلاح جنگ نہیں ہیں۔ صرف اتنی بات ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گفتگو کریں گے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ حضرت صدیق کو یہ خطرہ لاحق ہوا تھا کہ کہیں جنگ کے لئے جمع ہوئے ہیں تو حضرت زبیر کے مقتول ہونے کی صورت میں میری بہن اسماء بیوہ ہو جائے گی اگر وہ مقتول نہ ہوئے تو پھر وہ بیوہ نہیں ہوں گی۔ اسی شیبی مورخ نے ہجرت کے سال او کے واقع میں حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا اپنی والدہ ام رومان اور ہمیشہ گان حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ منورہ حاضر ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا و اسماء ذات النطاقین بعبد اللہ بن الزبیر حامل بود۔

(ناخ جلد اول کتاب دوم ص ۳۶)

اس دوران حضرت اسماء ذات النطاقین حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاملہ تھیں اور رکھا۔ ہم دریں سال عبد اللہ بن زبیر متولد شد و مسلمانان از ولادت شاد شدند۔

یعنی ہجرت کے پہلے سال ہی حضرت عبد اللہ بن زبیر متولد ہوئے اور ان کی ولادت سے اہل اسلام بہت خوش ہوئے کیونکہ یہود نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے مہاجرین پر جادو کر ہے لہذا ان کی نسل منقطع ہو جائے گی۔ مگر ان کی ولادت نے ان کے دعویٰ کو باطل کر دیا۔ لہذا

اہل اسلام کو ان کی ولادت کی بہت خوش ہوئی۔ الغرض یہ صورت حال حضرت اسماء اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح دوام کی واضح دلیل ہے اور اس کا خلاف سراسر وہم و مغالطہ ہے اور گمان فاسد۔

علامہ ڈھکوصاحب نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی اور بد ادبی کرنے کے لئے عقد کا سہارا لیا ہے۔ حالانکہ وہ کتاب محض ادب عربی سے تعلق رکھتی ہے اور اس میں درج واقعات و حکایات یا روایات کی صحت وغیرہ کا اس نے قطعاً التزام و اہتمام ہی نہیں کیا نہ اس میں اسناد وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ راویوں کا حال معلوم کر کے اس روایت کی حیثیت متعین کی جاسکے۔

علاوہ ازیں وہ سنی مصنف ہی نہیں بلکہ شیعہ نظریات کا حامل ہے جیسے کہ عقد فرید کے مقدمہ میں جناب احمد امین نے ذکر کیا ہے۔

﴿وهو اميل الى التشيع في اعتدال فيقص ما يعلی شان الطالبين في رفق ولا يتخرج من ذكر ما ليس من مذهبه﴾ (مقدمہ ص ۹)

ابن عبد ربّہ تشیع کی طرف زیادہ مائل ہے باوجود معتدل ہونے کے اور نرم انداز میں وہی کچھ بیان کرتا ہے جو طالبیوں (جناب ابوطالب سے نسبت قرابت رکھنے والوں) کی شان کو بلند و برتر کرنے کا موجب ہو اور جو کچھ اس کے مذہب اعتدال کے مطابق بھی نہیں ہوتا اس کے ذکر میں حرج محسوس نہیں کرتا۔

مزید برآں یہ کہ وہ یادہ گوئی اور بے ہودگی سے بھی پہلو تہی نہیں کرتا اور مذہب و اعتقاد سے قطع نظر شریفانہ انداز بیان بھی اختیار نہیں کرتا۔ ﴿وان كان ذوقه ينبو احيانا فيروى من الهجر ما لا يليق﴾ (مقدمہ عقد فرید از احمد امین ص ۹)

اگرچہ اس کا ذوق کبھی کبھارا استقامت سے دور ہو جاتا ہے اور وہ ہذیان اور بیہودگی

اکل غیر متناسب اور ناموزوں امور کو روایت کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں اس کے متعلق تصریح موجود ہے لیکن اس کے باوجود ابن عبد ربّہ پر تشیع کا غلبہ تھا۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص ۹۵۵ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی)

ایسے مصنف کے حوالے دے کر علامہ ڈھکوصاحب جس تحقیق و تدقیق کا حق ادا ہے ہیں وہ بھی واضح ہو گئی اور یہ حقیقت بھی طشت از بام ہو گئی کہ دھوکہ دہی کے فن میں بھی ہاتھ ہیں اور اپنے مذہب کے غیر معروف شیعہ قسم کے مصنفین کو سنی ظاہر کر کے عوام کو دام فر میں مبتلا کرنے کی مذموم کوشش سے بھی باز نہیں رہتے۔

**سوال:** خود حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعہ کا اقرار منقول ہے جیسے کہ قاضی ثناء اللہ ہتی نے تفسیر منطہری میں ذکر کیا ہے کہ نسائی اور محمدادی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے منہا نے کہا۔

﴿فعلنا ها على عهد رسول الله﴾ ہم نے زمانہ رسول ﷺ میں متعہ کیا۔ (منطہری ج ۲ ص ۷۲)

**جواب اول:** جمع کا صیغہ استعمال کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود متکلم بھی اس میں دہو بلکہ بالعموم متکلم کلام سے خارج ہوتا ہے۔ ﴿کم هو المقدر في موضعه﴾

علاوہ ازیں جمع کا صیغہ بعض کے فعل پر بھی سچا آتا ہے اور اس میں کلام نہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے بعض نے ابتداء میں دو روز سفروں پر ہوتے ہوئے سرور عالم ﷺ کی اجازت سے محدود وقت کے لئے متعہ کیا پھر اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ لہذا ان بعض کا فعل بطور متکلم کے صیغہ سے تعبیر کر دیا گیا جس طرح جائیداد کے لالچ میں قتل کئے جانے والے اسرائیل کے فرد کے قتل کی نسبت تمام بنی اسرائیل کی طرف کر دی گئی۔

﴿قال تعالى: وَادَّ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّاءُ ثُمَّ فِتْنَاهَا﴾ (البقرہ ۷۲)



حالانکہ اس کو صرف چچا زاد بھائیوں نے قتل کیا تھا۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان منقول ہے ﴿انما انا و انتم عبيد مملوكون لا رب غيرہ يملك منا مالا نملك من انفسنا و اخر جنا مما كنا فيه الى مصلحتنا عليه فابدلنا بعد الضلالة بالهدى واعطانا البصيرة بعد العمى﴾

(جلد ۱ ص ۵۳۹ مصری)

میں اور تم صرف اور صرف غلام ملوک ہیں اس رب کے جس کے علاوہ کوئی رب نہیں جو ہمارے نفوس کا اس قدر مالک ہے کہ ہم ان پر اس قدر ملکیت نہیں رکھتے اور اس نے ہمیں اس حالت سے جس میں تھے نکالا اس حالت کی طرف جس پر ہم درست اور راست قدم ہیں پس ہمیں گمراہی اور ضلالت کے بدلے ہدایت عطا فرمائی اور بے خبری اور بے بصیرتی کے بعد دانائی اور بصیرت عطا فرمائی۔

حالانکہ اہل سنت اور شیعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضلالت اور بے راہروی کا مرتکب قطعاً نہیں مانتے لہذا کتاب اللہ اور فرمان مرتضوی سے واضح ہو گیا کہ خود شکم کا عوم کام میں داخل ہونا اور صیغہ جمع کی وجہ سے ہر فرد کا اس فعل میں حقیقتاً شریک ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ لہذا محض ان الفاظ سے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس فعل کا مرتکب ثابت کرنا حکم اور سید زوری ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر صحابہ کرام

علیہم الرضوان کے متعلق شیعہ نظریہ

۱۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال سمعته يقول قال امیر المؤمنین علیہ السلام اللهم العن ابني فلاں (عبد الله وعبيد الله ابني عباس) واعم ابصارهما كما اعصيت قلوبهما الا جليں في رقبته واجعل عمی ابصارهما دليلا على عمی

(رجال کشی ص ۵۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں المؤمنین نے حضرت عباس کے ان دو بیٹوں عبد اللہ اور عبید اللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے متعلق یہ بددعا کی کہ اے اللہ ان دونوں پر لعنت بھیج اور ان کی آنکھوں کو بھی اندھا کر کہ ان کے دلوں کو اندھا کر دیا ہے۔ اور ان کی آنکھوں کا اندھا ہونا ان کے دلوں کے اندھا کرنے کی دلیل بنا دے۔

امام زین العابدین سے ان کے متعلق یہ الفاظ ایک علمی مباحثہ میں نقل کئے گئے ہیں۔

(رجال کشی ص ۵۳)

الحد طمع الخائف في غير مطمع

اس خیانت پیشہ نے ایسی جگہ کامیابی اور غلبہ کی حرص کی ہے جو اس کے طمع و حرص کا حامل نہیں یعنی ہم پر علمی مباحثہ میں غالب نہیں آ سکتا۔

۲۔ عمارت سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حضرت) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بصرہ پر عامل بنایا ﴿تحمل كل مال في بيت المال بالبصرة لحق بمكة وتوكل عليا عليه السلام و كان مبلغه الف الف درهم﴾

(ص ۵۷)

انہوں نے بصرہ کے بیت المال میں جتنا مال تھا اس کو ازراہ خیانت جمع کر کے کہ پہنچا اور حضرت علی علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ کر کہ میں جا بیٹھے اور اس مال کی قیمت میں لاکھ درہم تھی آپ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور رور کو فرمایا۔

﴿هذا ابن عم رسول الله ﷺ في علمه وقدره يفعل مثل هذا فكيف يؤمن من كان دونه اللهم اني قد مللتهم فارحنى منهم واقبضني اليك غير عاجز ولا ملول﴾

یہ رسول اللہ ﷺ کا بیچا زاد بھائی ہے اور باوجود اس عظیم علم اور بلند مرتبہ کے اس قسم افعال کا مرتکب ہے تو دوسروں پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے۔ اے اللہ میں ان سے سخت ملال میں ہوں لہذا مجھے ان سے راحت بخش اور اپنی طرف بلائے درآئیں تاکہ میں بجز اور ملال سے محفوظ رہوں اسی ضمن میں طویل خط و کتابت طرفین سے ذکر کرنے کے بعد آخر میں عبداللہ بن عباس کا یہ جواب درج کیا ہے کہ میں (بطور خیانت وغیرہ) روئے زمین کے تمام زرو مال کو کھرا کر اللہ تعالیٰ کی جانب پیش ہوں تو وہ اس سے بہتر ہے کہ ﴿الْقَسَىٰ إِلَهُ يَدْمُ جَلِ مُسْلِمٍ﴾ کہ میں کسی مسلمان کا خون ناحق بہا کر اس کی جانب میں پیش ہوں گویا کہ یہ ایک تعریض حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کہ تم نے خون مسلم ناحق بہایا ہے اگر تم نے اس کا جواب دے دیا تو میں بھی اس مال کا جواب دے لوں گا۔

شیعی عالم امام قاضی نے نقل کیا ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور امارت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر دوران خطاب یہ تنقید کی کہ یہ شخص ہے جس نے لاکھوں درہم بھرے کے بیت المال سے پھسلائے جب کہ وہاں پر لوگ گھٹیاں کھا کر گزر بسر پر مجبور تھے تو حضرت عبداللہ بن عباس نے ان کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

﴿إِنَّمَا حَمَلِيَ الْمَالُ فَانَهُ كَانَ مَالًا جَبِينًا وَاعْطَيْنَا كُلَّ ذِي حَقِّ حَقَّهُ وَوَبَقِيتُ بَقِيَّتَهُ هِيَ دُونَ حَقِّنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ فَاحْذَرْنَا بِحَقِّنَا﴾

(فتح المقال ج ۲، ص ۱۹۵)

لیکن میرا مال کو اٹھانا تو وہ ایسا مال تھا جسے ہم نے جمع کیا تھا اور ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا اور کچھ بچ گیا جو کہ اس سے بھی کم تھا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی رو سے بننا تھا لہذا ہم نے اپنا حق وصول کیا۔

امام قاضی صاحب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد عمل، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی

حالی عنہ کے اعتراض و انکار پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

﴿وَعَايَا مَا يَمْكُنُ أَنْ يُوْجِبَ بِهِ أَنَّهُ كَانَ مَغْرُورًا وَعِلْمُهُ فَاجْتِهَادٌ بِاسْتِحْقَاقِهِ لَمْ يَكُنْ دُونَ حَقِّهِ وَإِنْ أَخْطَا فِي اجْتِهَادِهِ لَكُنْهُ فِي قِبَالِ النَّصِّ وَقَدْ كَانَ عَلَيْهِ إِخْطَاءٌ أَوْلَا أَنْ يَتَوَبَّعَ الْمَالُ وَلَمْ يَتَحَقَّقْ مِنْهُ ذَلِكَ وَبِالْجُمْلَةِ فَتَامِيرُ الْمَوْمِنِينَ إِيَّاهُ عَلَى الْبَصَرَةِ يَثْبِتُ عَدَالَتَهُ وَخِيَانَتَهُ لِبَيْتِ الْمَالِ يَزِيلُهَا﴾ (جلد ۲ ص ۱۹۵)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل کی توجیہ جس حد تک ممکن ہے وہ یہ ہے کہ انہیں اپنے علم پر غرور و ناتھا اور اسی مغروری میں انہوں نے ازراہ اجتہاد اپنا استحقاق بھی سمجھ لیا اور اس مال کو اپنے استحقاق سے کم بھی کیا۔ اگرچہ انھیں اس اجتہاد میں خطا اور غلطی لگی کیونکہ یہ نص کے مطابق ہے اجتہاد تھا اور ان پر لازم یہ تھا کہ جب غلطی سرزد ہوگئی تھی تو اس سے توبہ کرتے اور مال کو واپس کرتے لیکن ان سے توبہ اور مال کی واپسی ثابت نہیں ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے بھرے پر عامل اور گورنر بنانا جہاں ان کی عدالت اور امانت اور اقتدار ہونے کی دلیل ہے ان کا بیت المال کے اموال میں خیانت کرنا اس عدالت و ثقاہت اور اعتماد و اعتبار کو معدوم کرنے والا ہے۔

ان روایات اور تبصروں کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کو پتہ چل گیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی عظمت اور ادب و احترام ان لوگوں کے نزدیک کس حد تک ہے؟

اپنے نظریہ کے خلاف ان کا کوئی عمل اور اقدام نظر آئے تو وہ خطا کار ہیں۔ عدالت سے محروم اور خیانت پر مشتمل ہیں اور علم پر غرور اور نازاں ہو کر صریح انصوف کی خلاف ورزی کرنے والے بھی ہیں۔ اور امیر المومنین کو قتل ناحق میں ملوث اور اہل اسلام کے خون سے ہولی کھیلنے

والے اور اللہ کے حضور اس اقدام کی توجیہ اور معذرت سے عاجز و قاصر ماننے والے بھی ہیں۔  
 متعہ کا معاملہ ہو تو ایسے ثقہ کہ کتاب اللہ، سنت رسول علیہ اسلام اور اجماع امت کی بھی ان کی ذاتی اجتہادی قول کے مقابل کوئی وقعت نہیں ہے۔ حالانکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو متعہ کے جواز و اباحت کے فتویٰ سے منع کیا اور ان کو حیران و سرگردان شخص قرار دیا اور سرور عالم ﷺ کا حکم تحریم ان کو سنایا۔ خود ان کا آخر الامر رجوع ثابت اور توبہ کرنا مروری و مقبول مگر سب کچھ بیچ ہے شیعہ کے لئے صرف اور صرف ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس کا متعہ جانا رکھنا ہی کافی ہے جس سے صاف ظاہر کہ یہ ابن عباس کی محبت و عقیدت کے تحت نہیں نہ ان کو معصوم عن الخطا سمجھنے کی وجہ سے بلکہ صرف اور صرف حب متعہ اور اس کے عشق کا کرشمہ ہے ﴿وحبک الشی یعمی ویصم﴾۔ لہذا اس طرح کے آپ کی طرف منسوب قول سے استدلال نہ برہانی انداز ہے اور نہ ہی جدلی اور نہ ہی اصولی مناظرہ و مباحثہ کے مطابق و موافق ہے بلکہ صرف مشاغیہ اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی سعی نامتو و نامشکور۔  
 ۳۔ ملا حسن فیضی تفسیر صافی ص ۳۳ پر رقمطراز ہے:

﴿ویرون تفسیرہ عمن یحسبونہ من کبر انہم مثل ابی ہریرۃ وابن عمر وانس ونظر انہم وکانوا یعدون امیر المومنین من حملتہم ویجعلونہ کو احد من الناس وکان خیز من یستندون الیہ بعدہ ابن مسعود وابن عباس ممن لیس علی قولہ کثیر تعویل ولالہ الی الباب الحق سبیل وکان ہولاء الکبراء ربما یتقولون من تلقاء انفسہم غیر خالفین من مالہ (الی) ولم یعلموا ان اکثرہم کانوا یطون انفاق ویحترون علی اللہ ویفترون علی رسول اللہ... الخ﴾

اہل السنۃ والجماعت تفسیر قرآن ایسے لوگوں سے روایت کرتے ہیں جن کو وہ اپنے

اہل کبراء سمجھتے ہیں مثلاً ابو ہریرہ۔ عبداللہ بن عمر اور انس وغیرہ کے اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کو بھی ان میں سے ایک فرد شمار کرتے ہیں اور ان کے بعد جن کو بہترین مفسر قرار دیتے ہیں اور حجت و سند وہ ہیں عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس جن کے قول پر کوئی خاص اعتماد نہیں اور نہ ہی ان کو حق خالص تک رسائی حاصل تھی بلکہ ان کے یہ اکابر بسا اوقات تفاسیر کی طرف سے گھڑ لیتے تھے اور ان کے انجام بد سے ذرا برابر خوف نہیں رکھتے تھے اور بسا اوقات رسول خدا ﷺ کی طرف بھی منسوب کر دیتے تھے اور جنہوں نے ان صحابیوں سے یہ تفسیری اہل نقل کیے ہیں ان میں سے بعض تو ان کی حقیقت حال سے بھی بے خبر تھے۔ بس وہ صرف الصحابة کلہم عدول کے قائل تھے اور ان میں سے کسی کے حق میں عدول و انحراف کو مان نہیں رکھتے تھے۔ حالانکہ ان کے زعم کے برعکس ان صحابہ کرام میں سے اکثر پر پردہ منافق تھے اور اللہ تعالیٰ پر جرات و جسارت سے کام لینے والے، رسول نبی ﷺ پر افتراء و بہتان مارنے والے۔

۴۔ تیز الروضۃ من الکافی ج ۸، ص ۲۳۵ اور رجال کشی ص ۱۶ میں یہاں تک کہہ دیا ہے۔

﴿عن ابی جعفر قال کان الناس اهل الردۃ بعد النبی الا ثلاثۃ فقلت

من الثلاثۃ فقال المقدار بن اسود، و ابوذر الغفاری و سلمان فارسی﴾

یعنی مسواۃ تین صحابیوں حضرت ابوذر، حضرت مقداد اور حضرت سلمان الفارسی رضی

اللہ عنہم کے سب صحابہ مرتد ہو گئے۔ العیاذ باللہ۔ لہذا بقول ان کے ابن عباس بھی نعوذ باللہ

مرتدین میں داخل ٹھہرے تو ان اقوال کو ملاحظہ کر لینے کے بعد شیعہ صاحبان کا حضرت عبداللہ بن

مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات پیش کرنا استدلال کے

لریق برہانی اور جدلی دونوں کے خلاف ہیں۔

برہانی استدلال کے تو اس لئے کہ جب وہ لوگ ان کو مومن ہی تسلیم نہیں کرتے اور ان



کی تفسیر کو اللہ تعالیٰ پر جرات اور رسول ﷺ پر افتراء قرار دیتے ہیں تو پھر ان کے اقوال کو دلیل بنانے کے کیا معنی؟ اور جدلی طریق استدلال کے اس لئے خلاف ہے کہ ہمارے لئے حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہ کرام جن کی طرف منسوب روایات کو اہل تشیع پیش کرتے ہیں وہ اپنی تمام تر عظمت کے باوجود عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ علم و حکمت میں برابر نہیں علی الخصوص جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول خدا ﷺ کی طرف سے متعہ کی حرمت نقل فرما رہے ہیں اور صحابہ کرام کی اکثریت عظیمہ حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ شہید خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس حکم میں ان کے ساتھ متحد و متفق ہیں۔ جن کے عبداللہ بن عباس سے علم میں زائد ہونے کا شیعہ برداری کو بھی اعتراف ہے تو پھر اہل السنۃ والجماعت کے خلاف ان کے ذاتی خیال اور استنباط کو پیش کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ فرمان رسول ﷺ بہر حال مقدم ہے اور اس میں کسی مدعی اسلام کا اختلاف بھی نہیں۔

پھر لطف یہ ہے کہ وہ بلا ضرورت واضطرار اس کو جائز تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ صرف اس صورت میں جب ایسی مجبوری درپیش ہو جیسے بھوکے شخص کے لئے مردار اور خنزیر کھانے کی اور اس قول سے بھی ان کا جوع منقول ہے۔ چلو جوع میں اتفاق نہ کسی تعارض اقوال ہی کسی تاہم آخر تک اس نظریہ پر قائم رہنا یقینی طور پر ثابت نہ ہو تو ایسی صورت میں شیعہ برادری کے لئے اس قول کا سہارا لینا ڈوبنے کو تنکے کا سہارا بلکہ اس سے بھی زیادہ ناقص اور نا کافی سہارا لینے والی بات ہے۔

## متعہ کی ممانعت، کتب شیعہ سے

۱۔ عن المفضل قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام يقول فی المتعہ دعواہا اما یستحی احدکم ان یرى فی موضع العورۃ فیحمل ذلک علی صالحی

والہ واصحابہ

مفضل سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعہ کے متعلق پوچھا تو اے سنا کہ اسے چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم میں سے ایک شخص عورت کی شرم گاہ کو چھوئے اور پھر اس کا اپنے نیک بھائیوں اور ساتھیوں کے لئے ذکر کرے اور ان کو اس عورت کا متعہ کی ترغیب دے۔ (استبصار ج ۳ ص ۷۹، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۵)

عن حفص بن حفص بن البحتوی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی الرجل یتزوج متعۃ قال یکرہ للعیب علی اہلہا

حفص بن بختری سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس شخص کے متعہ کی تردید ہے جو کہ باکرہ عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور نا پسندیدہ، کیونکہ یہ کے اعزہ و اقارب کیلئے عار اور عیب ہے۔

(استبصار ج ۳ ص ۷۹، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۵)

عن ابی الحسن عن علی عن بعض اصحابنا یرفعہ الی عبد اللہ علیہ السلام قال لاتمتع بالمومنین

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مومنہ کے ساتھ متعہ نہ کرو۔ کیونکہ متعہ کی تم اس کو ذلیل و خوار اور بے عزت و بے آبرو کر دو گے۔

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳، استبصار ج ۳ ص ۷۷)

عن زید بن علی عن آباءہ علیہ السلام عن علی علیہ السلام قال حرم رسول اللہ ﷺ لحوم الحمر الاہلیۃ و نکاح المتعۃ

(استبصار ج ۳ ص ۷۷، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

حضرت زید بن زین العابدین نے اپنے آباء کے واسطے سے حضرت امیر المومنین

حضرت امیرداریام خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابوبکر وعمر را معتقد اند و ایشان را حق مے دانند قدرت بر آن نداشت کہ کارے کند کہ دلالت بر فساد خلافت ایشان داشتہ باشد

(مجالس المؤمنین ج ۵ ص ۵۴)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے ایام خلافت میں یہ مشاہدہ کیا کہ اکثر لوگ اور جمہور اہل اسلام ابوبکر وعمر کے حسن سیرت کے معتقد و معترف ہیں۔ اور ان کو برحق ظائف سمجھتے ہیں تو آپ میں اس امر کی قدرت اور سکت نہ رہی کہ ایسا کام کریں جو ان کی خلافت کے ناقض اور فاسد ہونے پر دلالت کرے اور ایسے ہی مضامین، شانی و تلیف شانی اور تزیہ الانبیاء میں موجود ہیں۔ لہذا یہ حقیقت دو پہر کے آفتاب کی طرح بے غبار ہو گئی کہ آپ نے اہل السنہ سے ہی وابستہ رہنے کو لازم فرمایا اور ان سے علیحدگی کو شیطان کا لقمہ بننے سے تعبیر کیا اور اہل السنہ کا مذہب، حرمت متعہ ہے۔ اور یہ احادیث و روایات جو شیعی متعہ کتب حدیث میں منقول ہیں اور ائمہ کرام کی منشاء و مرضی کے مطابق اور اس کا خلاف سراسر ضلالت و گمراہی ہے۔

﴿کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَمَنْ يَشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُوْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

### شیعی تاویلات اور ان کی لغویت

شیعی محدثین نے ان روایات کی عجیب و غریب اور بے سرو پا تو جیہات و تاویلات کی ہیں۔ عقل و خرد کا منہ چڑایا ہے اور متعہ کی اباحت ثابت کرنے کے شوق میں ائمہ کرام کی عزت و آبرو اور استقلال و استقامت کو پامال کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا علی الخصوص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عظیم افتراء اور بہتان طرازی سے کام لیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان و افتراء

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے پالتو گدھوں اور نکاح کو حرام قرار دیا۔

ف: ان روایات سے رسول اکرم ﷺ اور ائمہ کرام کی زبانی متعہ کی حرمت و کراہت اور اس مومنات اور ان کے اہل و اقارب کے لئے موجب ننگ و عار اور باعث ذلت و خواری ثابت ہو گیا اور یہ امر روز روشن کی طرح عیاں کہ تذلیل مومن و مومنہ حرام و سخت گمراہی و ناپسندیدہ امر ہے لہذا متعہ بھی حرام اور ناپسندیدہ فعل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مضمون کی روایت کتب اہل السنہ میں موجود اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی متعہ کا بھینہ زنا ہونا منقول ہے۔ لہذا شیعی اور سنی کتب کی یہ روایات متعہ کی حرمت و ناپسندیدگی پر متفق ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿الزُّمُو السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّ يَدَ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَابِئَاكُم وَالْفِرْقَةُ فَإِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ كَمَا أَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذَّنْبِ﴾ (نسخ البلاغ مصری ج ۱ ص ۲۹۸)

سواد اعظم اور جماعت عظمیٰ کے ساتھ وابستہ رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دست شفقت و عنایت جماعت پر ہے۔ اور افتراق و شذوذ سے دور رہو کیونکہ جماعت سے الگ ہونے والا انسان شیطان کا لقمہ ہے جس طرح ریوڑ سے الگ ہونے والی بھیڑ بھڑیوں کا لقمہ بن جاتی اور امر واقعہ بھی یہی ہے اور شیعہ کو اس کا اعتراف بھی ہے کہ سواد اعظم اہل سنت والجماعت ہیں اور یہ سواد اعظم رہے ہیں چنانچہ قاضی نور اللہ غوثی کہتا ہے۔

فقیر گفت اہل سنت ہمیشہ سواد اعظم بودہ اند (مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۵۷۲) اور دوسرے مقام پر کہا:

چوتھی روایت جس میں حضرت زید، حضرت زین العابدین، حضرت امام حسین اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نبی اکرم ﷺ کا پالتو گدھوں اور نکاح متحہ کو حرام ٹھہرا کر مروی و منقول ہے۔ اس کے متعلق شیعہ کے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے کہا:

﴿فالوجه في هذا الخبران نحلها على التقية لانها موافقة لمذهب العامة﴾

اس روایت کی توجیہ یہ ہے کہ ہم اس کو تقیہ پر محمول کریں کیونکہ یہ جمہور اہل اسلام یعنی اہل السنۃ کے موافق ہے۔

(استبصار جلد ثلث ص ۷۷، و کذا فی تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۱)

﴿سبحانک هذا بهتان عظیم...﴾ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد امجاد نے سینوں کے ڈر سے یا ان کی دلجوئی کے لئے حرام کہہ دیا اور رسول معظم ﷺ پر افتراء اور بہتان سے کام لیا۔ اس سے بڑا ظلم اور تجاوز ان مقدس ہستیوں پر کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ان کو سینوں کے ڈر اور خوف کی وجہ سے ان کی ہمدردیاں اور اعانت و تائید حاصل کرنے کے لئے خدا و مصطفیٰ پر افتراء پر دازی اور بیان بازی کا مرتکب اور اسلام کا حلیہ مسخ کرنے والا تسلیم کر لیا جائے۔ حالانکہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار اپنے خطابات میں ڈر اور خوف اور بدعت فی الدین کے اتہامات کی نفی فرماتے رہے ہیں اور کیوں نہ ہو شیر خدا اور اسد اللہ الغالب ہو اور برحق نائب رسول ہوں اور دین کے معاملہ میں کسی ضعف و ناتوانی اور بدعت وغیرہ کا مظاہرہ کریں یہ کیونکر ممکن ہے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس روایت کے راوی ہیں ان کا عمل بھی اس توہم کو بیخ و بن سے اکھڑنے والا ہے۔

سردار دنا دوست در۔ دست یزید حقاکہ بنائے لا الہ است حسین

ایا عام اہل اسلام کی عزت و ناموس کا تحفظ اسلام نہیں ہے

تیسری روایت کے متعلق ابو جعفر طوسی نے ایک توجیہ دتا ویل یہ ذکر ہے کہ متحہ اس وقت کے ساتھ ممنوع ہے جو شریف خاندان کی ہو کیونکہ اس کے ساتھ متحہ کرنے سے اس کے اہل اقارب کو عار و لاج ہوگی اور خود اسے ذلت و حقارت سے دوچار ہونا پڑے گا اگرچہ نفی نفسہ متحہ ممنوع اور حرام نہیں ہے۔

﴿يحتمل ان يكون المراد به اذا كانت المرأة من اهل بيت الشرف لانه لا ينبغي التمتع بها لما يلحق اهله في ذلك من العار ويصيبها هي من الذل ان لم يكن محظورا﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳، استبصار ج ۳ ص ۷۷)

حالانکہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مطلق مومنہ کا ذکر کیا ہے اس میں کسی خاندان کی تخصیص نہیں فرمائی اور نصوص کتاب و سنت کو اپنے ظاہر پر رکھنا ضروری ہوتا ہے اور عام لوگوں تو ان کا عموم پر رکھنا لازم ہوتا ہے لہذا یہ تاویل بالکل بے عمل اور بے جواز ہے نیز مشتق پر حکم و تو مبداء اشتقاق علت حکم ہوتا ہے۔ لہذا یہاں اس مومنہ کا ایمان اس ممنوعیت اور حرمت کی علت ہے نہ کہ خاندانی برتری۔ علاوہ ازیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ عوام اہل اسلام کی عزت و ناموس کا تحفظ اسلام میں نہیں ہے کیا اسلام ان کی عزت و حرمت کو پامال کرنے کی اجازت دیتا ہے پھر اگر متحہ کرنے والا بھی شریف خاندان کا فرد ہو تو کیا اس کو بھی متحہ کرنے عار سے لاحق ہوگی یا نہیں؟ لامحالہ پھر شرفاء کے لئے مطلقاً اس کو بوجہ عار ہونے کے ممنوع اور حرام تسلیم کرنا پڑے گا۔

علیٰ ہذا التیاس اگر متحہ کرنے والے مرد اور عورت کا تعلق شریف خاندان سے ہو تو نکاح دوام ان کے لئے عار نہیں مگر متحہ عار اور عیب بن گیا اور موجب ذلت و حقارت تو مہر بنمروز



کی طرح واضح ہو گیا کہ متعہ شیعہ کے نزدیک نکاح کی مانند نہیں ہے۔ اور یہ فعل کہنے اور ردیل لوگوں سے سرزد ہوتا ہو شرفاء کے لئے باعث ننگ و شرم ہے اور شرافت کے خلاف مگر حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عداوت اور دشمنی ان کے لئے اس اعتراض سے مانع ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿بِحَدِّثُوا بَهَاؤَ اسْتِغْفَرْتُهَا انْفُسُهُمْ﴾

اور یہ حقیقت بھی کسی سے مخفی نہیں کہ اسلام میں عزت و کرامت کا دار و مدار نسب پر نہیں تقویٰ پر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اتْقَاكُمْ﴾ تو ثابت ہو گیا کہ یہ فعل کسی تقی اور دیندار کے لئے روانہ نہیں ہے بلکہ اوباش اور ردیل لوگوں کا کام ہی ہو سکتا ہے الغرض شیخ الطائفہ کی یہ توجیہ بھی متعہ کو شرفاء اور دیندار لوگوں کے لئے جائز نہ بنا سکی تو اس کے ذریعہ حسنی حسینی اور مرتضوی و مصطفوی درجہ تک رسائی کا کیا امکان ہو سکتا ہے۔ ابو جعفر نے یہی توجیہ اس روایت کی یہ بیان کی ہے:

﴿هذا حديث مقطوع الاسناد شاذة يحتمل ان يكون المراد به اذا كانت المرأة من اهل بيت الشرف﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳)  
یہ حدیث شاذہ ہے اس کی اسناد منقطع ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ حکم اس مومنہ کے متعلق ہو جو شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہو اس کے ساتھ متعہ جائز نہیں ہے کیونکہ بوجہ متعہ اس کے اہل خاندان کو عار لاحق ہوتی ہے اور اس کو بھی ذلت و رسوائی لاحق ہوگی اور یہ فعل اس کے لئے مکروہ ہوگا بغیر اس کے کہ ممنوع ہو۔

**اقول:** پہلا اعتراض ساقط الاعتبار ہے کیونکہ متعدد روایات متصل الاسناد اسی مضمون پر مشتمل امام ابو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شیعہ صاحبان کی صحاح میں منقول ہیں مجملہ ان کے حفص بن یحزری کی روایت ہے کہ امام صاحب سے باکرہ کے ساتھ عقد متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو

۱۰۷  
نے فرمایا۔ ﴿یکرہ للعب علی اہلہا...﴾ مکروہ ہے کیونکہ اس سے اس کے اہل عار و عیب لاحق ہوتا ہے۔ (تہذیب ج ۷ ص ۲۵۵، استبصار ج ۳ ص ۷۹)  
اور اسی طرح ابو سعید قمار کی روایت کہ میں نے امام ابو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا:

﴿جارية بکر بین ابویہا تدعوننی الی نفسہا سرامن ابویہا الفاعل لک؟ قال نعم و اتق موضع الفرج قال قلت فان رضیت بذلک قال و ارضیت بذلک فانہ عار علی الابکار﴾ (تہذیب ج ۷ ص ۲۵۴)  
والدین کے ہاں موجود کنواری لڑکی مجھے خفیہ طور پر اپنی طرف بلاتی ہے اپنے والد سے چوری چھپے تو کیا میں اس کی دعوت قبول کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور اس کے فرج والی سے بچنا یعنی جماع نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا تو اگر وہ ہوجائے پھر بھی؟ فرمایا اگر چہ عار ہو جائے کیونکہ ان کے ساتھ مباشرت (بطور متعہ) ان کے لیے عار اور عیب ہے۔

ان دونوں متصل روایات سے باکرہ کے ساتھ بطور مباشرت متعہ کا اس کے موجب ننگ و عار ہونا ثابت ہو گیا۔ اور اس خاندان کے لئے بھی لہذا اس کو شاذ اور مقطوع الاسناد کہہ کر گلو خلاصی کرانی ممکن نہیں جب کہ خود ابو جعفر طوسی صاحب نے مکروہ ہونے والے فعل کی تائید میں حفص بن یحزری والی روایت ﴿یکرہ للعب علی اہلہا﴾ کو پیش کیا ہے۔ تو اگر یہ روایت بھی شاذ اور باقابل اعتبار ہے تو اس سے استشہاد کا کیا معنی؟ جب ثابت ہو گیا کہ متعہ موجب ذلت تو ﴿لا تمتنع بالمومنہ﴾ والی نبی اور مومنیت بھی ثابت ہوگئی تذبذبل مومن حرام۔ لہذا اس کا موجب بھی حرام ہوگا اور تہذیب الاحکام والی روایت ﴿و اتق موضع الفرج﴾ سے جماع سے اجتناب کا لازم ثابت ہو گیا کیونکہ قاعدہ یہی ہے کہ نہی حرام پر دلالت کرتی ہے اور امر واجب پر۔ نیز کراہت تحریمی بھی ہوتی ہے اور تنزیہی بھی اور جب

امر حلت و حرمت کے درمیان دائرہ ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے لہذا اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا جائے گا۔ لازمِ ٹھہرانہ کہ مکروہ تنزیہی تو ان قواعد اور اصول کی رو سے شیعہ صاحبان کے لئے حرمت تسلیم کرنے کی صورت میں کراہت تحریمی تسلیم کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ جبکہ مکروہ تحریمی بھی حرام کے حکم میں ہوتا ہے فرق صرف انکار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ حرام کا منکر کافر ہو جائے گا اور مکروہ تحریمی کو حلال ماننے والا کافر نہیں کہلائے گا مگر عمل کی صورت میں فاسق و فاجر دو الگ ہوں گے۔

### ثواب متنہ والی روایات کا بطلان

ف: ان گزارشات کو ملاحظہ کر لینے کے بعد متنہ کے ثواب اور درجات پر مشتمل روایات کا بطلان واضح ہو گیا کیونکہ حرام یا مکروہ تحریمی پر اصرار گناہ میں مستغرق ہونے کا موجب ہے اور فرق و فہم کی پستیوں میں اور اتھاہ گہرائیوں میں گرنے کا نہ کہ مذاہب اور مراتب عالیہ پر فائز ہونے کا۔ فتا ممل جدا۔

### مجبوعیت متنہ میں وارد پہلی روایت اور علامہ ڈھکو کی غلط بیانی

پہلی روایت جو کہ مفضل نے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کی ہے۔ یعنی متنہ کو چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم سے کوئی شخص ایک عورت کی شرمگاہ کی جگہ دیکھے پھر اسے اپنے بھائیوں اور احباب کے لئے ذکر کرے اور ان کو اس عورت کے ساتھ متنہ کی ترغیب دے علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا:

اصل بات یوں ہے (جو اصل کتاب میں موجود ہے) کہ کچھ حضرات موسم حج میں مکہ جا کر متنہ شروع کر دیتے تھے ایسے ہی ایک شخص کو امام نے سرنش کی کہ ایسے موقع محل پر متنہ کرتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ ایسے شرمناک موقع محل پر دیکھے جاؤ اور اس کا اثر بدتمہارے دوسرے

بھائیوں پر بھی پڑے یعنی لوگ یہ کہیں کہ یہ لوگ یہاں حج کرنے نہیں آتے بلکہ متنہ کرتے ہیں۔ (تجلیات صداقت ص ۳۰۴، ۳۰۳)

والجواب بتوفیق الوہاب کے عربی عبارت قارئین کرام بار بار ملاحظہ فرمائیں اور اس لئے حج کا اور مکہ مکرمہ کا تذکرہ دیکھیں تو ہمیں مطلع فرمادیں۔ اور اگر کہیں کوئی ایسا لفظ نہ آوے یقیناً نظر نہیں آئے گا اور نہ آسکتا ہے۔ تو پھر آیت معلومہ بے شک نہ پڑھیں مگر اس چوری حد زوری سے نفرت کا اظہار ضرور کریں اور اس امر کا یقین کر لیں کہ شیعہ برادری کے پاس روایت کا کوئی جواب نہیں ورنہ اس قدر صریح جھوٹ بولنے پر مجبور نہ ہوتے۔ مزید تحقیق درج ذیل امور پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں۔

۱۔ اس باب کا عنوان ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی نے یوں قائم کیا ہے: ﴿باب انه یجب یکف عنہا من کان مستغنیاً عنہا﴾ جو شخص متنہ سے مستغنی ہو اس پر متنہ سے اجتناب درود رہنا واجب ہے کیا اس میں مکہ مکرمہ اور حج کے موقع کی پھر لگ سکتی ہے؟

۲۔ اس باب میں کل چار روایات ہیں پہلی میں علی بن یقظین نے امام ابوالحسن موسیٰ کاظم سے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تجھے اس سے کیا؟ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے بے دیا ہے۔

دوسری روایت میں فتح بن یزید نے امام ابوالحسن سے متنہ کے متعلق دریافت آپ نے فرمایا:

﴿ہی حلال مباح مطلقاً لمن لم یغنه الله بالتزویج....﴾ یعنی یہ حلال ہے اور مطلق ہے اس شخص کے لئے جسے اللہ تعالیٰ نے نکاح دائمی کے ذریعے سے مستغنی نہیں کیا مستغنی ہو تو صرف دوران سفر مباح ہے جبکہ بیوی سے غائب ہو۔

تیسری روایت محمد بن حسن بن شمعون سے ہے کہ حضرت ابوالحسن نے اپنے بعض

کی طرف یہ فرمان تحریر کیا ﴿لَا تَحْلُوا عَلَى الْمُتَعَةِ﴾ کہ متعہ پر بہت اصرار نہ کرو بلکہ اصل سنت قائم کرنے پر اکتفا کرو اور مفصل روایت بعد میں ذکر کی جائے گی۔

چوتھی روایت مفصل والی ہے کہ انہوں نے متعہ چھوڑنے کا حکم دیا اور سرفراش فرمایا پورے باب اور اس کی تمام روایات میں جس چیز کا نام و نشان تک نہ ہو اس کے متعلق یہ دعویٰ کہ اصل بات یوں ہے نہ وہ جو اصل کتاب میں ہے کتنا بڑا جھوٹ ہے۔ اور بے سرو پا تاویل ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہے۔

وے تاویل شاں در حیرت انداخت

خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

۳۔ علاوہ ازیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ احرام کی حالت میں وہ لوگ ایسا فعل کرتے تھے یا اس سے آگے پیچھے، حالت احرام میں ہو متعہ ہو یا نکاح دائم میں ہمارے ہر دو مفسد حج ہوئے پھر متعہ کی کیا تخصیص؟ اور اس سے آگے پیچھے جس طرح زوجہ سے مباشرت جائز، شیعہ شریعت میں متعہ بھی جائز بلکہ متعہ زیادہ کا روثاب اور موجب ترقی درجات پھر اس سے منع کرنے کا کیا مطلب؟

۴۔ ڈھکوساب فرماتے ہیں کہ شرم نہیں آتی کہ ایسے شرمناک موقع پر دیکھے جاؤ اور اس کا اثر بد تمہارے دوسرے نیک بھائیوں پر بھی پڑے۔ ڈھکوساب اول تو جب متعہ شروع ہوتا ہے تو فرشتے پہرہ پہرتے ہیں تو اس وقت کسی سنی غریب کی نظریں کب پڑنے دیتے ہیں جس طرح ثواب متعہ کی روایات میں عرض کر چکے ہیں۔

دوم:- متعہ علانیہ ممنوع نہیں زوجہ کے ساتھ علانیہ ہم بستری منع ہے تو پھر بھی وجہ تفریق و تخصیص متعہ کی موجود نہیں اس صورت میں تو صرف اتنا فرمانا چاہیے تھا۔ میٹا! بس ذرا پردہ سے اور مخصوص مقامات پر داد پیش دے لیا کرو سر عام نہیں۔

سوم:- متعہ کوئی کرے اور اس کا اثر دوسرے بھائیوں پر پڑے آخر اس کا کون عقل رکھتا ہے جن کو حالت متعہ پر دیکھا گیا انہیں کے متعلق کہا جائے گا نہ کہ دوسروں کے پھر اس میں اثر بد والی کون سی بات ہے بلکہ ایک عظیم المرتبت رکن اسلام کی ایسے عظیم اثر میں رسم نقاب کشائی ادا ہو رہی ہے تاکہ پورے عالم اسلام میں جلد از جلد پھیل سکے اور ہر مسلمان کو اس کی ایسی مقدس جگہ یہ طریقہ جاری ہے تو اسے حرام کون کہہ سکتا ہے؟

چہارم:- ڈھکوساب اپنے دھرم سے کہتے ہیں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس دور میں اس فعل کے جواز کا زبانی علانیہ فتویٰ بھی دیا جاسکتا ہے؟ جب نہیں تو اصل نہیں تو موسم حج میں کرنا اور پھر بھائیوں پر اثر بد مترتب ہونا چہ معنی دارد؟ بلکہ انہوں نے اس طرف نسبت کے ڈر سے ایسے دلدراگان متعہ پر بد میں ملے ہوئے متعہ حرام ٹھہرا دیا کہ اگر ہم بکڑے گئے تو لوگ کہیں گے کہ یہ اصحاب جعفر ہیں اور اس طرح تمہارا فعل میری بخبری کا موجب بنے گا کہ وہ ایسے فتوے دیتے ہیں۔

پنجم:- جن کے ساتھ شیعہ صاحبان متعہ کرتے تھے وہ مکہ میں رہتی تھیں یا اپنے ماتھے لے جاتے تھے پہلی صورت تو ناممکن کیونکہ اہل مکہ اس نظریہ کے خلاف تھے اور پتہ چلنے پر ان کو عین سزا دیتے نہ صرف یہ طعنہ کہ یہ متعہ کرنے آتے ہیں اور بس۔ اور دوسری صورت میں کسی کو پتہ یہی کیسے چل سکتا تھا کہ یہ دایمی نکاح والی مومنہ ہے یا وقتی گنہگار کرنے والی اور سفر کو مٹھو اور رکھنے کے لئے تن بخشی کرنے والی۔

الغرض یہ تو جہیدہ تاویل سراسر لغو و باطل نہ کتاب سے اس کا کوئی تعلق اور نہ ہی حقائق و واقعات سے بلکہ محض جواب سے عاجزی کو چھپانے کی ایک ناکام کوشش اور وہ بھی خوف خدا و خوف خلق سے عاری اور بے نیاز ہو کر اور اپنے غوام کا لالہ انعام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خاطر صرف اور صرف عیاری اور مکاری سے کام لینے کی ناپاک جدوجہد تاکہ وہ فرض کر لیں کہ



عن ابن جعفر علیہ السلام حین ذکر نساء و بنات عمہ ﴿﴾

ہمارے مجتہد العصر نے جواب کا حق ادا کر دیا ہے۔

## امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب ہونا

شیعہ صاحبان نے ایک طرف تو ائمہ کرام کے حق میں قدم قدم پر تقیہ اور احتیاط دعویٰ کیا اور دوسری طرف ائمہ کرام کو تقیہ کے پردہ میں چھپے متنازع مسائل پر مناظرے کرنا پھر لا جواب ہوتے بھی دکھایا گیا ہے چنانچہ شیعہ کے محدث اول علامہ کلینی نے فروغ کالی نقل کیا ہے کہ:

۵۔ عبد اللہ بن عمر لیش امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور متعجب کے متعلق درود کیا تو آپ نے فرمایا اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا ہے اور زبان نبی ﷺ اسے حلال ٹھہرایا ہے لہذا یہ قیامت تک کے لئے حلال اور مباح ہے۔ تو عبد اللہ لیش نے کہا جیسا شخص یہ فتویٰ دے رہا ہے حالانکہ حضرت عمر بن الخطاب نے اسے حرام ٹھہرایا ہے آپ اگرچہ عمر بن الخطاب نے حرام ٹھہرایا ہے میں تو اسے حلال سمجھتا ہوں۔

عبد اللہ نے کہا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ تم ان حرام قرار دیے ہوئے فعل کو حلال مت ٹھہراؤ تو امام موصوف نے فرمایا:

﴿فانت علی قول صاحبک وانا علی قول رسول اللہ فہلم الاعنک﴾

فان الاولیٰ مقال رسول اللہ ﷺ وان الباطل مقال صاحبک ﴿﴾

تو تم اپنے صاحب کے قول پر قائم رہو اور میں رسول اللہ ﷺ کے قول پر کار بند ہوں میں تمہارے ساتھ مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ اولیٰ واسب وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا باطل وہ ہے جو تیرے صاحب نے کہا یہ سن کر عبد اللہ لیش نے کہا:

﴿ایسرک ان نساء ک وبناتک و اخواتک و بنات عمک یفعلن﴾

## دریافت طلب امر

اگر واقعی متعجب کرنے سے دوزخ سے رہائی ملتی ہے اور ایک مرتبہ متعجب کرنے سے ایمان کا مرتبہ، دوسرے مرتبہ متعجب کرنے سے امام حسن کا مرتبہ، تیسرے مرتبہ متعجب کرنے سے حضرت اہل بیت علیہم السلام کا مرتبہ، اور چار مرتبہ کرنے سے امام ارسل سید الانبیاء علیہم السلام کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ نیز جس نے متعجب نہیں کیا ہو گا روز قیامت اس کے ناک اور کان کٹے ہوں گے اور پھر وہ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرفاء کہ بہنوں، بیٹیوں وغیرہ کو ان درجہ کی ضرورت ہے۔ اور کیا وہ متعجب سے نفرت و کراہت کا اظہار کرنے پر ان وعیدات اور تشدیدات اور لمعات کا نشانہ نہیں بنیں کی جو متعجب سے نفرت کرنے والوں کے متعلق وارد ہیں لہذا بالکل اور آشکار ہو گیا کہ امام موصوف نے علی تقدیر صحیحہ الروایت خاموشی اختیار کی اور صرف صرف اس لئے اس سوال کا جواب ان کے پاس نہیں تھا کیونکہ جو چیز اپنے لئے پسند از روئے شرع شریف دوسرے کے لئے بھی اسے پسند نہ کرنا چاہیے۔ انچہ برائے خودی پسند برائے دیگران پسند۔ فاعتبرو ایابا ولی الابصار۔

## علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب

شیعی محدث العصر علامہ ڈھکو صاحب نے اس روایت کے جواب میں بہت بیچ

میں لہذا اذھکو صاحب کا اس ضمن میں نکاح حق مہر اور طلاق کے جواز کے فتویٰ اور اس رد عمل کا ذکر کیا کہ پھر ہم اپنی بیٹیوں کو کہو کہ اس طرح روپے کمائیں تو کیا مولوی بالکل نہیں آئے گی؟ بالکل بے رابطہ، بے جواز اور بے موقع وکل تھیل ہے کیونکہ اس کا رد صرف یہی تھا کہ جو چیز اپنے لئے پسند نہیں فرماتے وہ دوسروں کے لئے پسند نہیں کرتے۔

علامہ صاحب فرماتے ہیں ایک غیور آدمی سمجھتا ہے کہ یہ فحش کا مقام تھا کسی کام کا جائز ہونا اور نہ کرنا اور مگر آپ نے تو ائمہ کرام کی زبانی یہ حکم نقل کر رکھا ہے کہ ہاشمیت کے ساتھ متعہ مگر عبد اللہ لیش کے جواب میں ازراہ غیرت فحش کا اظہار کیا معنی؟ اگر ہاشمیت کے ساتھ آپ نے جائز کر دیا تھا تو اسے بھی فرما دیتے میرا فتویٰ جواز کا ہے اور اگر یہ فتویٰ غیرت اور عفت کے خلاف ہے تو پھر شیعہ نے یہ فتویٰ نقل کر کے امام محمد باقر کی غیرت اور عزت پر حملہ کیا اور بدترین گستاخی کا مظاہرہ کیا ہے۔

«عن منصور الصیقل عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فتمتع بالہاشمیۃ» (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۷۱)

منصور صیقل نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہاشمیہ کے ساتھ متعہ کرو۔ کیا ہاشمیہ عورت رشتے میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی؟ اور اشراف کے ساتھ متعہ کے مکروہ اور ناجائز ہونے کی صورت میں ہاشمیہ کو یہ حکم قابل نہیں تھا؟ یا اپنی بے غیرتی یا خراجیت کا اقرار کرو اور یا پھر عبد اللہ لیش کے سوال کا صحیح جواب دیا۔ یا مان لو کہ دولہا دگان متعہ نے ائمہ پر افتراء اور بہتان سے کام لیا ہے۔

علامہ صاحب فرماتے ہیں اگر مثال درکار ہے کہ مرد کیلئے باعث ثواب اور عورت کے لئے باعث شرم۔ الخ مگر انفس تو یہ ہے کہ علامہ صاحب نشی میں سب کچھ اگلتے جارہے ہیں انہیں

کھائے مگر بات فحش نظر نہ آئی۔ اذھکو صاحب لکھتے ہیں جب اس (عبداللہ) نے اپنی غارتا اظہار کرتے ہوئے امام علیہ السلام کی بنات اخوات کا ذکر کیا تو امام نے بموجب ارشاد «اعرض عن الجاہلین» یعنی جاہلوں سے روگردانی کرو، اس سے روگردانی کر لی ایک غیور آدمی سمجھتا ہے کہ یہ فحش کا مقام تھا۔ کسی کام کا جائز ہونا اور بات ہے اور اس کا رد۔ تا۔ اگر مثال درکار ہے کہ مرد کیلئے باعث ثواب اور عورت کے لئے باعث شرم، تو مثال خدمت ہے۔ کتب اہل السنۃ سے ثابت ہے کہ غنڈہ لڑکے اور لڑکی کیلئے یکساں سنت ہے مگر تو کجا خواص بلکہ خواص اہل السنۃ لڑکی کے نام سے گھبراتے ہیں اور لڑکیاں شرم اور عار میں کرتی ہیں۔ (تجلیات ص ۳۰۳)

اقول: یہ سارا کلام شاعری اور لفظی ہیرا پھیری اور چکر بازی تو کھلا سکتا ہے مگر اس کو جو کسی طرح بھی نہیں کہا جاسکتا تاہم جواب صواب چہ رسد؟

ابو عبد اللہ لیش کے اس جواب کو اسے امام ابو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تھیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تمہاری بنات و اخوات اور بیچازاد متعہ کریں خارجیت کا اظہار اور جہالت قرار دے کر جو جاہلاں باشند خاموشی پر اکتفا کیا گیا۔ مگر عبد اللہ لیش کا مقصد تو صرف اور صرف ایک تھا۔

آنچہ برائے خودی پسندی برائے دیگران پسند اگر متعہ کرنا موجب عار نہیں تو اس پر برہمی کیوں؟ اور موجب عار ہے تو دوسروں کے لئے اس پر اصرار کیوں؟ بلکہ نہ کرنے کی صورت میں وعیدات اور انذار کیوں؟ اور کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے حسین کریمین، علی مرتضیٰ اور سید الانبیاء کے ساتھ درج بات میں اشتراک اور مساوات کا اعلان اظہار کیوں؟

ب۔ عبد اللہ لیش نے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ اپنی بنات و اخوات کو متعہ کا حکم دیں اور نہ روپے کمائے

نظیر ومثال کے فرق سے قطع نظر اس جگہ ختمہ کا حوالہ دینے کی کیا گنجائش تھی نہ لڑکے کے ختمہ پر موقوف نہ لڑکی کا ختمہ لڑکے کے ختمہ پر موقوف۔ مگر متنعہ مرد کا عورت کے بغیر عورت کا مرد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

کیا علامہ صاحب اور ان کے مریدے اور زندہ ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں کہ مرد اور عورت کو استعمال نہ کرے لہذا اگر عورت کے لئے موجب شرم ہے تو لامحالہ کے لئے بھی موجب شرم ہے علاوہ ازیں جو ثواب کی روایات گھڑی ہیں ان میں بھی مرد اور عورت برابر کے حصہ دار ہیں مگر عورتوں کے لئے اسے باعث شرم قرار دینا ان سب روایات اور بے ہودہ قرار دینے کے برابر ہے ﴿الیس منکم رجل رشید؟﴾

ہ۔ نیز دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح دوام اور متنعہ اگر کیساں حلال اور جائز ہیں تو پھر نکاح بھی مردوں کے لئے کار ثواب اور عورتوں کیلئے باعث شرم اور عار نہیں ہوتا چاہیے اور دائی نکاح میں شرم اور عار نہ عورتوں کیلئے ہو نہ ان کے اولیاء اور سرپرستوں کے لئے اسی لئے اس سے ہی رشتہ طلب کیا جاتا ہو اور وہ شرم و حیا کے تقاضوں کے عین مطابق ہو تو آخر متنعہ میں عورتوں کے لئے شرم اور عار کا موجب کون سا ہے؟ اگر کسی کو کہا جائے خواہ کتنا بڑا پاک باز کیوں نہ ہو اور اعلیٰ خاندان کا فرد کہ تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری بنات و خوات شادی کر لیں اور نکاح دوام تو کیا وہ اس پر ناراض ہو جائے گا؟

معلوم ہوتا ہے کہ دل گواہی دیتا ہے کہ متنعہ ذیل فصل ہے اور روح اسلام کے خلاف اور مقاصد نکاح کے برعکس اور منافی۔ مگر صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض و عناد، شیعہ کو اس کی حرمت کے اقرار سے نافع ہے۔

و۔ یہ بات بھی سراسر غلط ہے اور واقعات و حقائق کے بالکل خلاف کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے طور پر متنعہ کو حرام ٹھہرایا بلکہ ہم خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

ات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعدد صحیح روایات سے ثابت کر چکے ہیں کہ خود نے متنعہ کو حرام فرمایا۔ لہذا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قسم کا دعویٰ کیونکر کر سکتے ہیں؟ شیعہ کتب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو حرام ٹھہرایا تھا اگرچہ اس کو تعلقہ پر محمول کیا گیا لیکن یہ تو ثابت ہو گیا کہ بر ملا حکم تو حرمت کا ہے اور وہ بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ سرچشمہ ہدایت کی طرف ہے۔

اگر محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر جرات سے کام لے سکتے تھے اور مہملہ کے لئے تھے تو ابوالاعلیٰ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو اپنے دور خلافت میں کیوں جائز قرار دے سکے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مہملہ کا حوصلہ انہیں کیوں نہ ہوا؟ اگر یہ روایت درست ہے تو تعلقہ کے دعویٰ غلط ہیں اور صحیح ہیں تو یہ روایات غلط ہیں۔

افتراء۔

الغرض علامہ و ہک صاحب کا اضطراب اور بے چینی اس امر کی غماز ہی نہیں بلکہ بین دلیل شیعہ صاحبان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اور شیعہ کو امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویٰ لینی کے سامنے لا جواب ہونا تسلیم کے بغیر چارہ نہیں یا حکایت کو بے ہودہ تسلیم کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خود سرور عالم ﷺ کا فرمان ہے ﴿تجنب لا خبیح ماتحب لنفسک﴾ صاحب ایمان یہ ہے کہ اپنے بھائی کیلئے وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے یا بالفاظ دیگر

آپ نے اپنے خودنی پسندی برائے دیگران پسند

## کثرت متنعہ کی ممانعت

ایک طرف شیعہ صاحبان نے ہزار ہزار عورت کے ساتھ متنعہ کو جائز قرار دیا ہے اور اسے بھی کرام کی طرف منسوب کر دیا ہے اور دوسری طرف کثرت متنعہ سے منع بھی انہیں ائمہ



یوں رکھا؟ شاید شیعی شریعت میں الحاح و اصرار اور اشتغال و انتہاک ہزار سے اوپر شروع ہو گیا ہو۔ اور صرف اس صورت میں ہی زوجات کو فریاد کی ضرورت پیش آتی ہوگی لیکن اس کے خلاف مسلم و حکیم خدا نے تو صرف چار تک کی اجازت دیتے وقت ساتھ ہی فرمادیا کہ اگر عدل و انصاف نہ کر سکو تو پھر صرف ایک پر اکتفا کرو۔ ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةٌ﴾ بلکہ یہ ان فرمادیا کہ تم عدل و مساوات کی کوشش کرو تو تم کو کما حقہ عدل و انصاف نہ کر سکو گے۔ ﴿وَلَنْ يَسْطِيعُوا أَنْ يَعْدِلُوا بَيْنَ الْمَرْءِ وَالْمَرْءِ﴾ لہذا اس روایت نے ان تمام روایات کا صفایا کر دیا جن میں متعہ والی عورتوں میں حدود و اقدار کم کر دی گئی تھیں اور ستر ستر بلکہ ہزار ہزار سے متعہ کو روکھا گیا تھا۔

### امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا متعہ کو حرام قرار دینا

﴿عن عمار قال ابو عبد الله عليه السلام لي ول سليمان بن خالد قد حرمت عليكما المتعة من قبلي مادامتما بالمدينة لانكما تكثران الدخول علي و اخاف ان توخذ افيقال هولاء اصحاب جعفر﴾ (فروغ کافی جلد ثانی ص ۱۹۸)

عمار سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے اور سلیمان بن خالد کو فرمایا کہ میں اپنی طرف سے تم پر متعہ حرام قرار دیتا ہوں جب تک تم مدینہ منورہ میں ہو کیونکہ تم بہت زیادہ میرے پاس آمد و رفت رکھتے ہو اور مجھے خطرہ ہے کہ تم متعہ کرتے ہوئے پکڑے جاؤ گے۔ پس کہا جائے گا یہ امام جعفر صادق کے ساتھی اور ان کے متعلقین و معتقدین ہیں (جو اس فعل متعہ اور امر متعہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور انہیں شرم اور عار محسوس نہیں ہوتی)۔

اس روایت میں کئی امور غور طلب ہیں۔

۱۔ امام جعفر صادق نے حلال کو حرام کیوں ٹھہرایا کیا متعہ کی حرمت کسی وقت اور مکان کی پابندی

سے نقل کر دیا ہے روایت ملاحظہ فرمائیں:-

۴۔ ﴿عن محمد بن الحسن بن شمعون قال كتب ابو الحسن عليه السلام الى بعض مواليه: لا تلحقوا على المتعة انما عليكم اقامة السنة﴾

محمد بن حسن بن شمعون کہتا ہے کہ امام ابو الحسن علیہ السلام نے اپنے بعض موالی کی طرف لکھا کہ متعہ پر اصرار نہ کرو اور اس میں زیادہ اشتغال و انتہاک سے کام نہ لو بلکہ تم پر صرف سنت کا کرنا لازم ہے۔ لہذا اس میں دلچسپی اور انتہاک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی حرائز اور بیویوں منہ ہی نہ موز لینا ورنہ وہ کفر کی اور دین سے بیزارگی و برات کی مرتکب ہو جائیں گی اور متعہ کا دینے والے کے خلاف فریادی بن جائیں گی اور (یہ معلوم کر کے کہ متعہ کو حلال ٹھہرا کر ان ساتھ ہونے والی اس زیادتی اور بے داد کا دروازہ ہم نہ کھولا ہے تو) وہ ہم پر لعنت بھیجیں گیں گی

لیکن باز آئے کون؟ مگر سوال یہ ہے کہ جب ہر دین نئی نئی دہن ملے اور صرف ایک مٹھی گندہ بیکہ مسواک پیش کر دینے پر بھی یہ شادی انجام پذیر ہو سکے اور اس کے بعد نان و نفقہ و رہائش، بستہ اور لباس وغیرہ کی مکمل چھٹی ہو تو پھر ساری زندگی ایک عورت کے ساتھ مقید اور پاب رہنا اور اس کے بھاری بھر کم اخراجات برداشت کرنا کون گوارا کو سکتا ہے؟

زنے نو کون اسے خوبہ ہر نو بہار

کہ تقویم پارینہ ناید بکار

اگر منع ہی کرنا تھا تو پھر یہ چسکا کیوں ڈالتا تھا اور یہ دروازہ کھولنا ہی کیوں تھا؟ علی اللہ وصحتہ الروایۃ بھی امام کا یہ فرمان سن کر متعہ کا ہر شیدائی اور دلدادہ یہی کہتا ہوگا۔

اب تو نہ روک اسے غنی عادت سگ بگڑ گئی

میرے کریم پہلے ہی لقمہ تر کھلائے کیوں

علاوہ ازیں اگر سنت قائم کرنے تک اس کا جواز محدود تھا ہزار ہزار عورت سے متعہ

اگر نہیں اور اہل تشیع کے نزدیک قطعاً اس طرح نہیں درندہ بنے رسول ﷺ میں اور ائمہ معصومین کی خدمت میں حاضری کے وقت ان مخلصین کو قطعاً متعہ کرنے کی نہ جہتیں اور نہ امام عالی مقام کو منع کرنے کی ضرورت پیش آتی لہذا قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ شیعہ لوگ قطعاً متعہ کو ہر زمانہ اور ہر مقام میں جائز سمجھتے تھے لیکن امام عالی مقام نے ان پر مدینہ منورہ میں قیام کے دوران اس کو حرام ٹھہرا دیا تو امام جعفر صادق بھی خدا تعالیٰ کے حلال کو حرام ٹھہرانے کے مرتکب ہو گئے لہذا حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب پر اعتراض کا کوئی موقع نہ رہا۔

۲۔ امام موصوف نے صرف اپنی ذات پر سے یہ عار دور کرنے کے لئے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ امام جعفر صادق کے متعلقین متعہ کرتے ہیں اس کو حرام ٹھہرا دیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مومنین سے اس عار کو دور کرنے کے لئے کہ وہ شہوت کے پتے ہیں اور جہاں جاتے ہیں شہوت رانی کے درپے ہو جاتے ہیں اور مومنات کو اس اجرت والی اور بکاؤ مال ہونے کی ذلت اور عار سے بچانے کے لئے اس فعل کو حرام ٹھہرایا لہذا اس صورت میں اہلنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقدام زیادہ موقع اور متحسن ہو گیا۔

۳۔ اگر امام موصوف کے نزدیک واقعی یہ فعل یعنی متعہ اتنا بابرکت تھا اور موجب درجات عالیہ تو اس کو منع کرنا خیر کثیر میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے اور اپنے مخلصین کو محروم کرنے کا موجب۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قبیح سمجھا لہذا منع کر دیا مگر امام موصوف نے جائز و حلال بلکہ کارِ ثواب بھی سمجھا اور حرام بھی کر دیا تو کیا یہ حکم قرین قیاس ہو سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

### روایات کی صحت کا معیار

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ شیعی کتب میں متعہ کی حلت بلکہ اس کا رِثواب کا موجب ہونے اور درجات عالیہ کا کفیل ہونے کے متعلق ان گنت روایات موجود ہیں مگر سوال یہ ہے کہ

اب دونوں قسم کی روایات موجود ہوں تو ترجیح کس کو ہوگی؟ اس معاملہ میں ہم ائمہ کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۷۵ پر رقمطراز ہے:-

«روى عن النبی ﷺ وعن الانمة علیہم السلام انہم قالو اذا جاءکم

مسا حدیث فاعرضوه علی کتاب اللہ فما وافق کتاب اللہ فخذوه وما خالف

فاخذوا حوہ اور دور علینا» (وکذا فی الاستبصار ج ۲ ص ۸۵)

نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے اور ائمہ کرام سے کہ جب تمہیں ہماری طرف سے کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو جس کو اس کے موافق ہو اس کو مضبوطی سے تھامو اور اس کے خلاف ہو اس کو چھینک دو۔ لہذا اس ضابطہ اور قاعدہ کی رو سے صحیح اور قابل اعتبار وہ تو روایات ہو سکتی ہیں جن میں متعہ کی حرمت بیان کی گئی ہے کیونکہ قرآن حکیم کے مطابق وہ تو ہیں۔ اور جن میں متعہ کی حلت بیان کی گئی ہے اور اس کا تنظیم اجر و ثواب، وہ سراسر قرآن مجید کے خلاف ہیں۔ لہذا ان کا قابل اعتبار ہیں۔

تنبیہ: نیز یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ مذہب کی کتب میں ہر قسم کی روایات موجود ہیں۔ ان میں تصحیح و تضعیف اور جرح و تعدیل کی گنجائش ہے اور اس لئے انہوں نے بھی اسماء الرجال کتب وضع کی ہیں تو پھر اہل السنۃ پر کھڑے ان کی کتابوں میں کوئی روایت موجود ہوئے۔ الزامی کاروائی کا کیا جواز ہے؟ آخر انہیں بھی تو جرح و تعدیل کا حق حاصل ہے۔ اور ان کے نزدیک بھی تصحیح و تضعیف کا ایک معیار ہے لہذا جو اس پر پوری نہ اترے گی وہ ان کے نزدیک قابل قبول نہ ہوگی۔ بلکہ زحمتیں ان اصول و قواعد میں اہل السنۃ امام و پیشوا ہیں اور اہل تشیع کے مقلد اور پیروکار ہیں۔ چنانچہ ابوالحسن بن محمد اشعری مقدمہ تفسیر منہج الصادقین میں اس حقیقت

کا خود اعتراف کرتا ہے۔

خود اہل حدیث کہ ایں اعتراض از ناحیت ایشان است اکثر اصطلاحات خویش را از عامہ گرفته اند مانند حدیث مسلسل و مسند و مرفوع و مقطوع و مدرجہ و منوالہ و جادہ و در اخبار اہل بیت ایں اصطلاحات نیامده است الا آنکہ چوں محدثین ماکتب درایت اہل سنت را خواندند و روش آنانرا پسندیدند و اصطلاحات آنہارا مناسب یافتند (مقدمہ منہج ص ۲۶)

**ترجمہ:** وہ شیعی محدثین جن کو اہل السنۃ کے تفسیری اقوال نقل کرنے کی وجہ سے شیعی مفسرین پر اعتراض ہے خود انہوں نے اپنے اکثر اصطلاحات اہل السنۃ سے اخذ کی ہیں مثلاً حدیث مسلسل اور مسند، مرفوع اور مقطوع، مدرجہ اور منوالہ و جادہ وغیرہ۔ حالانکہ اہل بیت کے مرویات اخبار میں ان اصطلاحات کا نام و نشان نہیں ملتا لیکن جب ہمارے محدثین نے اہل سنت کی کتب درایت (اصول و قواعد) کا مطالعہ کیا اور ان کی روش اور طرز ان کو پسند آئی اور ان کی اصطلاحات ان کو مناسب معلوم ہوئیں تو انہوں نے بھی ان کو اپنالیا۔

الفرض جب شیعہ صاحبان کے نزدیک روایات کی درجہ بندی اور ان میں بعض کی بعض پر ترجیح اور بعض کا رد و تہج امر مسلم ہے تو اہل السنۃ جو ان قواعد و ضوابط کے موجد ہیں ان کو یہ حق کیوں نہیں دیا جاتا؟

### عند الشیعہ روایات کی کثرت و قلت معیار حق نہیں

رہا یہ عذر کہ متعہ کی حلت پر دلالت کرنے والی روایات مشہور و مستفیض ہیں اور حرمت پر دلالت کرنے والی اخبار آحاد کے قبیل سے ہیں تو یہ عذر قابل قبول نہیں۔ کیونکہ بقول علامہ نور علی طبرسی صاحب فصل الخطاب، قرآن مجید کی تخریف پر دلالت کرنے والی روایات مستفیض و مشہور ہیں بلکہ متواتر جن کی تعداد دو ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ جو قرآن مجید میں ہر قسم کے نقص پر دلالت کرتی

ہیں لیکن شیعی علماء شیخ صدوق علم الہدی سید مرتضیٰ اور طبرسی نے ان کو غلط اور ناقابل اعتبار قرار دے دیا اور قرآن مجید کو کامل و مکمل تخریف سے منزہ و مبرا اور ہر قسم کے نقص سے پاک اور مقدس تسلیم کر لیا جس سے صاف ظاہر کہ یہاں قلت و کثرت اور خبر واحد یا متواتر کا قطعاً کوئی لحاظ نہیں ہے۔ بس طبیعت جس کی طرف مائل ہو جائے اور دل کو بھٹا جائے۔

### متعہ کے مفاسد کا بیان اور عقلاً ناجائز ہونے کا ثبوت

اگر کوئی عقل مند خواہشات نفس کے جال سے آزاد ہو کر اور اپنی نفسانی ہوس سے مجر و ہو کر اس عقد فاسد کے مفاسد میں غور و فکر کرے تو قطعاً اس کے حلال اور جائز ہونے کا قول نہیں کر سکے گا۔

۱۔ اولاً کا ضائع ہونا اور تعلیم و تربیت اور تہذیب و شائستگی سے عاری ہونا متعہ میں لازمی امر ہے کیونکہ ایک جہاں گشت آدمی جہاں گیا اس نے متعہ کر لیا اور دو تین دن رہنے کے بعد دوسری اور تیسری جگہ چل رہا اگر ہر جگہ اولاد پیدا ہو گئی ہو اور اس سے دور رہ کر پرورش پائے تو ہر جگہ اس کا جانا مشکل اور سب کا اس کے پاس جمع ہونا مشکل۔ لہذا وہ اولاد ذاتی کی طرح بے کسی کی حالت میں وقت گزارے گی اور اخلاقی لحاظ سے بھی تہی دامن ہوگی۔

۲۔ اگر مختلف علاقوں میں متمتع کی بچیاں متولد ہوں تو ذلت و رسوائی حدت بڑھ جائیگی کیونکہ کفو میں ان کے نکاح کی صورت ہی کوئی نہ ہو سکے گی اور نہ ہی ان کی عزت و آبرو کا تحفظ کیونکہ والدہ بھی نت نئے سھوں کے ذریعے رہے گی کس کس کے پتے یاد رکھے گی اور کس کس کو اولاد کی اطلاع بہم پہنچائے گی پھر وہ فعلی یا نہ بھی کہاں سے کہاں جا چکا ہوگا۔

۳۔ اگر یہ شخص جگہ جگہ متعہ کرتا چلا گیا، اولاد پیدا ہوتی گئی تو میراث کا معاملہ بالکل الجھ کر رہ جائے گا۔ وراثت بھی تقسیم ہونے سے رہی کیونکہ کیا پتے اولاد کہاں کہاں پھیلے ہیں پھر لڑکے کتنے ہیں اور لڑکیاں کتنی؟ نیز اولاد کی وراثت کا معاملہ بھی الجھ جائے گا کہ باپ کدھر ہے؟ اور دوسرے بہن



اطلاقاً ناجائز ہے۔

۸۔ عقد متنہ خفیہ ہو گیا علق پھر گیا مرد تو چند دن کے بعد فارغ اب لڑکی اس حمل کے ساتھ کیا کرے اور اس لڑکی کا معاشرہ میں کیا مقام ہو گیا بتائے تو کیا بتائے اور چپ رہے تو کیسے اگر کہہ بھی سہی کہ یہ متنہ مقدسہ کا کرشمہ ہے زنا کا نہیں تو کون اعتبار کرے گا؟

۹۔ چلو خفیہ والی بات چھوڑیے عقد متنہ میں گواہ رکھے لیکن حمل پھر نہ پر وہ شخص انکار کر دے کہ یہ حمل میرا نہیں اس کو کون ثابت کر سکتا ہے کہ یہ اس کا ہے۔ نکاح میں لعان والی صورت موجود ہے۔ مگر متنہ میں تکلیف لعان بھی نہیں تو بلا حیل و حجت وہ متقی شخص فارغ الہال ہو گیا اور یہ وہاں صرف اس متنہ کی شائبہ لڑکی کے سر رہ گیا کہ اس مولود کی پرورش بھی کرے اور زنا کا رہوئے کی تہمت بھی برداشت کرے اور فصلی خاندان فقط قسم اٹھانے کا پابند بھی نہ ہو۔ ہائے مومنات کی بد قسمتی واہ رے مومنین کی بہا عیش و نشاط۔

۱۰۔ متنہ کو جائز رکھنے والے تو ڈنکے کی چوٹ پر کہہ رہے ہیں حمل کا خرچہ فصلی خاندان کے ذمے نہیں پڑے کہ بیغہ شدہ اگرچہ آئسٹن شوق خربے ندارد۔ (توضیح المسائل ص ۴۵۵)

متنہ میں نان و نفقہ اور رہائش کا بندوبست عورت کے اپنے سپرد ہوتا ہے۔ مرد صرف متنہ کی اجرت دیتا ہے آخر وہ عورت اپنی ضروریات کا انتظام کیسے کرے گی اور دوران عدت جو اس متنہ کی پابند ہوگی اپنے خرچ کا بندوبست کیسے کرے گی لازماً مزدوری وغیرہ کرے گی جو اس متنہ کرنے والے مرد کی عزت نفس کے خلاف ہے اور بازاری عورتوں کی طرح روز و شب کئی لوگوں سے رابطہ رکھے گی جس سے عصمت فردی کا وسیع دھندا شروع ہو جائے گا۔ کیا اسلام اس کی اجازت دے سکتا ہے؟

۱۱۔ جو عورت دو تین مرتبہ متنہ کر بیٹھے گی اور اولاد متنہ کو بھی جنم دے لے گی فصلی خاندان حاجت پوری کر کے گئے اب اس کا مستقبل کیا ہوگا؟ دائمی نکاح کے لئے تو اس کو کوئی شاذ و نادر ہی قبول

بھائی کتنے اور کہاں کہاں؟ کیونکہ متنہ تو ہزار ہزار عورت سے ہو سکتا ہے اور ایک دن اور رات کے لئے بھی بلکہ ایک دفعہ جماع اور قضا بشیوہ کے لئے بھی تو اتنا طویل حساب کتاب رکھنا بہت ہی مشکل اور ناممکن ہوگا بلکہ ان اعداد و شمار کے لئے تو بہت ہی وسیع حکم درکار ہوگا۔

۱۲۔ اگر سفر طویل ترین ہو اور ہر جگہ پڑاؤ ڈالنے وقت متنہ کا کاروبار جاری ہے اور متنہ عورت سے بچوں کا تولد ہوتا رہے تو جب دس گیارہ سال بعد ادھر گزرے تو وہاں ممکن ہے کہ یہ باپ جس نے اس عرصے میں بیٹی کی شکل ہی نہیں دیکھی اس سے متنہ کر بیٹھے کیونکہ وہ متنہ عورت تو ایک حیض یا ذیضہ ماہ کے بعد دوسری جگہ پھر تیسری جگہ متنہ کرنے میں لگی ہوگی اور اس عقد میں گواہ نہ اعلان تشہیر اور مکان اور رہائش گاہ کی پابندی اور مکان وغیرہ تو اس متنہ کا وہاں پر تھا نہیں جس میں بچی کی سکونت کا انتظام ہوتا اور مکان میں رہائش سے کچھ اندازہ لگ سکتا تو آخر اس ظلم سے بچنے کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

۱۳۔ متنہ کا بھائی یا بیٹا بھی اس سفر پر روانہ ہوا اور ان بچیوں کے ساتھ متنہ کرتا چلا گیا کیونکہ کوئی کہاں تک جملہ قرابت داروں اور متنہات کی تعداد یاد رکھے وہ تو ہزاروں کے ساتھ جائز ہے تو اس قباح سے بچنے کی آخر کیا صورت ہو سکتی ہے؟

۱۴۔ اگر ایک آدمی اس سفر میں ان عورتوں کے ساتھ متنہ کرتا جائے جو اس سے پہلے شخص سے متولد ہوئیں تا چالیس پچاس بہنوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے عدت کے اندر عقد متنہ لازم آجائے گا۔ جو انتہائی قبیح ہے اور جرم عظیم۔

۱۵۔ عقد متنہ میں ایک گواہ کی بھی ضرورت نہیں جو یہی چھپے عقد ہو گیا ماں باپ نے ایام متنہ میں دوسری جگہ نکاح اور نصہتی کردی لڑکی اس سے بچہ بھی نہیں کر سکتی (کیونکہ وہ خفیہ کا رو بار تھا) تو اب وہ عقد بیک وقت جمع ہو گئے اور اگر متنہ نے مدت متنہ کے بقایا دن معاف کر دیے اور اس طرح خدا خونی کا مظاہرہ کر بھی دیا تو کم از کم متنہ کی عدت میں دوسرا عقد لازم آ گیا اور یہ بھی

کرنے کا لازماً اس کو زندگی بھر اس متعہ پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں اس کے والدین کا معاشرہ میں کیا مقام ہوگا جن کا ہر ڈیڑھ دو ماہ بعد دنیا دامدین رہا ہوگا اور کرایہ کی ٹیکسی کی طرح ان کی بیٹی کو استعمال کر کے رفو چکر ہوتا رہے گا! اور ان کی اس بیٹی کا مستقبل کیا ہوگا؟ جو اجرت دینے والے کے انتظار میں آنکھیں فرش راہ کئے بیٹھی ہوگی۔

۱۲۔ متعہ عورت پر عدت وفات لازم ہے اور رواحت میں حصہ نہیں ہے تو چار ماہ دس دن آخر کس طرح اخراجات نکالے گی؟ اور کون اس کا پرسان حال ہوگا؟ جب خاوند کے دکھ میں دوسرے پس ماندگان کے ساتھ اس کی شرکت لازم ہے تو آخر اس کو ترکہ میں سے حصہ دے کر دوسری بیویوں کا ہم پلہ کیوں نہیں بنایا جاتا؟ بیوی ہے تو دونوں حقوق میں برابر ہوتی اور نہیں تھی تو عدت وفات سے پابندی سے رہائی پاتی اور اپنی گزران کا فکر کرتی کیا یہ اس پر ظلم و زیادتی نہیں اور اسلام اس کا روادار ہو سکتا ہے؟

### لمحہ فکریہ!

کیا ہے کوئی اپنی بہن اور بیٹی کی عزت کا پاس بان جو اس قسم کے گھناؤنے اور گندے فعل کو جائز رکھے اور الٹا اسے کار ثواب قرار دے بلکہ عین ایمان سمجھ اور اس کو اخروی فلاح و نجات کا دار و مدار قرار دے۔ کیا وہ نبی الانبیاء اور آخر الزمان پیغمبر جو مکرم اخلاق کی تجلیل و تہنیت کے لئے مبعوث ہوئے اور انسانیت کو علی اور فکری و فطری بلندیوں پر فائز المرام کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ان کی شریعت و ملت میں خسیس اور غلیظ نظریات و اعمال داخل ہو سکتے ہیں۔

﴿العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ﴾

### متعہ کا بطلان از روئے عقل

### متعہ ذلت و رسوائی کا موجب ہے اور بے عقلی کی دلیل

دلدادگان متعہ نے اس کے جواز پر انوکھا اور چونکا دینے والا استدلال یہ پیش کیا ہے کہ اگر حرمت روایت پڑتی ہے اور اس کا جواز درایت پڑتی ہے اور درایت و قیاس اور ولایت عقلی و اخبار اور دلائل عقلیہ پر مقدم ہے جسے کہ علامہ کاشانی نے منہج جلد دوم ص ۳۸۶ پر کہا:

روایت آں درایت است و نسخ آں روایت و ما طرح نمی کنیم درایت را بر روایت۔

المرح صاحب برہان المحمد ابو القاسم بن الحسین النبی الرضوی نے سید رضی علم الہدی کی کتاب انصار سے اور علامہ ابو الفتوح کی تفسیر رض الجنان سے اور ابن اورئس کی کتاب السرائر نقل کیا:

الہدیہ برہان عقل و نقل ثابت است ایت کہ ۱۔ کل منفعتہ لا ضرر فیہا فی عاجل و لا  
اخر فہی مباحۃ بضرورۃ العقل و ہذہ صلفۃ نکاح المتعۃ فیجہا مباحۃ بضرورۃ  
العقل ۲۔

(ص ۸)

یعنی جو قدر عقلی و نقلی برہان اور اولہ سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایسی منفعت جس میں نہ دنیا میں ضرر ہو اور نہ آخرت میں تو وہ تقاضائے عقل مباح اور جائز ہونی ضروری ہے اور علامہ متعہ میں بھی دنیا اور آخرت کے لحاظ سے کوئی ضرر نہیں ہے لہذا ضرورت عقلیہ کے تحت اس کا مباح اور جائز ہونا واجب و لازم آتا ہے۔

الغرض ان حوالہ جات سے یہ بات مہر و نیروز کی طرح عیاں ہو گئی کہ متعہ کی مباحیت پر اصل اور بنیادی دلیل شیعہ علماء کے نزدیک درایت اور قیاس عقل ہے اور دوسرے دلائل محض تاہید و تہذیب کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ ورنہ نقلی و دلائل کی صرف اس قدر اہمیت ہے کہ عقل کی

تائید کریں تو بہتر ورنہ ان کو رد کر دیا جائے گا اور عقل کہتی ہے کہ متعہ منفعت خالصہ ہے اور اس میں نہ دنیاوی ضرر اور نہ اخروی، لہذا مباح اور حلال ہے۔  
والجواب السدید ومنہ التوفیق والتسدید:  
یہ استدلال بوجہ باطل اور نفی ہے۔  
اول: اگر احکام کا دار و مدار عقل پر ہوتا تو پھر رسل کرام کو بھیجے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اور ان کو صرف اور صرف اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ یہ عذر ختم ہو جائے کہ ہمیں صحیح اور باطل عقائد میں درست اور ناجائز اعمال میں امتیاز معلوم نہیں تھا۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ عَلَىٰ سُلُوكِ السَّبِيلِ﴾

تاکہ رسولوں کی آمد کے بعد لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عذر اور بہانہ نہ مل سکے لہذا عقل انسانی مدار احکام نہیں ہو سکتی اور جتنے اختلاف مذاہب کفار و مشرکین وغیرہ میں موجود ہیں وہ سب عقل کی پیداوار ہیں اور بت پرست بھی عقل رکھتے ہیں اور ان کی عقل بھی اس پر تشکک جائز بلکہ ضروری بتلاتی ہے تو کیا علماء شیعہ ان کے تقاضائے عقل کو جائز رکھیں گے؟ بلکہ عقل کو شریعت کے تابع کرنا ضروری ہے اور اسے غلام رسالت رہنا لازم ہے۔  
عقل قربان کن پیش مصطفیٰ

دوم: علماء شیعہ نے اس قاعدہ اور ضابطہ میں صرف اپنا لحاظ رکھا اور اپنی معومات عورتوں کا خیال نہیں رکھا۔ ان کے لئے تو سراسر منفعت ہے کہ نہ بائش کا بوجھ نہ لباس اور نان و نفقہ کا، نہ وراثت سے حصہ بانٹنے کا خطرہ اور نہ ہی اولاد کا بوجھ۔ بلکہ جب چاہا انکار کر دیا کہ یہ میری اولاد ہی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ جیسے کہ مفصل طور پر یہ احکام دوسری جگہ بیان کئے گئے ہیں۔  
لیکن متعہ عورتوں کیلئے سراسر نقصان ہے اور وہ منکوحہ عورتوں کے حقوق سے کلیہً محروم

ہوتی ہیں اور صرف چند صاحب غرض اور ابا بش لوگوں کی ہوس نفس کا نشانہ بن کر رہ جاتی ہیں۔  
اب ان کیلئے دنیاوی لحاظ سے خسارہ ہی خسارہ ہے تو از روئے عقل ان کا متعہ حرام ٹھہرا لہذا عقل متعارض ہو گئے۔ اندریں صورت اس کے مباح اور جائز ہونے کو ضرورت عقل قرار دینا تو کوثر مغز ہونے کی دلیل ہے۔ اسلئے ابوالحسن شعرانی نے ایسی عورتوں کو رشیدہ اور صاحب مال ماننے سے انکار کر دیا جو اس عارضی اور انقطاعی عقد پر راضی ہو جاتی ہیں۔  
متعہ پر راضی لڑکیاں بے عقل ہیں  
تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شیعہ کتب میں دس سال کی لڑکی بغیر اذن ولی کے متعہ ہو سکتی ہے۔ مگر ابوالحسن شعرانی نے اس کو ناجائز قرار دیا اور ان روایات کو موضوع اور من گھڑت۔ مگر یہ اشکال سامنے آیا کہ شیعی فقہاء و مجتہدین نے بھی دس سالہ لڑکی کو خود مختار قرار دیا ہے اور وہ روایات ان فتاویٰ کے عین مطابق ہیں تو ان کو موضوع کیونکر کہا جاسکتا ہے؟ تو اس کا جواب دیتے ہوئے شعرانی صاحب نے کہا:  
آنها کہ جائز داشتن شرط کردند دختر رشیده باشد یعنی مصاحب و مفاسد خویش را تشخیص دهد و دخترے کہ چنین باشد بر گز راضی بقصد انقطاعی نئے شود و سرمایہ آبروئے خویش را بپا دہن و ہمیں عمل کا شرف رشد نبودن اوست۔  
(مقدمہ ص ۳۲)

جن فقہاء و مجتہدین نے دس سالہ لڑکی کے لئے بغیر والدین اور دیگر اولیاء کی اجازت کے مقدمہ متعہ کو جائز رکھا ہے۔ انہوں نے اس شرط پر جائز رکھا ہے کہ وہ رشیدہ ہو یعنی اپنے نفع و انسان کو سمجھ سکتی ہو اور موجب نفع و نقصان میں تمیز کر سکتی ہو اور جس لڑکی میں یہ استعداد ہوگی اس قدر شعور ہوگا وہ ہرگز ہرگز عارضی اور انقطاعی عقد پر راضی نہیں ہوگی اور اپنی عزت و آبرو کو سرمایہ کو بر با نہیں کرے گی اور جو لڑکی ایسا عقد کرتی ہے تو اس کے قہر اور بے شعور ہونے پر



یہی کافی دوائی دلیل ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ جب باشعور اور صاحب عقل و فہم لڑکی ایسے عقد پر رضامند ہو سکتی اور جو رضامند ہو جائے اس کی عقل و فہم اور شعور و تمیز سے عاری اور خالی ہونے پر دلیل کی ضرورت ہی نہیں تو پھر ان بڑی بی صلبہ میں عقل و شعور اور فہم و تدبیر نام کی کوئی شے ہو سکتی ہے؟ جن کی ساری زندگی ہی ہوس ناک لوگوں کی ہوس رانی میں گزر جائے اور وہ اولیا اور سرپرست کی فکر صاحب فہم و ادراک اور ارباب فکر و نظر سمجھ جاسکتے ہیں۔ جو اپنی بہنوں بچیوں اس طرح کے عقد کی اجازت دیں گے لہذا یہ کاروبار سر خلاف عقل و درایت ہے۔

### لمحہ فکریہ

اس سوال کا ابوالحسن شعرانی پر جواب دینا ابھی ادھار ہے کہ جب ایسے عقد پر رضامندی عقل و فہم سے عاری اور غیر رشید ہونے کی دلیل ہے تو فقہاء اور مجددین شیعہ نے کون رشیدہ بی بی کیلئے اس عقد متعہ کو جائز رکھا تھا؟ ظاہر ہے جو رشیدہ ہوگی وہ اس پر راضی نہیں ہوگی اور جو راضی ہے وہ رشیدہ نہیں تو بقول شعرانی صاحب کے نہ نو سن تیل ہوگا نہ رادھانا چے گی۔ کیا فعل دس گیارہ سالہ لڑکیوں کیلئے بے عقل اور بے شعور ہونے کی دلیل ہے۔ وہ عمر رسیدہ بزرگ عورتوں کیلئے عقل مند اور دانائی کی دلیل ہو سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

نیز جن محدثین نے ایسی روایات نقل کیں بلکہ تیار کیں اور ائمہ کرام کی طرف منسوب کیں اور درجات و مراتب بیان کرتے ہوئے متعہ کرنے والے کو انبیاء کرام اور ان عظام سے بھی بڑھا دیا۔ ان کے اندر عقل و تمیز اور نظر و فکر اور ادراک و شعور تسلیم کرنے کا جواز ہو سکتا ہے؟

سوم: عقل اس امر کو مستحسن اور جائز و مباح قرار دے گی جو دنیا کی طرح آخرت میں بھی

موجب عذاب و عقاب نہ ہو لیکن آخرت کے معاملات کا فیصلہ تو عقل کر ہی نہیں سکتی کیونکہ اس کا مقتدا دراک ہی نہیں تو پھر متعہ کی اباحت والا حکم امر محال پر موقوف ہو گیا۔

یعنی اخروی مضرت اور نقصان عقل کو متعہ میں معلوم نہ تو حوالہ دیا ہے اور مضرت سمجھ تو حرام اور ہی مضرت اور نقصان اسے معلوم نہیں لہذا متعہ کی اباحت و حرمت بھی اس کو معلوم نہیں ہو سکتی تو اس کو از روئے عقل واجب الاباحت قرار دینا اور اس کے جواز کو واضح اور روشن بدیہی امر اور دنیا حقوق کی جنت میں بسنے والوں کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ لہذا خود تراشیدہ دلیل ہی شیعہ خلاف ہے۔

چارم: جن لوگوں نے محارم کے ساتھ نکاح جائز رکھا اور مردوں کے ساتھ لواطت کو جائز رکھا اساعلمی، بشری اور نصیری شیعہ انہوں نے بھی اسی درایت کا سہارا لیا کہ یہ منفعت خالصہ ہے اور عقل اس میں کوئی مضرت پہلے نہیں ہے لہذا یہ امور مباح و حلال ہیں۔ تو اثنا عشریہ شیعہ اپنے بھائیوں کی اس درایت کو کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں لہذا انہیں ان امور کو جائز رکھنا لازم اور بظہر اور اگر ان شیعہ کی درایت اثنا عشری شیعہ کے نزدیک غلط ہے کیونکہ محارم کے ساتھ لواطت کو اور مردوں کے ساتھ لواطت کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ لہذا یہ فعل آخرت موجب عذاب و عقاب ہے۔ تو ہمارے نزدیک عقد متعہ چونکہ ممنوع حرام ہے لہذا اس کا اباحت آخرت میں مضرت اور نقصان دہ ہے۔ لہذا از روئے عقل و درایت اس کو حلال ٹھہرانے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اور اثنا عشریہ شیعہ کی یہ درایت سراسر باطل ہے اور ناقابل التفات و اعتبار بقول ابوالحسن شعرانی بدتمیزی اور بے عقلی کی روشن عیاں اور آشکار دلیل ہے۔

پنجم: ائمہ کرام سے منقول و مروی ہے کہ متعہ مؤمنین عورتوں کے لئے موجب ذلت ہے لہذا کے ساتھ متعہ نہ کرو۔ کنواری بچیوں کے لئے موجب عار اور تنگ ہے اور ان کے خویش

واقارب کیلئے بھی لہذا اگر وہ اور ناپسندیدہ فعل ہے۔ جیسے کہ مفصل بیان ان کا گزر چکا تو اس میں بھی عقلی قباحت کا بیان ہے نہ کہ شرعی قباحت کا۔ ورنہ فرماتے اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام فرمایا ہے۔ جب دلیل نقلی ذکر نہیں کی بلکہ اس کا از روئے عقل موجب دلالت و رسوائی اور باعث عار و عیب ہونا ذکر کیا ہے اب ان کی روایت درست ہے تو اس کی اباحت واجب اور لازم سمجھنا غلط اور عقلی دلیل بے بنیاد ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو ائمہ کرام کو تقاضائے عقل سمجھنے سے عاری اور قاصر سمجھنا لازم نہ ہوگا۔ لیکن ائمہ کا فرمان یقیناً عقل سلیم کا ترجمان ہے۔ اور جو کچھ ان علماء نے ذکر کیا ہے وہ تقاضائے نفس اور مقتضائے قوائے حیوانی لہذا اللہ تعالیٰ درایت کا اسلام اور شریعت مصطفویٰ ﷺ میں قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔

**سوال:** متعہ زنا سے بچنے کا ذریعہ ہے اور جو حرام سے بچنے کا ذریعہ ہو وہ واجب نہ ہو تو کم از کم اس کا استیصال کیا جائے؟  
 اس کا جواب یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اگر عورت کے لئے عیبت ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے۔

﴿يُحَرِّمُ اللَّهُ عَمْرَ مَا كَانَتْ الْمُتْعَةُ إِلَّا رَحْمَةً مِنَ اللَّهِ رَحِمَ بَهَا أُمَّةً مُجْتَمِعَةً﴾  
 ﷺ ولولا نهيہ عنها ما احتاج إلى الزنا العاقلی  
 اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن الخطاب پر رحم کرے متعہ نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت میں اس کے ساتھ اس نے امت محمدیہ پر رحم فرمایا۔ اگر عمر بن الخطاب کی طرف سے منع اور نبی نہ ہوتا تو زنا کی طرف محتاج نہ ہوتے مگر شوق اور بد بخت یا قلیل ترین مردم۔  
 (برہان ص ۹ تجلیات صداقت بحوالہ تفسیر کبیر و نہایہ بن کثیر و درمنثور)

والجواب الشافعی بتوفیق الکافی:

اولاً: یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ متعہ کی ممنوعیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام مجید میں ثابت اور سرور

کی طرف سے بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف اور دیگر کتب معتبرہ میں ثابت ہے کہ آیات مبارکہ اور احادیث مقدسہ اس ضمن میں صراحت و وضاحت نہ تھی بیان کی جا چکی ہیں۔ لہذا یہ بات تو قطعاً قرین قیاس نہیں کہ صحاح ستہ کی مرفوع و متصل روایات کو چھوڑ کر صرف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذاتی قول اختیار کر لیا جائے اور وہ بھی ان لوگوں سے جن کی صحت کا التزام ہی نہیں کیا گیا۔ یا سن حدیث سے ہی تعلق نہ رکھتی ہوں۔

ثانیاً: اہل سنت کے نزدیک حضرت ابن عباس اپنی تمام تر علمی عظمت اور برتری کے باوجود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برابری اور ہمسری نہیں کر سکتے۔ علی الخصوص جبکہ وہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں اعلان فرما رہے ہوں کہ سرور عالم ﷺ نے اس سے منع فرمایا تھا اور اگر کوئی شخص چار گواہ ایسے پیش کر دے جو اس امر کی شہادت دیں کہ آپ نے دوبارہ اس کی اجازت دے دی تھی تو میں بھی اس کی تہنیت کا حکم واپس لے لوں گا۔ جیسے کہ ابن ماجہ شریف میں ہے۔ اس سے یہ روایت عرض کی جا چکی ہے۔ جو کہ سید عالم ﷺ کی طرف سے تحریم متعہ پر صحاح کی حیثیت رکھتی ہے لہذا اس کے بعد حضرت ابن عباس کے ذاتی خیال کے ساتھ جواز پر استدلال کی طرح بھی روا نہیں ہو سکتا بلکہ اس قول کی مناسبت تو جہد ہو سکے تو بہتر و نہ اس طرح انداز کریں گے۔ نہ کہ آیات مبارکہ، احادیث طیبہ اور اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان اور یہ دلیل اس قدر اہم تھی تو آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کیوں نہ بیان فرمایا اور پوری امت پر مہربانی کیوں نہ فرمادی۔

ثالثاً: زنا سے بچانے والا وہی امر مستحب ہو سکتا ہے جو بذات خود ممنوع نہ ہو۔ اگر حرام کے جواز نکاح میں کوئی شخص یہی دلیل پیش کر دے تو کوئی صاحب عقل اس کی صحت اور قبولیت کو بھی نہیں کر سکتا ہے۔ اس لئے جب اس کے جواز اور اباحت میں ہی بحث و کلام ہے اور وہ

خود بھی از روئے قرآن وحدیث اور اجماع ممنوع ہے تو اس کا ارتکاب زنا کا ارتکاب ہے۔  
سے مانع کیونکر ہوگا۔

رابعاً: بعض اوقات ایک ایسا امر اور معاملہ پیش آتا ہے جس میں محض اور مفید دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ مفید اور کارآمد پہلو کے لحاظ سے اگر اس کا مشروع اور مباح ہونا رحمت و رافت ہے تو نقصان دہ پہلو کے لحاظ سے اس کا حرام اور ممنوع ٹھہرایا ناجہی سراسر رحمت وعنايت ہوگا۔ ثاب اور جو اس پہلے پہل اسلام میں ممنوع نہیں ٹھہرائے گئے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فبہما اثم کبیر ومنافع للناس والتمہما اکبر من نفعہما﴾

ان دونوں میں بہت بڑا نفع بھی ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی اور ان کی گنہگار  
ان کے منافع سے زیادہ ہے۔ مگر بایں ہمہ فوری طور پر ان کو حرام نہ کیا گیا بلکہ عرصہ بعد اس  
کر یہ کو نازل فرما کر ان کی حرمت واضح کر دی گئی۔

﴿انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان

فاجتنبوہ لعلکم تفلحون﴾

جس میں نیست کہ شراب جوا، تھان اور فال گیری نجس امور ہیں اور شیطانی امور ہیں۔  
ان سے بچنا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

اس ارشاد ربانی سے ہر مسلمان بخوبی اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے مثلاً شراب کو ابتداء  
حرام نہ فرمانا بھی ظلم نہیں تھا بلکہ ارحم الراحمین کی طرف سے رحمت کا اظہار تھا اور آخر میں اس کو  
اور نجس قرار دینا اور شیطانی عمل قرار دینا بھی ظلم نہیں بلکہ سراسر رحمت ہے۔ علی ہذا القیاس۔

احکام شرعیہ تدبیراً اور آہستہ آہستہ لاگو کئے جاتے رہے تو پہلے پہل ان کو مقید نہ ٹھہرایا بھی  
رحمت تھا اور بعد ازاں ان کے ساتھ مقید اور مکلف ٹھہرایا بھی سراسر رحمت۔ ابتداء اسلام

لوگوں کے متعلق چار کی تسنیں نہیں تھیں بعد ازاں ان کی آخری حد چار مقرر کر دی گئی لہذا دونوں  
لوگوں میں کوئی نہ کوئی مصلحت اور بہتری بھی موجود ہے اور کوئی نہ کوئی تفتیق و تکلیف والا پہلو بھی

ہے۔ تو اگر ابتدائی حالت کی مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی کہے کہ اگر یہ تبدیلی نہ آتی تو فلاں  
مصلحت اور مصلحت حاصل ہوتی تو اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ آخری حالت میں مصلحت اور

الافیت ہی نہیں ہے یا اس کو پہلی پر فوقیت و رجحان حاصل نہیں ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ عورتوں کی  
حرام تک تحدید نہ ہوتی تو زنا کا ارتکاب کم ہوتا۔ کیونکہ امراء و رؤسا سے زیادہ رکھنے پر قادر

ہوتے ہیں اور مزید کی رخصت نہ ہونے پر زنا کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ تو کسی حد تک بات  
رحمت ہو سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عواقب امور کا حتمی علم یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے

کہ یہ حد بندی بھی سراسر رحمت وعنايت ہے اور اس میں عورتوں کے حقوق کی زیادہ گنجائش کی  
گئی ہے۔ اس طرح متعہ کو کبھی اضطراب اور مجبوری کے تحت مباح کیا گیا تو بھی عین مصلحت اور بعد

اس حرام ٹھہرایا گیا تو وہ بھی عین مصلحت اور اس میں بھی عورتوں کے حقوق کی پہلے کی نسبت  
زیادہ گنجائش اور رعایت کی گئی ہے۔ لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول متحد کی  
حکمت کے منافی نہیں ہے۔

مثلاً مسألاً: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی متعہ کا ابتداء اسلام میں مباح ہونا اور بعد

اس میں اس کا منسوخ ٹھہرایا جانا ثابت ہے۔ جیسے کہ قبل ازیں عرض کیا جا چکا ہے۔ تفسیر درمثور میں  
ابن ابی حاتم کے حوالہ سے مذکور ہے۔

﴿کان متعۃ النساء فی اول الاسلام (الی) وکان یقرع فما استمتعتم بہ  
منہن الی اجل مسمیٰ نسختھا محضین غیر مسافحین وکان الاحصان ببید  
الرجل یمسک متی شاء ویطلق متی شاء﴾



یعنی متنعہ آغاز اسلام میں جائز تھا (تا) اور قول باری تعالیٰ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ﴾ کے بعد ﴿الِیْ اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ پڑھا جاتا ہے۔ جس کو قول باری ﴿مُحْصِنِیْنَ غَیْرِ مَسَافِحِیْنَ﴾ منسوخ ٹھہرا دیا اور عورت کے احسان اور عزت و آبرو کے تحفظ کا معاملہ مرد کے ہاتھ میں دے دیا گیا وہ جب تک چاہے اسے اپنے عقد نکاح میں رکھے اور جب چاہے طلاق دے دے۔

تفسیر و منشور میں یہی اور طبرانی کے حوالے سے حضرت ابن عباس کا یہ ارشاد منقول ہے۔

﴿كَانَتْ الْمُتَنَعَةُ فِیْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ وَكَانُوْیُقِرُّوْنَ هَذِهِ الْاٰیَةَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی (الِی) حَتّٰی نَزَلَتْ هَذِهِ الْاٰیَةُ حُرْمَتِ عَلَیْكُمْ اِمْهَاتِكُمْ الْاٰیَةَ فَنَسَخَ الْاَوَّلُیْ فَحُرْمَتِ الْمُتَنَعَةِ وَتَصْدِیْقُهَا مِنَ الْقُرْآنِ الْاَعْلٰی اَزْوَاجَهُمْ اَوْ مَمْلُكَتِمْ وَمَا سَوٰی هٰذَا الْفَرْجِ فَهَمَّ حَرَامٌ﴾

متنعہ ابتداء اسلام میں مباح تھا اور اہل اسلام اس آیت کی تلاوت اس طرح کیا کرتے تھے یعنی ﴿الِیْ اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ کے اضافہ کے ساتھ جس کا مطلب یہ ہوتا کہ جن عورتوں کے ساتھ تم ایک مدت مقرر تک نفع اندوز ہوتے رہے تو انہیں ان کی اجرت ادا کرو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا ﴿حُرْمَتٌ عَلَیْكُمْ اِمْهَاتُكُمْ﴾ الخ۔ تو اس نے پہلی آیت اور قرأت کو منسوخ ٹھہرایا اور متنعہ حرام ہو گیا۔ اور اس کی حرمت کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ ﴿اَلَا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ﴾ یعنی نکاح پانے والے صرف وہی مومن ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی محافظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں پر یا مملوکہ لونڈیوں پر اور اس کے علاوہ تمام فرج حرام ہیں۔

ان دونوں روایتوں سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک بھی متنعہ کو حرام کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس نے ﴿الِیْ اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ کی تلاوت اور اس کے حکم

کو منسوخ ٹھہرایا ہے اور اس نے اس نسخ اور رفع اباحت میں مملکت اور رحمت الہی لہذا حضرت ابن عباس کی ان روایات کو نظر انداز کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اور اس روایت کے ساتھ ان کی منافات بھی نہیں کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت باہتمام تام نفاذ اور عمل درآمد کرانے کے لحاظ سے ہے۔ اور اس کی ممنوعیت کا اعلان کرنے کے عذر اور تعلل ختم کرنے کے لحاظ سے ورنہ ایک جائز اور مباح کو حرام ٹھہرانے والے اور شریعت میں تغیر و تبدل کرنے والے شخص کے لئے دعاء رحمت کا کیا مطلب؟ حالانکہ آپ نے لکری دعا رحمت کے ساتھ کیا ہے۔

سراسماً: زنا سے مانع ہونے کے لحاظ سے متنعہ کا وجوب یا احتباب اس وقت ثابت ہوتا جب اس کے علاوہ دوسری صورت موجود نہ ہوتی جب نکاح دوام یا لونڈیوں کے ساتھ نکاح جیسی صورتیں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادی ہیں تو پھر اس کا احتباب وغیرہ کیسے ثابت ہو گیا؟

سابعاً: اگر متنعہ صرف اس لئے مستحب ہو نا لازم ہے کہ اس میں بوجھ زیادہ برداشت نہیں کرنا پڑتا تو پھر حراز کے ساتھ نکاح دوام کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں اس کا حکم دیا جانا چاہیے تھا۔ حالانکہ اس ارحم الراحمین نے دوسروں کی لونڈیوں سے نکاح کرنے کی رخصت دی مگر متنعہ کی رخصت نہ دی اور یہ رخصت بھی خوف زنا کے تحت دی اس لئے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَیْرٌ لِّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

اور لونڈیوں کے ساتھ نکاح کی رخصت تم میں سے اس شخص کے لئے ہے جو حزم و تہجد سے خوفزدہ ہو (اور زنا کے ارتکاب سے اندیشہ ناک ہو) اور صبر کرنا تمہارا بہت بہتر ہے (لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے) اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحمت والا ہے اس ارشاد تعالیٰ سے صاف ظاہر کہ رحمت کا اظہار اس نے صرف اس صورت میں فرمایا کہ حرہ سے نکاح کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں

لوندی کے ساتھ نکاح کی اجازت دے دی۔ اگر منہج رحمت ہوتا تو اس کا ذکر از حد ضروری تھا کیونکہ لونڈیوں میں نہ تو تہذیب و شائستگی اور تربیت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اولاد آزاد اور مالک حریت ہوتی ہے بلکہ لونڈی کے مولیٰ کی غلام بن جاتی ہے اور قیمت ادا کر کے باپ کو آزاد کرانا پڑتی ہے۔ اور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: کہ جس میں نکاح کرنے کی ہمت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے کیونکہ اس سے شہوانی طاقتوں کا قلع قمع ہو جائے گا۔ لہذا اہم الرحمن اور رحمۃ اللعالمین ذاتوں نے جو صورت بیان فرمائی رحمت وہی ہے۔ اور سراسر مصلحت بھی وہی ہے نہ کہ ہم اپنی درایت اور دلالت قتل سے جنسوں کے نئے باب کھولنے لگ جائیں۔

### منہج خالص زنا ہے

جب کلام مجید کی آیات بینات سید الانبیاء علیہ السلام اجماع صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت اتفاق سے منہج کی منسوخیت اور اس کی حرمت ثابت ہو گئی تو اب بلا ریب و تردد ہم کہتے ہیں کہ منہج بالکل زنا ہے۔ اور اس کا مرتکب زنا کار اور فاسق و فاجر ہے اور یہی حکم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جیسے کہ یہی فی نقل کیا ہے کہ آپ سے منہج کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا بھی الزنا بعینہ۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۱۵۰)

لیکن شیعی علامہ محمد حسین ذھکو صاحب اس بات پر بہت زنجیدہ و کیدہ بلکہ سرایا غیظ و غضب اور جہم اشتعال بنے نظر آتے ہیں کہ منہج کو زنا اور فحش ترین فعل کیوں قرار دیا گیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

تو اس کا مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول خدا ﷺ نے زنا کو حلال کر دیا؟ حالانکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ منہج ابتداء اسلام میں مباح و حلال تھا۔ (تجلیات صداقت ص ۳۰۰)

اقول و علی تو فقیہ اہول:

ہماری گزارشات کے مطابق کتاب و سنت، اجماع امت اور علی الخصوص ائمہ اہل بیت کرام کے ارشادات سے اس فعل کی اباحت اور رخصت منسوخ ہو چکی اور اس کی حرمت ثابت ہو چکی تو اس کے بعد وہ یقیناً زنا ہے اور اس کا مرتکب فاسق و فاجر اور جب تک اس کی حرمت بیان نہیں ہوئی تھی تو اس کا مرتکب زنا کار نہیں تھا۔ علامہ موصوفی الہی ہے کہ جو فعل حرام ہونے کے بعد زنا کہلاتا ہو اس کو تحریم سے پہلے بھی زنا کہا جاسیے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ ﷺ پر زنا کے حلال ٹھہرانے کی وجہ سے فتویٰ لگانا چاہیے۔ اب اس علامہ کو کون سمجھائے کہ عورت کے ساتھ جنسی تعلقات کی حدود شرعیہ سے تجاوز زنا کہا جاتا ہے۔ اور تو ان و احکام شرعیہ کی مخالفت زنا ہوگی نہ کہ مخالفت و تجاوز سے قبل ہی کوئی فعل زنا بن جائے گا۔

مثلاً ہماری شریعت میں میں دو بہنوں کو ایک شخص اپنے عقد کی نکاح میں نہیں رکھ سکتا لیکن پہلی شریعتوں میں یہ صورت عقد کی مباح اور جائز تھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے عقد میں دو گئی بہنیں تھیں حضرت لیا جو یہودہ کی والدہ تھیں اور حضرت راحیل جو سیدنا یوسف علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ اور موجودہ احکام میں تفاوت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ ﴿وَأَنْ تَجْعَلُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾

اور تم پر دو بہنوں کو عقد کرنا میں جمع کرنا حرام کر دیا گیا ہے مگر وہ جو زنا چکا تو اس فرمان خداوندی کے بعد ایک بہن کے ہوتے ہوئے دوسری بہن سے شادی کرنے والے اور جنسی تعلق قائم کرنے والے کو زنا کا مرتکب نہیں کہیں گے اور کیا علامہ موصوفی یہاں بھی ہم پر یہی اعتراض کریں گے کہ ان کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو حلال کر دیا تھا؟

نیز حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں چونکہ سوائے آپ کی اولاد کے نسل انسانی وجود ہی نہیں تھا تا کہ ان کے ساتھ رشتہ واریاں قائم کر کے نسل انسانی کو بڑھایا جاسکتا اور اس نور کی بقا کا سامان کیا جاسکتا لہذا اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم وحواء علیہما السلام میں باہمی ازدواجی تعلقات

قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ اور اس طرح ہوتا تھا کہ ایک ملین کے لڑکے لڑکی کا دوسرے ملین کی لڑکے لڑکی کے ساتھ باہم نکاح کر دیا جاتا جیسے شیعیہ کے عظیم مفسر علامہ طبری نے مجمع البیان میں اور انجی کے مورخ نے روضہ الشہداء میں اس کی تصریح کی ہے بلکہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس طرح منقول ہے ملاحظہ ہو۔

(انوارنعمانیہ ص ۲۶۳ مؤلفہ سیف نفی اللہ الجزائری)

لیکن یہ حوالہ جات نقل کرنے کے بعد جزائری نے ڈھکوسا صاحب کی طرح اس پر اعتراض کر دیا کہ وہ دونوں ملین والے بہن بھائی تھے لہذا ان کا باہمی نکاح کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ اور یہ تو سراسر مجوسیت ہے اور ان کا منی تعلق قائم رکھنا زنا کا ارتکاب کرنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جس کا جواب دیتے ہوئے قاضی محمد طہانی نے اپنے استاد کاشف الغطاء کے حوالہ سے کہا:

﴿ان الزنا ليس الا مخالفة القوانين الشرعية والنواميس المقررة من المشرع الحكيم وحيث ان في بدء الخليقة لا يمكن التماس الابهاد الوضعية اجازة الشرع في وقتہ بوجود المقتضى وعدم المانع﴾ (حاشیہ انوارنعمانیہ ص ۲۶۳)

یعنی زنا قوانین شرعیہ کی مخالفت کا نام ہے اور منبع حکمت سے صادر ہونے والے الہامی دائمی احکام کی خلاف ورزی کا اور ابتداء تحقیق میں تو والد و تاسل کا سواے اس وضع طریقہ کا امکان ہی نہیں تھا لہذا اشریعت نے اس وقت میں اس عقد کے جواز و اباحت کا متفقین اور موجب موجود ہونے کی وجہ سے اور مانع و موجب تحریم موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کا جائز رکھا اور جب یہ ضرورت پوری ہو گئی تو حفظ نسل اور احکام وراثت وغیرہ کی خاطر اس کو حرام فرمایا لہذا اس کو زنا یا مجوسیت سے تعبیر کرنا سراسر غلط ہے۔

الفرض اب بہن بھائی کے عقد اور منی تعلق کے زنا ہونے میں کسی کو بحث اور کلام نہیں ہو سکتا۔ اور ابتداء و آغاز میں خود اسے کرام سے اس کا وقوع اور تحقیق منقول ہے اور شیعی مفسر و

دورخ اور فقہا بھی اس کے قائل ہیں۔

لہذا علامہ ڈھکوسا صاحب کا متنع کی اباحت و رخصت کے حرمت سے بدلنے اور زنا بہن بھائی پر حیرت و تعجب کا اظہار بذات خود محل تعجب ہے اور سراسر گھبرائش اور سرگردانی کا مظاہرہ ہے۔ ورنہ تحقیق و تدقیق کی دنیا میں ایسے تو ہمارے قائل کے علم و تحقیق کے نہیں بلکہ عقل و فہم کے لحاظ سے مفلس و فلاح ہونے کی بین برہان ہوا کرتے ہیں۔

## اس فتویٰ کی زد میں کون لوگ آتے ہیں؟

علامہ موصوف فرماتے ہیں۔ یہ فتویٰ دیکھنے سے قبل یہ دیکھنا تھا کہ اس کی زد میں کون کون بزرگ آتے ہیں۔ جوش کے ساتھ ہوش کی بھی ضرورت ہے ورنہ لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔

(تجلیات ص ۳۰۰)

الجواب الصواب بتوفیق معطی السداد:

تحریم سے قبل یا اس کے علم سے قبل جو بزرگ سے بزرگ تر ہستی بھی اس فعل کا ارتکاب کرے اس پر کوئی فتویٰ لگ ہی نہیں سکتا جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام یا حضرت آدم علیہ السلام جنہوں نے خود اولاد کا باہمی ازدواجی تعلق قائم فرمایا۔ کیونکہ اس وقت یہ تعلق ممنوع و حرام نہیں تھا۔ لہذا ان پر فتویٰ لاگو نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ان حضرات صحابہ پر بھی جو تحریم سے قبل عقد متعہ کے مرتکب ہوئے اور بعد ازاں اگر کسی کو تحریم کا علم نہیں ہوا کہ تو وہ معذور سمجھا جائے گا۔ بوجہ لاعلمی کے نہ کہ اس کا وہ فعل مباح اور جائز ہو گا۔

علامہ موصوف نے یہاں بھی اپنی حیثیت و نصیحت کے برعکس جوش کا مظاہرہ کیا۔ ہوش کا مظاہرہ نہیں کیا معذور سمجھا جانا اور مواخذہ نہ کیا جانا علیحدہ امر ہے اور اس فعل کا مباح اور جائز ہونا علیحدہ امر ہے۔ ایک شخص عدا جھوٹ بولتا ہے تو وہ لعنت کا مستحق ہے۔ ﴿لَعْنَةُ اللَّهِ



عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۱﴾ لیکن غلط فہمی کی بنا پر نادانستہ ایسی بات سرزد ہو جائے جو خلاف واقعہ ہو مگر اس کا گمان یہی ہے کہ جو میں نے کہا ہے واقعہ و حقیقت بھی اسی طرح ہے تو وہ لعنت کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور معذور سمجھا جائے گا۔ لہذا علامہ موصوف نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ صرف شاعرانہ انداز بیان اور صرف الفاظ کا کھیل ہونے کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور تحقیق و تدقیق کی دنیا میں پرکھ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔

الغرض کتاب و سنت اور ائمہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال اور عقلی و نقلی دلائل سے یہ امر واضح اور عیاں ہو گیا کہ متحدہ معروفہ حرام ہے اور اس کا مرتکب زنا کا رہے اور اس کی حلت و اباحت پر کوئی آیت اور حدیث دلالت نہیں کرتی اور اس ضمن میں شیعہ حضرات کے دلائل کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

## کلمۃ التقدیم

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں ہے کہ دین اسلام نے اللہ تعالیٰ کی ادا و اداعت اور اس کی الٰہی وعدہ ﴿يُظْهِرُ﴾ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ کے تحت تمام ادیان عالم پر غلبہ اور برتری حاصل کر لی اور صرف دلائل و براہین سے اس کا مقابلہ ناممکن نہ بنایا بلکہ غازیان اسلام کی روز افزوں ادوات سے اس کو اطراف و اکناف کے ممالک میں حکمیں اور غلبہ ظاہری بھی عطا فرمایا حتیٰ کہ ایران، عراق، شام، فلسطین اور مصر وغیرہ سے مجوس، یہود اور عیسائی سلطنتوں کی بیخ کنی کر کے اپنے وعدہ ازلی ﴿وَلَيَسْكَنَنَّ لَهُمْ دِينُهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ﴾ کے مطابق وہاں پر دین اسلام کی حکومت قائم فرمائی اور یوں دین اسلام نظریاتی سطح پر بھی غلبہ اور تفوق سے بہرہ ور ہوا اور نظام کی حیثیت سے بھی نمایاں مقام حاصل کرنے والا مذہب قرار پایا لیکن دشمنان اسلام نے میدان کارزار میں گوعازیان اسلام کے مقابلہ و مقاتلہ کی ہمت اپنے اندر نہ پائی مگر اس کو دل و جان سے تسلیم بھی نہیں کیا تھا اور بالکل ہی سپر انداز اور تنہد یہ بھی نہیں ہو گئے تھے بلکہ انہوں نے محاذ بدل کر لڑنے کا فیصلہ کیا جس کے لئے تجویز یہ طے پائی کہ اسلام میں داخل ہو کر اہل اسلام کا بظاہر ہموار بن کر ان میں ملک و سلطنت اور حکمرانی اور جہانبانی کے استحقاق کے لحاظ سے جھگڑا پیدا کر دو تاکہ باہم جنگ و جدال تک نوبت آجائے اور ہم ان کی ضرب بھائے شمشیر سے صرف محفوظ ہی نہ ہو جائیں بلکہ ان کے باہمی جنگ و جدال اور قتل و قتال کو دیکھیں اور بغلیں بجائیں اور خود ان کی تلواریں ان سے ہمارے بدلے لیں چنانچہ عبداللہ بن سباؓ یہودی نے ۳۵

میں اسلام کا بارہ اوڑھ کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف یہی سازش کی اور بنو امیہ بنو ہاشم کا نکر او پیدا کر کے اور ہزاروں مسلمانوں کو اپنی تلواروں سے تہ تیغ ہوتے دیکھ کر اور مسلمان فتوحات کی بکسر بندش دیکھ کر گھگی کے چراغ جلائے ملاحظہ ہو (ناخ التواریخ جلد ثانی صفحہ ۲۲۲) لیکن صرف اس اقدام سے ان کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہی ہوا بلکہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی کریم علیہ السلام کی اس غیبی خبر کو سچا کر دیا ﴿ان ایسی هذا سید لعل اللہ یصلح بہ بین فتنین عظیمین من المسلمین﴾ کہ میرا یہ پیار وار ہے اور عالی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بدولت اہل اسلام کے دو عظیم گمراہوں میں صلح کر دے گا۔

چنانچہ آپ نے اپنی خلافت و امارت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کر کے باہمی انتشار و اختلاف کا سد باب کر دیا اس لئے انہوں نے اس سازش کے ساتھ ساتھ نظریاتی اور عملی محاذ پر بھی دین اسلام کے خلاف سازش کا ناکام منصوبہ بنایا اور اہل اسلام کو غلط نظریات اور فاسد عقائد اور گمراہ کن اعمال و افعال کے ذریعے بے دین بنانے کی کوشش کی تاکہ اگر مسلمان کہلا میں تو بھی حقیقت میں مسلمان نہ ہوں بلکہ مجوسی، یہودی اور نصرانی یا مادر پدر آزاد ہوں چنانچہ اسی مقصد کو بروئے کار لاتے ہوئے یہود و مجوس وغیرہ نے اہل اسلام میں حلول و اتحاد و تجسیم تشبیہ والوہیت علی والوہیت اولاد علی، نبوت علی وآل علی، خلافت بافضل اور وصیت وغیرہ کے عقائد داخل کئے معرفت امام کو نماز و روزہ کی جگہ کافی قرار دے کر اعمال کی اہمیت کو ختم کر دیا بلکہ ان کو عیاش، شہوت پرست اور آوارہ بنانے کے لئے ہزار ہزار عورتوں کے ساتھ متعہ کو جائز قرار دیا اور گواہوں کے تکلف کو بھی ختم کیا اور ساتھ ہی نان نفقہ اور سکونت مہیا کرنے کے ہار گراں کو بھی معاف کر دیا اور اجرت بھی اتنی معمولی رکھی کہ ہر کس و ناکس ہزاروں عورتوں کو وہ اجرت مہیا کر سکے یعنی جو یا گندم کی مٹھی، سو یا ک یا پانی کا گلاس پھر اس پر بھی بس نہ کی بلکہ قوم لوط کے عمل کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ مباح قرار دے دیا یعنی اپنی عورتوں کے ساتھ لواطت کو مباح قرار

دیا اور مجوس کے نظریہ تحلیل محارم کو بھی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اسلام کا حصہ بنایا یا مجوس کا یہ وہ یہ ہے کہ ماں، بہن اور دیگر محارم انسان کے لئے حلال ہیں مگر انہوں نے تھوڑے سے ریشم کے ٹکڑے کو آتش تامل پر پلیٹ کر ماں، بہن اور خالہ چھو بھی سے مباشرت کو جائز کر دیا اسی طرح ہمارے پارٹس کے طور پر عورتوں کو استعمال کرنے کا طریقہ جاری کر دیا مثلاً ایک شخص کی لوڈی ہے اور دوسرے کو ضرورت پیش آگئی تو وہ چند دن کے لئے متاع مستعار کے طور پر استعمال کر کے واپس کر دے بلکہ آقاؤں اور غلاموں میں کاروباری شراکت کے طور پر اس جنسی تعلق کو مباح کر لوڈی یا مالک کی ہے نکاح غلام کا ہو گیا ہے مگر جب مالک کی مرضی بن جائے وہ بھی اس کو استعمال کر سکتا ہے، علی بن ابی القیاس اور یہ حقیقت کسی سے بھی مخفی نہیں کہ ہر شخص طبعاً شہوانی امور کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور بالخصوص عورتوں کے معاملہ میں آزادی تو اس کو بہت مرغوب ہوتی ہے اسی لئے انگریز جن جن علاقوں پر غالب آتے رہے اور متصرف و حاکم بنے تو انہوں نے عورتوں کی آزادی کا ظلم بلند کیا اور مغلوط تعلیم کا سلسلہ جاری کر کے جنسی رہے راہ روی کو عام کر دیا جس کا تذکرہ اب نامکمل ہو گیا ہے وہ خود تباہ حال تھے ہی انہوں نے اہل اسلام کو بھی اس تباہی و بادی سے دوچار کر دیا۔

الغرض ان کا یہ عمل اور طریق و طریق بھی اس سازش کا حصہ ہے جس سے نئی نسلوں کو عملاً، حسانی، یہودی اور مجوسی بنایا گیا اور صرف اسلامی نام ہی مسلمان ہونے کی علامت رہ گئے ورنہ ظہریات اسلامی اور نہ ہی عملی و کردار اسلامی رہ گیا۔ تم بالائے ستم یہ کہ ان نظریات، فاسد عقائد اور گمراہ کن اعمال کی ترویج و اشاعت کسی ایسے ہی نام سے کرنی تھی جس کا اسلام میں تقدس حاصل ہوتا اور عظمت و رفعت تو اس کے لئے اکابر اہل بیت کے نام استعمال کیے اور بالخصوص امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ حالانکہ ان کا اور تمام اہل بیت کرام کا مذہب وہی تھا جو اہل السنۃ الجماعۃ کا مذہب ہے اور وہی مقدس ہستیوں ان کی ان

یہ میں مشاہدہ فرمائیں اور اس کے بعد اسلامی مقدس اور منزہ نظر یہ ملاحظہ ہو اور خود ہی فرمائیں کہ آیا روح اسلام کے مطابق اور نبوی تعلیمات اور ائمہ کرام کی روش و کردار کے مطابق یہ اعمال و افعال ہیں جن کو شیعہ صاحبان نے جاری کیا ہے یا وہ جس کے اہل سنت و اہل قائل اور معتقد ہیں۔

﴿ان ارید الاصلاح وما تو فیقسی الا باللہ علیہ تو کلت والیہ﴾  
 ﴿ربنا افتح بیننا وبين قومنا بالحق وانت خير المفتحین﴾

عقائد اور اعمال میں امام اور قائد تھیں اور ہیں لیکن انہوں نے مکاری اور عیاری سے ان کو ڈرا کر بزدل اور خوف و خشیت کا شکار قرار دے کر ان کے دود مذہب بنا ڈالے ایک ظاہری اور علانیہ جمہور اہل اسلام کے مطابق تھا جو محض جان بچانے کے لئے ظاہر کرتے تھے اور تقیہ پر مبنی تھا دوسرا حقیقی اور باطنی جو چند خواص کے سامنے ظاہر کرتے تھے اور لطف یہ کہ ائمہ کا بالعموم مدینہ منورہ رہا لیکن خفیہ ذرائع سے ان کا مذہب عراق میں پھیلتا پھولتا رہا کیونکہ وہ خاص اور اسرار اس علاقے سے تعلق رکھتے تھے اس زمانہ کے ذرائع رسل و رسائل محدود تھے اور یہ مذہب و نظریہ بھی اندر ہی اندر تقیہ اور راز داری کے انداز میں چلایا جاتا تھا۔ لہذا ائمہ کرام تک اطاعت پہنچتے پہنچتے بہت وقت لگ جاتا تھا اور اس دوران وہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکے ہوتے تھے جب ائمہ کرام ان کے حق میں فرماتے کہ یہ یہود اور یحیوں کی مانند ہیں اور تثلیث کے قائلین بھی بدترین ہیں اور یہ جھوٹے، مکار اور مغتری بہتان پرداز ہیں تو یہ لوگ اس کی تاویل یہ کر کے کہ دراصل امام کو ہم سے بڑا بیار اور لگاؤ ہے مگر ہم پر جمہور اہل اسلام کی طرف سے قتل اور شکنجہ و غضب نے ڈرتے ہیں اس لئے اس طرح کے کلمات فرماتے ہیں گویا گالیاں نہیں بلکہ ہمارے لئے تیغ بند تعویذ اور ہماری حرز و حفاظت کی ضمانت ہیں۔ (رجال نشی و حاشیہ)

الفرض اس طرح ان دشمنان دین اسلام نے ائمہ کرام پر بہتان اور افتراء سے کام لے کر خفیہ اور راز دارانہ انداز میں اس بے دینی کو امت میں رائج کر دیا اور شہوت کے پتھلوں کو اس کو دل و جان سے قبول کر لیا اور اس کو واقعی اہل بیت کرام کا مذہب و دین اور عقیدہ و نظریہ تسلیم کر لیا حاشا و کلا وہ مقدس ہستیاں ان مکروہ اور سرپا ضلالت اعمال و اطوار سے ان کو جائز قرار دینے سے بالکل مبرا اور منزہ ہیں اور یہ صرف ان دشمنان دین اسلام کی سازشی کارروائی تھی، کے ذریعے انہوں نے اسلام پر خاتم بدہن کاری ضرب لگانے کی مذموم کوشش کی۔

قارئین کرام! پہلے پہل ان بد اعمالیوں اور شہوت زانی کے ان شیطانی طریقوں کا مذہب



## باب اولی

## متعہ کے بیان میں

متعہ کافر عورتوں سے جائز ہے مگر ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں

۱۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لا باس ان یتمتع الرجل بالیہودیۃ والنصرانیۃ وعنده حرة ﴿استبصار ص ۷۸﴾

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حرہ اور آزاد عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے یہودی اور نصرانی عورت کے ساتھ متعہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

۲۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لا باس للرجل ان یتمتع بالمجوسیۃ ﴿استبصار ص ۷۸﴾

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مرد کے لئے مجوسی عورت کے ساتھ متعہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

۳۔ عن محمد بن سنان عن الرضا علیہ السلام قال سالتہ عن نکاح الیہودیۃ والنصرانیۃ فقال لا باس بہ فقلت المجوسیۃ قال لا باس بہ یعنی متعہ ﴿استبصار ص ۷۸﴾

محمد بن سنان سے مروی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے یہودی اور نصرانی عورت کے ساتھ نکاح متعہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے تو میں نے عرض کیا مجوسی عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے تو آپ نے فرمایا اس میں حرج نہیں یعنی متعہ کے طور پر (نہ کہ دائمی نکاح کے طور پر) ملاحظہ ہو ﴿الاستبصار ج ۲ ص ۷۸﴾

ہاں المتعہ میں شیعہ فاضل ابوالقاسم ابن الحسین لکھتا ہے:-

اصحاب ماعتقد دائم بازناس اہل کتاب ابتدائی صحیح نیست بخلاف متعہ کہ بازناس یہود و نصاری است اما بازناس مجوس ترک احوط است (برہان المتعہ ص ۵۴)

ہمارے علمائے اعلام کے نزدیک دائمی نکاح تو اہل کتاب یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ جائز نہیں ہے البتہ متعہ کا حکم اس سے مختلف ہے وہ ان عورتوں کے ساتھ جائز ہے مگر ان عورتوں کے ساتھ خطا امر یہ ہے کہ متعہ نہ کیا جائے (مگر حرام اور ناجائز نہیں ہے)۔

استبصار میں ابو جعفر طوسی نے مستقل باب قائم کیا ہے۔ ﴿تحریم نکاح الکواثر من مالہ اصناف الکفار﴾ یعنی ہر قسم کے کافروں کی کافرہ عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہونے کا ان اور جن روایات میں یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے ان کی تردید کرتے ہوئے کہا۔

﴿الاجار التی تضمنت جواز نکاح الیہودیات و النصرانیات فانہا محتمل وجوہامن التاویل منها ان یکون خرجت مخرج التقیۃ لان جمیع من االفنا یدہبون الی جواز ذلک فیجوز ان یکون ہذہ الاخبار وردت موافقۃ ہم کما وردت نظائرہا المثل ذلک (الی) ومنها ان یتناول ذلک اباحۃ العقد لیہن عقد المتعۃ دون نکاح الدوام علی ما بینناہ فیما مضی﴾

وہ روایات جو یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں میں مختلف وجوہ تاویل کا احتمال ہے۔ پہلی تو یہ یہ ہے کہ ایسی روایات تقیہ پر محمول ہیں کیونکہ نے فرقیہ شیعہ کے علاوہ ہیں وہ سب اس نکاح کو جائز رکھتے ہیں لہذا ائمہ اہل بیت کی روایات کی از روئے تقیہ عام اہل اسلام کے ساتھ ظاہری موافقت (اور در پردہ مخالفت) پر مبنی ہیں اور آخری تو یہ یہ یہ ہے کہ ان میں نکاح سے مراد عقد متعہ ہے نہ کہ دائمی نکاح اور عقد متعہ ان عورتوں

کے ساتھ جائز ہے جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

## یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ جواز نکاح منسوخ

۱۔ امام ابوالحسن رضا نے ابو جعفر حسن بن الجهم سے دریافت فرمایا کہ جو شخص مسلمان بیوی کے ہونے نصرانی عورت کے ساتھ شادی کرے اس کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ آپ پر فدا ہوں تمہارے سامنے میرا کچھ کہنا جاسکتا ہے آپ نے فرمایا نہیں ضرور جواب دے تا کہ اس طرح تمہیں میری رائے معلوم ہو سکے چنانچہ میں نے کہا نصرانی عورت کے ساتھ نکاح قطعاً درست نہیں ہے خواہ مسلمان بیوی موجود ہو یا غیر مسلمہ انہوں نے دریافت کیا وہ کیوں؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ولا تنکحوا المشركات حتی یومن من مشركہ عورتوں کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں انہوں نے فرمایا تو آیت کے متعلق کیا کہتا ہے:-

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ اہل ایمان میں سے محصنات اور تم سے پہلے اہل کتاب کی محصن عورتوں کے ساتھ نکاح حلال ہے میں نے کہا یہ حکم پہلے کا ہے اور قول باری تعالیٰ ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَ﴾ اسے ان کو منسوخ کر دیا ہے تو آپ مسکرائے (اور کوئی رد و قدح نہ فرمایا)۔

۲۔ ذرارہ ابن اعین سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ اس ارشاد کے متعلق دریافت کیا ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ تو آپ نے فرمایا ﴿منسوخة بقوله ولا تمسکوا بعصم الکوافر﴾ یعنی یہ آیت دوسری آیت سے منسوخ ہے کہ کافر عورتوں کو نکاح میں نہ روکو۔ (استبصار ج ۲)۔

۱۔ اور الحج الصادقین میں ہے متاخر ذلک اصحاب ما حکم کردہ اندخل کتابیات در متنہ نہ در غیر آں

(جلد ۱ ص ۵۰۷)

فائدہ: ان روایات سے نکاح اور متنہ کا فرق اچھی طرح واضح ہو گیا کہ یہودی، نصرانی اور مجوسی عورتوں سے نکاح ناجائز مگر متنہ جائز۔ کیا متنہ نکاح نہیں ہے یا کفر و شرک وقتی طور پر قابل قبول ہے اور دائمی طور پر قابل قبول نہیں؟ بلکہ قرآن مجید میں جب مطلقاً مشرک عورتوں سے نکاح ممنوع ہے تو پھر وقتی اور دائمی دونوں ممنوع ہوں گے اور جب متنہ جائز رہا گیا تو اس کو نکاح کہنا اور نہ قرآن غلط ہو گیا۔

## متنہ ہزار عورتوں سے بھی جائز ہے

۱۔ بکر بن محمد ازدی سے مروی ہے کہ میں نے امام ابوالحسن الرضا سے دریافت کیاہی من الاربع لال لا کیا متنہ صرف چار عورتوں سے جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں (اس میں پابندی جائز نہیں ہے)۔

۲۔ زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا ﴿ما یحل من المتعنة؟ قال کم شئت﴾ متنہ کتنی عورتوں سے جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا جتنی عورتوں سے چاہے۔

۳۔ ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے متنہ کے متعلق دریافت کیا گیا ﴿ہی من الاربعة؟ قال لا ولا من السبعین﴾ کیا متنہ صرف چار عورتوں کے ساتھ جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں چار تو کیا اس میں ستر کی پابندی بھی نہیں۔

۴۔ عبد اللہ بن زرارہ اپنے باپ کے واسطے سے حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ آپ سے متنہ کے متعلق استفسار کیا گیا کہ صرف چار عورتوں سے ہو سکتا

ہے تو آپ نے فرمایا تزوج منہن الفا تو بزرگ عورتوں کے ساتھ متعہ کر کے التفریح الصادقین جلد دوم ص ۳۹۶ پر مرقوم ہے در نکاح متعہ عدد زوجات نیست اور برہان المعتمد ص ۶۲ معتات زیادہ چار عدد بلا حصر جائز است۔ الغرض یہ شیعہ صاحبان کا حتمی اور یقینی نظریہ ہے جس میں کوئی اختلافی قول ذکر نہیں کیا گیا استصار میں مستقل عنوان قائم کر کے کہا ﴿باب يجوز الجمع بين الاكسر من الاربع﴾ ملاحظہ ہو (۲، ۳، ۷۹) اور (فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۱) پر لکھا ہے۔ ﴿باب انهن من الاماء ليست من الاربع﴾

د۔ محمد بن مسلم امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿المتععة ليست من الاربع لانها لا تطلق ولا تدرث ولا تورث وانما هي مستاجرة وقال عدتها خمسة واربعون ليلة﴾ متعہ میں چار کا عدد معتبر نہیں (بلکہ ہزار عورت سے ہو سکتا ہے) کیونکہ اس کو نہ طلاق دی جاتی ہے نہ وہ وارث بنتی ہے اور نہ اس کے ساتھ متعہ کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے وہ تو صرف اجرت پر لی ہوئی عورت ہے اور فرمایا کہ اس کی عدت پختا لیس دن ہیں۔ لہذا یہ حلوائے بے دود ہے اور مفت کی شراب عتیق و ریحق اس میں کی کو تابی تو محرومی کے علامت ہے۔

باب بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

نبی اکرم ﷺ کی امت کے لئے حکم قرآنی

فائدہ: یار ہے کہ قرآن مجید میں حلال حرہ عورتوں میں سے صرف چار کے ساتھ نکاح جائز رکھا گیا ہے ﴿فَانِكَاحُوا مَسَاطِبَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَنًى وَثَلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں ان میں سے دو دو یا تین تین یا چار چار کے ساتھ نکاح کر لو۔ لیکن اس صورت میں بھی عدالت نہ کر سکتے گا اندیشہ ہو تو صرف ایک عورت کے ساتھ نکاح کر دو

﴿فَلْيَنْكِحْكُمُ الْاَتْعَدِلُوا فَوَاجِدَةً﴾ اور پھر لونڈیوں کے ساتھ مباشرت پر اتفاق کرو مگر متعہ مقدس قدر درنگلا شای طریقہ ہے کہ بیک وقت ہزار عورت ہو تو بھی خوب تر ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ متعہ نکاح نہیں ہے یا دوسرے نکاح سے اس کا حکم الگ ہے؟ صورت اولیٰ اس کا جائز ماننا ممکن نہیں ہے۔ اور دوسری صورت میں وہ آیت بتلائی جائے جس سے ثابت ہو کہ حرہ عورتوں کے ساتھ متعہ بلا عدد اور بلا حصر جائز ہے ﴿هَاتُوا لِيْ هٰذَا كُنْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ﴾ ﴿لَئِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْ تَفْعَلُوْا فَاُتِقُوْا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْذُهَا النَّاسُ وَالْجِحَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ﴾

عقد متعہ میں باپ دادا کی اجازت ضروری نہیں

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے محمد بن مسلم نے سوال کیا کہ مرد نو جوان عورت کے ساتھ متعہ سکتا ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں کر سکتا ہے ﴿الا ان تكون صبیة تتخذ عقلت اصلح﴾ اللہ فکم الحد الذی اذا بلغت لم تتخذ قال بنت وعشور سنین ﴿البتہ اگر بچہ اس کو دھوکہ دیا جا سکتا ہو تو پھر (اذن ولی) کے بغیر جائز نہیں۔ محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں دریافت کیا کہ اس کے لئے عمر کی کیا حد ہے جس تک پہنچ کر دھوکہ کھانے سے بچ سکتی ہے آپ نے فرمایا دس سال یعنی اس عمر کو پہنچ جائے تو متعہ کے معاملہ میں تو خود مختار ہے (مگر نہ کے معاملہ میں خود مختار نہیں بلکہ اذن ولی لازمی ہے)

۲۔ امام ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا جو باکرہ اور نو جوان لڑکیاں والدین کے پاس ہوتی ہیں ان کے ساتھ متعہ کرنے میں والدین کی اجازت ضروری ہے یا نہیں تو آپ نے فرمایا ﴿لا باس ولا اقول کما یقول هؤلاء الاقشاب﴾ اس میں کوئی نہیں ہے اور میں نہیں کہتا جس طرح کہ یہ کو مفرغ کہتے ہیں۔ یعنی بلا اذن ولی متعہ کے



ہونے کا قول کرتے ہیں۔

۳۔ ایک شخص سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا۔

﴿عن التمتع بالبكر اذا كانت بين ابويها بلاذن ابويها﴾ قال لا بأس به  
ما لم يقتض ما هنالك لتعف بذلك

کیا جب نو جوان لڑکی والدین کے زیر سایہ ہو تو ان کی اجازت کے بغیر اس کے ساتھ  
متعہ کرنا جائز ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں ہے جب تک کوئی موجب اذن کا نہ ہو  
کیونکہ اس طرح اس کو عفت اور پاکدامنی حاصل ہوگی۔

فائدہ: جو دس سال کی عمر سے متعہ کرنے میں مصروف ہو جائے اور بلوغت سے قبل ہی والدین  
اور اہل باکی اجازت سے بے نیاز ہو اس کی عفت اور پاکدامنی کو کسی طرح کا خطرہ کب لاحق ہو  
سکتا ہے اور خدا جانے یہ لڑکیاں کس برس گاہ کی تربیت یافتہ ہوں گی کہ اس فومری میں بھی کوئی ان  
کو دھوکہ کفریب نہیں دے سکے گا کہاں ہیں غیور ماں باپ جو اس صورت حال کو دیکھ کر بھی اس  
مذہب کے بائبلوں کی اصلیت اور حقیقی چہرہ نہ پہچان سکیں۔

### عقد متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں

۱۔ حارث بن مغیرہ سے مروی ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
دریافت کیا ﴿ما يجوز في المتعة من الشهود﴾ قال رجل وامرءتان، قلت فان كره  
الشهود قال يجوز به رجل وانما ذلك لمكان المرأة لئلا تقول في نفسها هذا  
فوجود متعہ میں کتنے گواہ درست ہیں؟ فرمایا ایک مرد اور دو عورتیں۔ میں نے کہا اگر متعہ کرنے  
والا گواہوں کو ناپسند کرے تو فرمایا صرف ایک آدمی بھی کافی ہے اور اس کی ضرورت بھی صرف  
متعہ والی عورت کی تسلی کے لئے ہے تاکہ وہ اس کو فوراً روزانہ نہ سمجھے (ورنہ اس عقد کے لئے ایک

گواہ کی بھی ضرورت نہیں ہے اور اگر متعہ کی حقیقت سے واقف ہو تو ایک گواہ کا تکلف بھی کرنے  
کی ضرورت نہیں ہے)

۲۔ معنی بن عیسیٰ کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا متعہ میں کتنے  
گواہ درست ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا ایک مرد اور دو عورتیں۔ میں نے کہا اگر انہیں گواہ نہ ملے تو  
انہوں نے کہا نہیں اس قدر گواہوں سے تو عاجز نہیں ہو سکتے تو میں نے کہا اگر اچھا یہ بتلائے اگر وہ  
اس سے خوف محسوس کریں کہ ہمارے متعہ کا کسی کو علم ہو تو ایک آدمی کی گواہی کافی ہو سکتی ہے (جو  
محرم راز ہوا در افتشائے رازت گریزاں ہو) تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا: نبی پاک  
ﷺ کے زمانہ میں مسلمان لوگ گواہوں کے بغیر نکاح کیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا نہیں  
قلت: ارايت ان اشفقوا ان يعلم بهم احد. ايجز بهم رجل واحد قال نعم قال  
جعلت فداك اكان المسلمون على عهد النبي ﷺ يتزوجون بغير بيعة  
قال: لا

۳۔ زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا ﴿عن  
رجل تزوج متعة بغير شهود فقال لا بأس بالتزويج البتة بغير شهود فيما بينه  
وبين الله وانما جعل الشهود في تزويج البتة لاجل الولد لولا ذلك لم يكن  
بسه بأس﴾ ایک آدمی عقد متعہ بغیر گواہوں کے کرنے کو کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اس  
میں حرج نہیں۔ نکاح والی میں گواہی کا اعتبار بھی صرف اولاد کے لئے ہوتا ہے (تاکہ ان کا نسب  
ثابت ہو سکے) اگر یہ مقصد پیش نظر نہ ہوتا تو نہ لوگوں کے ذر خوف سے کوئی ضرورت گواہوں کی  
تھی اور نہ ہی بندے اور اللہ تعالیٰ کے باہمی معاملہ کے لحاظ سے (اور متعہ میں تو اولاد مقصود ہی  
نہیں ہوتی، بنیادی مقصد تسکین نفس اور قضاے شہوت ہوتا ہے لہذا گواہوں کی کیا ضرورت؟)  
ابو جعفر طوسی (صاحب استبصار و تہذیب الاحکام وغیرہ) آخری اور پہلی روایت میں

عن المہلب الدلال انه كتب الى ابي الحسن عليه السلام ان امرءة كانت معي في الدار ثم انهارت وجثي نفسها فاشهدت الله وملائكته ورسله على ذلك ثم ان اباها زوجه من رجل اخر فما تقول فكتب التزويج الدائم لا يكون الابولي وشاهدين ولا يكون يزويج متعة بذكر استبرأ على نفسك واكتم رحمك الله ﴿استبصار ۲، ص ۹﴾

مہلب دلال سے مروی کہ اس نے امام ابو الحسن علیہ السلام کی طرف لکھا کہ عورت میرے ساتھ مکان میں رہتی تھی پھر اس نے اپنا عقد میرے ساتھ کر دیا اور میں نے اس عقد پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور سب رسل کرام کو گواہ بنایا۔ لیکن اس کے باپ نے اس کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کر دیا تو کوئی حل بتائیں؟

آپ نے فرمایا: دائمی نکاح ولی اور دو گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا اور کنواری عورت کے ساتھ عقد متد اس طرح نہیں ہوتا بلکہ اس میں ناذن ولی ضروری ہے اور نہ گواہ مگر اس کو چھپا اور دم رکش اللہ تجھ پر رحم کرے (امام تو یہی دعا کر سکتے تھے اور یہی تائید بن ورنہ یہ تو ان بڑے بڑے گواہوں کا کام تھا کہ اس لڑکی کے باپ کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے روکتے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

ف: نکاح دائم میں بھی ولی اور گواہوں کی شرط قید پر مبنی ہے۔ ورنہ اصل مذہب روافض کا یہی ہے کہ قطعاً کسی عقد میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ابو جعفر طوسی کہتا ہے: ﴿الخیبر خرج مخرج النقیۃ یدل علی ذلک ما روہ... الخ﴾ اور برہان المعین تصریح کر دی ہے۔ اعلان و شہود نزد اصحاب مادر دائم و منقطع شرط نیست بل مستحب است اس مگر ترس اہتمام باشد یافتہ دیگر مترتب میشود اعلان و شہود در آن وقت احوط است۔ ہمارے علماء کے نزدیک نکاح دائمی

تطبق دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ ان روایات سے قطعاً یہ لازم نہیں آتا کہ متعہ کا عقد بغیر گواہوں کے جائز نہیں ہوتا ﴿لانه ليس في الخبر المنع من جواز النكاح بغیر بینة﴾ کیونکہ اس روایت میں عقد متعہ سے گواہ نہ ہونے کی صورت میں منع نہیں فرمایا گیا۔ صرف آنحضرت ﷺ کے زمانہ اقدس میں اہل اسلام کا طور طریقہ بیان کیا گیا ہے ﴿انهم ماتزو جوالابینة وذلک هو الافضل﴾ کہ وہ گواہوں کے بغیر نکاح نہیں کرتے تھے اور وہ طریقہ افضل ضرور ہے (مگر بغیر گواہوں کے نکاح، متعہ کے عدم جواز کو مستزہم نہیں ہے)

دوسری وجہ تطبیق یہ بیان کی گئی ہے کہ گواہوں کی ضرورت صرف اس وقت ہوگی جب عورت عارفہ نہ ہو اور متعہ کی حقیقت کو نہ سمجھتی ہو بلکہ بغیر گواہوں کے انعقاد پذیر ہونے والے متعہ کو فوراً اور زنا سمجھتی ہو تو اس کا یہ وہم دور کرنے کے لئے ایک گواہ رکھ لیا جائے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔ ﴿یسکن ان یسکن الخیر زرد موردا لا احتیاط دون الایجاب مثلاً تعتقد الموءة ان ذلک فجور اذالم تکن من اهل المعرفة﴾

ف: اگر انہیں ہوش سنبھالتے ہی متعہ کی حقیقت سمجھا دی جائے اور ان کا یہ بے جا وہم دور کر دیا جائے تو کسی کو خبر تک نہ ہونے پائے کہ کس کی عیدیں ہو رہی ہیں اور کس کس کی عزت و آبرو برباد ہو رہی ہے۔

دو آدمیوں کے متعہ اور نکاح کا اجتماع ایک عورت کے ساتھ

مگر انوس! کبھی کبھی یہ عرفان اور افتاء بیکار ثابت ہوتا ہے جب عقد متعہ سے بے خبر والدین لڑکی کا دوسری جگہ عقد کر دیتے ہیں اور متعہ والے عقد کا اظہار اور ابھی عہد و پیمان کے ایام کی بقاء کا بیان خطرہ جان ثابت ہوتا ہے ایک ایسے ہی امر اوجہت کی داستان غم اور اہم کام دم رکش والا فرمان سنئے۔

ملک ادا کرنے) میں نے عرض کیا کہ ایام متعہ جو طے ہوئے تھے وہیں پورا سال۔ اتنا عرصہ ضرور خاوند صبر کر سکتا ہے اور نہ عورت کے ولی و وارث۔ تو آپ نے فرمایا: تو پھر پہلا خاوند خدا کو نف کرے اور جو کچھ منفعت اٹھائی ہے اسی کو نفیعت سمجھے اور بقیہ عرصہ اس عورت کو معاف کرے کیونکہ وہ بچاری بری طرح بھڑھائی گئی اور یہ ملک دار اسلام نہیں، جنس دار صلح ہے اور مومن کا بقیہ میں ہیں۔ (متعہ علانیہ نہیں کر سکتے اور خفیہ یاری لگانے میں اس طرح کا ابتلاء و امتحان ہی جاتا ہے) میں نے کہا اس نے بقیہ ایام تو معاف کر دیے ہیں اور عدت بھی گزر گئی ہے کیونکہ اس کا بیڑہ کامل تھا اور معرفت کے مقام تک واصل ہو چکا تھا) لیکن اب مسئلہ صرف اتنا رہا ہے کہ پہلے جو علانیہ نکاح پڑھا گیا وہ تو ایام متعہ میں تھا، لہذا اگر اہل عہد شہر اور دوبارہ پڑھنے کے لئے کہے تو پردہ احتیاج ہے) اب وہ کیا کرے؟ تو امام موصوف نے فرمایا: جب خاوند اس کے ساتھ خلوت کرے تو اسے کہے: اے میرے آقا و محبوب! میرے والدین نے میرا نکاح زبردستی سے ساتھ کر دیا تھا اور مجھ سے مشورہ نہیں کیا تھا (اور میں ذرخوف کے مارے چپ چاپ پاگلی میں بیٹھ کر سرسرا ل گئی) لیکن اب یہاں پہنچ کر میں راضی ہو گئی لہذا اب نئے سرے سے میرے ساتھ عقد نکاح کر لے اور یہ معاملہ صرف تیرے اور میرے درمیان رہے (کسی کو نالوں کا ان خبر نہ دینے پائے، ورنہ والدین ناراض ہو جائیں گے کہ ہمارا نکاح پسند نہ آیا اور اپنے طور پر نئے سرے سے کیا اور ہو سکتا ہے کہ کچھ شکوک و شبہات بھی پیدا ہونے لگیں)۔

اقول انہیں ابتلاء کے ایام کو مد نظر رکھتے ہوئے مومنین کے لئے نکاح دائمی میں بھی گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہ ٹھہرایا گیا تاکہ مباح بیوی ایک دوسرے پر راضی ہو جائیں اور پہلے کئے دھڑے پر پردے پڑے رہیں ماشاء اللہ اماموں نے اپنے شیعہ صاحبان کے لئے کیا کیا ہو لیس پیدا کر دی ہیں۔ نہیں، جنس بلکہ ان مقدس ہستیوں پر کیا کیا بہتان باندھے گئے ہیں۔

اور متنعہ میں اعلان اور گواہ عقد کی صحت کے لئے ضروری نہیں ہیں بلکہ مستحب ہیں ہاں تبہت و اندیشہ ہو یا کسی دوسرے فتنے کا تو اس وقت اعلان کرنا اور گواہ بنانا زیادہ بہتر ہوتا ہے برہان الجمعہ ص ۶۶ اور جامع عباسی ج ۲ ص ۱۱۷ ہے۔ گواہ گرفتن در عقد متنعہ نیست چنانکہ در دائم سنت است، عقد متنعہ میں گواہ مقرر کرنا مسنون نہیں جیسے کہ نکاح دائم میں مسنون ہے۔

## عقد متنعہ چھپانے کا حیلہ اور تجدید نکاح کا بہانہ

عن اسحاق بن عمار قال قلت لابی الحسن موسیٰ علیہ السلام: رجل تزوج امرأة متعہ ثم وثب علیہا اهلہا فزوجہا بغیر اذنہا علانیة والسرعة امرأة صدق کیف الحيلة؟ قال لا تمکن زوجہا من نفسہا حتی یسقطی شرطہا وعدتہا قلت ان شرطہا سنة ولا یصبر لہا زوجہا ولا اهلہا سنة، قال فلیتق اللہ زوجہا الاول ولیتصدق علیہا بالایام فانہا قد ابتلیت والدار دار ہدنة والمومنون فی تقیة، قلت فانہ تصدق علیہا باباہا وانقضت عدتہا فمات صنع؟ قال اذا خلا الرجل بها فلنقل ہی یا ہذا ان اہلی و قبیو اعلیٰ فزو جونی منک بغیر امری ولم یستامرونی وانی الان قد رضیت فاستأنف انت الان فزونی تزویجا صحیحاً فیما بینی و بینک ﴿

اسحاق بن عمار کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ عقد متنعہ کیا مگر عورت کے ورثاء نے اس کے اذن کے بغیر اس کا زبردستی دوسری جگہ علانیہ نکاح کر دیا عورت چلی ہے اور وہ جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتی (اور اپنا عقد متنعہ بھی غائب نہیں کرنا چاہتی) لہذا کوئی حیلہ بتا دو، آپ نے فرمایا: ایام متنعہ پورے ہونے تک اور متنعہ کی عدت گزرنے تک پچھلے خاوند کو قریب نہ آنے دے (اور پہلے کا حق و فاداری اور



## منہ صرف عقیقہ عورتوں سے درست ہے

۱۔ ابوسارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: آیا منہ درست ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بالکل حلال ہے۔

﴿فقَالَ لِي حَلَالٌ وَلَا تَتَزَوَّجُ الْاَعْقِيفَةَ اِنَّ اللَّهَ يَقُولُ وَالَّذِينَ هُمْ لَفَرُّوْهُمْ حَافِظُوْنَ فَقَالَ لَا تَضَعُ فَرْجَكَ حَيْثُ لَا تَأْمَنُ عَلٰی دِرْهَمِكَ﴾  
لیکن منہ صرف عقیقہ لڑکی سے کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مومن فلاح پانے والے ہیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں لہذا اپنی شرمگاہ کو وہاں استعمال نہ کر جہاں تجھے اپنے درم کے متعلق اطمینان نہیں۔

## عقیقہ ہونے کی سند کیا ہے

۱۔ ﴿عَنْ مَيْسِرَةَ قَالَتْ لَبَّيْ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْقِي الْمَرْأَةَ بِالْعَلَاةِ الَّتِي لَيْسَ بِهَا أَحَدٌ فَأَقُولُ لَهَا: هَنْتِ لَكَ زَوْجٌ فَتَقُولُ: لَا فَاتَزَوَّجُهَا قَالَ: نَعَمْ هِيَ الْمَصْدَقَةُ عَلَى نَفْسِهَا﴾  
میسرہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اگر میں ایک عورت کو دیرانے میں ملوں جہاں کوئی دوسرا شخص نہیں ہے اور اس سے دریافت کروں: کیا تیرا خاوند ہے؟ وہ کہے میرا خاوند نہیں ہے تو کیا (اس جنگل کو منگل بنانے کے لئے اور میرا کو آباد کرنے کے لئے) اس سے منہ کروں (مزید تحقیق کی گنجائش ہی نہیں) آپ نے فرمایا: ہاں منہ کرو، اپنے متعلق جو کچھ اس نے کہا ہے اس کو سچا جانا لازم ہے۔

۲۔ ابان بن تغلبہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: ﴿اِنَّيْ اَكُوْنَ فِيْ بَعْضِ الطَّرِيقَاتِ فَاَرَى الْمَرْأَةَ الْحَسَنَاءَ وَلَا اَمِنُ اَنْ تَكُوْنَ ذَاتُ بَعْلِ اَوْ مِنْ الْعَوَاهِرِ قَالَ: لَيْسَ هَذَا عَلَيْكَ اِنَّمَا عَلَيْكَ اَنْ تَصَدَّقَهَا فِيْ نَفْسِهَا﴾

میں غریب ہوں اور برسرہ راس کسی جگہ ایک بیکر حسن و جمال پر نظر پڑے (اور دوسرا آدمی بھی وہاں) نہ ہو اور بذات خود مجھے یہ اندیشہ بھی ہو کہ عورت ہو سکتا ہے خاوند والی ہو یا زانا کار۔ فرمایا: تم کے اوہام و ظنون میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں بس تجھے اس کی قسم اور اس کے قول پر یقین لازم ہے۔

خیمہ در ملک یقین زن کہ گماں چیز سے نیست

۳۔ اقول اگر چھوٹی نکلی تو کیا ہو گیا؟ تو معذور ہوگا اور اس کا بقا جو تیرے ذمہ واجب الادا ہوگا اور وہ کدک لینا اور کیا ہے؟ نفس و شیطان بھی راضی ہو جائیں گے اور قدرے بچت بھی حاصل ہو جائے گی۔

## اتنی نہ بڑھاپا کی داماں کی حکایت

۱۔ ابن فضل کہتا ہے کہ میں نے امام ابو الحسن الرضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ عورت حسین بن ہواور زنا کار بھی ہو؟ ہل تحب للرجل ان یتمتع بها یوماً اکثر؟ فقال: اذا كانت مشہورة بالزنا فلا تتمتع منها ولا تنکحها﴾  
کیا آپ اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ ایک شخص اس بیکر حسن و جمال اور غارت گردین داماں کے ساتھ صرف ایک دودن کے لئے منہ کر کے آتش عشق کو بجھائے؟ فرمایا: اگر اس کا زنا اور ہونا مشہور و معروف ہو چکا ہے تو پھر اس سے نہ ہی منہ کرو اور نہ ہی نکاح۔ (لیکن اگر اس کا زنا اور ہونا مشہور و معروف نہیں خواہ تجھے ذاتی طور پر یقین بھی ہے کہ وہ ﴿المرأة الحسناء الفاجرة﴾ شیخ ہر محفل ہے اور سکون پر قلب مضطرب تو اس کے ساتھ منہ حرن نہیں ہے۔

۲۔ زرارہ کہتا ہے کہ عمار نے امام ابو عبد اللہ علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کیا اور میں بھی اس وقت دوڑتا۔ ﴿الرجل یتزوّج الفاجرة متعة قال لا بأس وان كان التزویج الاخر

فلیحصن بابہ۔ اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو فاجرہ زانیہ عورت کے ساتھ معتہ کی؟  
 تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر دائی نکاح ہو تو پھر اپنے دروازے کا پہرہ  
 (نہ اسے نکلنے دے اور نہ کسی دوسرے کو داخل ہونے دے لیکن معتہ کی صورت میں اس  
 پابندی نہیں) فاعتبرو یا اولی الاباب۔

## بیوی کی عفت اور خاوند کی عزت

شیعی محدث کبیر سید نعمت اللہ العزازی نے نقل کیا ہے کہ ایک عورت فسق و فجور  
 کماتی اور خرچ کرتی تھی خاوند نے اس کو طلاق دے دی اور ایک عقیفہ کے ساتھ تزویج کر لیا  
 اس سے بھی اسی طرح کمائی کرنے کا مطالبہ کیا (چنانچہ حسب الارشاد اس نے وہی روش اختیار  
 لی) تو ایک دن وہ گھر لوٹا اور بیوی نے عمدہ اور لذت بخش پیش کیا اور اس نے دریافت کیا یہ کیا  
 سے آیا ہے؟ تو اس عورت نے کہا: فلاں شخص آیا تھا اور اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان لا کر  
 حلوہ بھی چنانچہ ہم نے کھایا، اس کے بعد ہم سب سڑی کی اور بیچ گیا تھا جو تہاری خدمت میں پیش  
 دیا ہے تو غیرت مند خاوند نے کہا:

﴿اذ اتعاطیت ہذا فایاک و اخباری ببتفصیل مایجرى علیک فانی غیور﴾

(انوارنمائے ص ۱۵۳، جلد ۳)

جب ایسا کام کرے تو خبردار: مجھے ان امور کی تفصیلات سے ہرگز آگاہ نہ کرنا جو تجھ  
 گزریں کیونکہ میں بہت غیرت مند ہوں۔

اگر یہی عفت اور پاکدامنی ہے اور یہی غیرت مندی، تو پھر جو عقیفہ نہیں اور غیر  
 مندی بھی نہیں، ان کا حال کیا ہوگا۔۔۔

قیاس کن زنگستان من بہار مرا

نیز بعض روایات میں عقیفہ کی شرط دیکھ کر مغالطہ میں نہ رہنا چاہیے کہ واقعی یہ شرط پوری  
 ضروری ہے اور عقیفہ کا یہاں بھی وہی معنی ہے جو عام اہل اسلام کے نزدیک ملحوظ و معتبر ہے  
 اہل شریعت میں عفت کے معنی بھی مختلف ہیں اور غیرت کے پیمانے بھی۔ بلکہ یہ محض لفظ ہی  
 میں جن کے تحت کوئی معنی ہے ہی نہیں۔

ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا

﴿لا حول ولا قوۃ الا باللہ﴾

## کہ مستحق کرامت گناہگار اند

معتہ کے فضائل میں مرقوم روایات سے واضح ہوتا ہے کہ معتہ کرنے والے مرد اور  
 عورت کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے تو پھر کس قدر زیادتی ہوگی کہ فاجرہ اور زانیہ کو اس نعمت سے محروم  
 ہائے منج الصادقین میں مذکور ہے اے محمد ﷺ چوں مومنہ مومنہ راعقد معتہ کند از جائے خود  
 اتا آئندہ حق تعالیٰ اور ارباب مہرزد و مومنہ را نیز مغفور سازد۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا  
 جب مومن مرد مومنہ عورت کے ساتھ عقد معتہ کرتا ہے تو بھی اپنی جگہ سے اٹھے نہیں پاتا کہ  
 تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور مومنہ کو بھی مغفرت و بخشش سے سرفراز فرماتا ہے (یہ تو ہے عقد معتہ  
 رکت اور جب اس عقد کے تقاضے پورے کریں گے تو پھر کیا کیا درجات و مراتب ملیں گے وہ  
 اللہ میں بتائیں گے ابھی صرف اس معاملہ میں پوری طرح غور و فکر کرو)

## معتہ کی عفت معلوم کرنے کا طریقہ

﴿عن عبداللہ بن ابی یعفور عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال سالنہ عن  
 امراة ولا ادري ما حالها: اينزو وجها الرجل متعة؟ قال: يتعوض لها فان اجابته الى  
 مرد فلا يفعل﴾ (فرد ص ۱۹۲، جلد ۲)

عبداللہ بن ابی بختور نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت کا حال معلوم نہیں ہے کہ عقیقہ ہے یا نہیں تو کیا اس کے ساتھ متعہ کر لیا جائے؟ فرمایا: اس کو زنا دعوت دے اگر وہ قبول کر لے تو اس کے ساتھ متعہ نہ کرے لیکن اس کی رضا مندی کے امتحان لینے والا ہی۔

الوداع اے زہد و ایمان الوداع جدہ وجود

کہہ بیٹھے تو پھر کیا ہو گیا؟ آئیے اس کا علاج بھی بتلائیے دیتے ہیں۔ اور وہ ہے گزشتہ راصلوات آئندہ احتیاط۔

### آئندہ احتیاط

عن سماعة قال سألنا عن رجل ادخل جارية بتمتع بهائم نسي بشرط حتى واقعهما يجب عليه حد الزاني قال: لا ولكن بتمتع بهائم النكاح ويستغفر الله مما مضى ﴿﴾ (فروع کافی جلد ۲، ص ۱۹۸)

سماعہ سے مروی ہے کہ ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے عورت کو (مکان میں) داخل کیا تا کہ اس کے ساتھ متعہ کرے لیکن وہ شرائط طے کرتا بھول گیا (جذبات شہوانی اور خیالات شیطانی کے غالب آجانے سے شرائط طے کرنے سے قبل ہی) اس کے ساتھ جماع کر لیا تو کیا اس پر زنا کی حد لگے گی؟ تو امام موصوف نے فرمایا: نہیں زنا کی حد لگے گی بس نکاح کر کے پھر اس سے لطف اندوز ہو لے، اور گزشتہ معاملہ سے استغفار کر لے (کیا ہے کوئی رائی برابر ایمان رکھنے والا، اور زہد برابر عقل رکھنے والا جو ان روایات کو ملاحظہ کر کے بعد متعہ کو رواج دینے والوں کے متعلق کسی حسن ظن سے کام لے اور انہیں دین اسلام خلاف سازش کرنے والے یہودی اور مجوسی نہ سمجھے)۔

### متعہ میں مدت کی تعیین کس حد تک ہو سکتی ہے

عقد متعہ میں شیعہ کے نزدیک اجل اور مدت کا تعیین بنیادی شرط ہے ذرا اس کے طول و عرض اور وسعت کو ملاحظہ فرمائیے۔

اور ارادہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا۔

هل يجوز ان يتمتع الرجل من الممرأة ساعة او ساعتين؟ فقال: الساعة والساعتان لا يقوفاً على حد هما لكن العرد والعردین والیوم والیومین واشباه ذلك ﴿﴾

آیا یہ درست ہے کہ مرد عورت کے ساتھ ایک یا دو گھڑی کیلئے متعہ کرے؟ تو آپ نے فرمایا: ایک یا دو ساعت کی حد نہیں معلوم ہو سکتی، بلکہ ایک دفعہ جماع یا دو دفعہ جماع پر متعہ کیا جائے یا ایک دو دن کے لئے اور اس کی مثل تعیین مرد و سال کی صورت میں

(استبصار ج ۲، ص ۸۲)

مقام بن محمد ایک شخص سے روایت کرتا ہے جس کا نام اس نے ذکر کیا (لیکن منجملہ رائی بحال ہے) کہ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا:

﴿الرجل يتزوج على عود واحد فقال: لا بأس به لكن اذا فرغ فليحول اليه﴾ ایک شخص ایک عورت کے ساتھ ایک مرتبہ ہمبستری کے لئے متعہ کرتا ہے کیا یہ درست ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اس میں حرج نہیں ہے البتہ جب فارغ ہو جائے تو فوراً مزید پھیر لے۔

دونوں روایتوں کو نقل کرنے کے بعد ابو جعفر طوسی صاحب استبصار کہتا ہے: ﴿فالسؤال وجه في الحديث الخبرين ضرب من الرخصة﴾ یعنی ان روایتوں کا مکمل یہ ہے کہ اس قدر تسکین اس اور حرارت شہوت کو بچانے کیلئے متعہ درست ہے اور اس میں رخصت ہے اگرچہ عزیمت یہ



ہے کہ کم از کم ایک دن مقرر کیا جائے۔

۳۔ در روایت مروی است کہ بیک مرد جماع عقد جائز است لمبض فراغ از جماع چشم درو خود از سینه مرد اند بل مرد دواز یکہ مرد مرد اند این روایت موقوف العمل است۔

(برہان المتعصص ۶۱)۔

ف: صاحب البرہان نے اس قدر اضافہ کیا ہے کہ صرف مرد منہ نہ پھیرے بلکہ دونوں کے دوسرے سے آنکھیں اور منہ پھیر لیں بلکہ جدا ہو جائیں اور جسم ایک دوسرے سے مس نہ ہو پائیں اس کی ضرورت کسی نے محسوس نہیں کی کہ آنکھ اور منہ پھیرنا ہم ہے یا ماسا اہسام وادبا سے احتراز و اجتناب زیادہ ضروری ہے دوسرا اضافہ یہ فرمایا کہ اس پر عمل نہیں ہے لیکن اس سے روایت کی صحت پر اثر پڑتا ہے اور نہ ہی علامہ ابوالقاسم بن الحسین الفقی کے ترک عمل سے دوسرا کی راہ مسدود ہوتی ہے جب بھی کوئی ضرورت مند ایک دو دفعہ جماع میں اپنی ہوس پوری کر سکے لئے مذہب اثنا عشری میں کوئی عار نہیں ہے۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

کیا کوئی غیرت مند شخص اپنی بہن اور بیٹی کا عقد کسی کے ساتھ اس شرط پر کرنے لئے تیار ہوگا کہ تو ایک دفعہ اسے استعمال کر کے ہمیں واپس کر دینا۔ اسی لئے تو متنعہ میں والدین کی اجازت کا تکلف بھی گوارا نہیں کیا گیا اگر عورت متنعہ کی رحم بخشی ہو تو بس بزم پیش میں غیور وجود گوارا ہی کیوں ہو اور پس پردہ بی بی شادیوں کا موقع فراہم ہوتا رہے گا ان روایات کو ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی شخص بازاری عورتوں اور متقی عفاف میں فرق کر سکتا ہے جو ایک دوسرے کی ثبوت رانی کیلئے اپنے آپ کو اجرت پر پیش کر دیں اور نئے نئے خاوند بنائی پھر یہ آج کی بخل میں ہیں تو کل کلاں دوسرے اور تیسرے کی بخل میں۔

متنعہ دور یہ اور پچاس سال سے زائد عمر کی

عورتوں کے لئے خصوصی رعایت

وہ عورت جو سن ایاس کو پہنچ جائے اور عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے اس کا حیض آنا بند ہو جائے تو مدت متنعہ ختم ہونے کی صورت میں اس کے لئے عدت نہیں ہے عام لوگوں میں تو یہ حالت پچاس سال سے عمر کے متجاوز ہونے کے وقت طاری ہوتی ہے۔ لیکن سادات قرشیات اور غبطیات کو ساٹھ سال کے بعد حیض نہیں آتا لہذا ان کیلئے اس عمر تک پہنچ جانے کے بعد عدت متنعہ نہیں ہے ایسی ہی عورتوں کے لئے خصوصی رعایت ملاحظہ ہو۔

پس اگر کہے کہ اور دروز تا شام عقد کند و بعد اتمام اجلش و دوشاخ بعد از شام با دیگرے تا صبح عقد کند و دخول واقع شود و فردا روز با دیگر عقد کند و یکذا کردہ برود عیب ندارد۔

(برہان المتعصص ص ۶۹)

لہذا اگر ایسی عورت کے ساتھ ایک شخص صبح سے شام تک کے لئے متنعہ کرے اور مباشرت بھی کرے شام ہونے اور مدت متنعہ گزرنے پر دوسرے شخص سے متنعہ کرے صبح تک اس کے ساتھ رہے مباشرت کرے صبح ہو جائے تو پھر تیسرے شخص سے متنعہ کا عقد کرے اور ہر صبح و شام اس طرح سے کرتی چلی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

ف: عیب والی کون سی بات ہو سکتی ہے اس عمر میں نانی اماں کو رہی سہی کسر نکال کر ہی دنیا سے رخت سفر باندھنا چاہیے ایک خاوند کیا کر سکتا ہے ہر صبح و شام نیا ہو، تب ہی ساری تقاضائیں ادا ہو سکتی ہیں مگر نفی صاحب نے ایک ظلم اب بھی روا رکھا ہے کیونکہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ایک ایک شخص سے پابند کر دیا ہے کتنا ہی اچھا ہوتا کہ ایک ایک مرتبہ جماع کیلئے عقد متنعہ

کے جواز والی روایت کو یہاں درج کرتا ہوں ایک الگ ہو تو دوسرا فوراً حاضر ہو جائے اور وہ عاجز ہو جائے تو تیسرا جب تیسرے کا ہتھیار کندہ ہو جائے تو چوتھا اور بس اسی طریقہ سے تاکہ

جتنی ہوں قضا ایک ہی بیعت میں ادا ہوں

قرآن مقدس میں عدت کے متعلق مفصل احکام موجود ہیں اور سن اباس کو پہنچنے والی عورت کی مدت تین ماہ مقرر کی ہے یہ بجا کہ وہاں متعہ مذکور نہیں بلکہ اہل سنت کی تحقیق کے مطابق تو سرے سے عقد متعہ کا قرآن مجید میں ذکر ہی نہیں کیا گیا لیکن پھر بھی روافض نے جو ان عورت کی عدت جہاں قرآن مجید کے حکم کے برعکس پتالیس دن یا ایک وجیض مقرر کر رکھی تھی تو اس بوڑھی اماں کو بھی مہینہ ڈیڑھ مہینہ کا وقفہ دے دیتے تو اس کی صحت پر کوئی ناگوار اثر تو نہیں پڑتا تھا مگر وہ جانیں اور ان کا کام۔ ہم نے تو صرف ان کا مذہب بیان کرنا تھا وہ پوری احتیاط سے بیان کر دیا ہے۔

ف: یہ امر اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ متعہ دوریہ کی تصریح کتب شیعہ میں نہ بھی ہوتی تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ جب شیعہ مذہب میں سن اباس والی عورت کے لئے مدت ہی نہیں تو فی الفور یکے بعد دیگرے خاوند بناتے جانا اور ایک سے فراغت حاصل کر کے دوسرے کا آرام جان بننے جانا اصول شیعہ کے مطابق بالکل جائز ہے اور اس سے چھکارا حاصل کرنا ان کے لئے ممکن نہیں ہے خواہ اس کا نام متعہ دوریہ رکھیں یا کوئی اور۔ کیونکہ ہماری بحث صرف نام میں نہیں بلکہ ایک غیر اخلاقی فعل کو جائز رکھنے میں ہے اور اس مذہب کی رو سے ہی طوائف اپنا کاروبار جائز سمجھتی ہے اور آئینی تحفظ حاصل کرنے کی مذموم کوشش کرتی ہے۔

### قاضی نور اللہ شوستری کی فریاد اور متعہ دوریہ کا اعتراف

قاضی نور اللہ شوستری نے مصائب النواصب میں ذکر کیا ہے:

﴿امامان سبہ الی اصحابنا انہم جوزوا ان یجتمع الرجال المتعددون لیلۃ

واحدة من امراء سواء كانت من ذوات الاقراء ام لا فمما خان فی بعض قیو دہ وذلک لان الاصحاب قد خصوا ذلک بالانسة لا بغیرھا من ذوات الاقراء ﴿

یعنی نواقض الروافض میں ہمارے اصحاب کی طرف جو منسوب کیا گیا ہے کہ وہ ایک ہی رات میں کی آدمیوں کے لئے ایک عورت کے ساتھ متعہ جائز رکھتے ہیں خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ تو اس نے بعض قیود بطور خیانت ترک کر دی ہیں۔ کیونکہ ہمارے علماء نے اس متعہ دوریہ کو صرف اس عورت کے ساتھ جائز رکھا ہے جو حیض سے ناامید ہو چکی ہو نہ کہ ان عورتوں کے ساتھ جن کو حیض آتا ہے۔ (بحوالہ آفتاب صداقت)

### متعہ دوریہ اور علامہ ڈھکو صاحب کا اعتراف

آفتاب ہدایت میں درج قاضی صاحب کے اس حوالہ کا تجلیات صداقت میں جواب دیتے ہوئے علامہ ڈھکو صاحب بھی اس کو بالکل تسلیم کر گئے اور حسب عادت نہ حوالہ پر اعتراض کیا اور نہ عبارت پر کی بیشی وغیرہ کا اعتراض کیا بلکہ اس کو بین صواب اور سراجا حق و صداقت مان لیا ذرا آپ بھی موصوف کی عبارت ملاحظہ فرمائیں اور محظوظ ہوں۔

### متعہ دوریہ والے اعتراض کا جواب

مولف نے اپنے بعض پیشروں کی تقلید میں جس متعہ دوریہ کا تذکرہ کیا ہے اس کا کئی طرح جواب دیا جا سکتا ہے۔

اولاً: تو ہماری کتب متداولہ فقیہ میں اس مسئلہ کا کہیں نام و نشان نہیں۔

ثانیاً: بنا بر تسلیم صحت اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ آنہ عورت جو اس سن و سال کی ہو چکی ہے کہ اب اولاد جننے کے قابل نہیں رہی یعنی ایام باہواری کا طبعی سلسلہ بند ہو گیا ہے لہذا اب اختلاط نسیب کا

اندیشہ نہیں رہا شریعت نے اس سے عدت کی پابندی ختم کر دی ہے چونکہ اس پر عدت نہیں ہے اس لئے اگر ایک شخص نے تھوڑی مدت کے لئے متعہ کیا جب اس کی مدت ختم ہوگئی تو دوسرے نے کر لیا اس میں کیا جائے ایسا (اعتراض) ہے؟

مثلاً: اس عورت میں نکاح دوری والا اعتراض ہو سکتا ہے کہ ایک ہی رات میں دس بیس مرد اس سے نکاح کریں اور ہم بستر بھی ہوں تو جواز ہے کیونکہ صورت یہ ہوگئی کہ ایک نے نکاح کیا ہم بستر کی کی اور پھر طلاق دے دی اور چونکہ بوجہ آنسہ ہونے کے اس پر عدت واجب نہیں ہے فوراً دوسرے نے عقد کر لیا۔ ہاں البتہ اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک اس عورت پر بھی عدت لازم ہے جو خلاف عقل و شرع ہے۔ (تجلیات صداقت ص ۳۰۲)

تنبیہ: اقوال علامہ موصوف کے تین جواب آپ نے ملاحظہ فرمائے دوسرے جواب میں صرف اس متعہ دوریہ کا جواز ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کو مدلل انداز میں ثابت کیا ہے اور یہی ہمارا اصل مدعا تھا پہلے جواب کو صرف نمبر بولھانے کی ایک بے سود کوشش سمجھا جائے گا کیونکہ جب اس عورت کے لئے عدت نہ ازروئے عقل ثابت اور نہ ازروئے شرع ثابت تو پھر متداول اور غیر متداول فقہی کتب کی بحث لایعنی اور بے ہودہ ہوگی علاوہ ازیں متداول کتب فقہیہ نہ سہی مگر یہ کتابیں ہیں تو آپ کی ہی نہ کہ اہل السنۃ کی اور ان کا یہ توئی بھی تمہارے اصول و قواعد کے عین مطابق ہے پھر چون و چرا کی گنجائش کیا رہ گئی؟ یک نشد و شد نہ معلوم علامہ موصوف نشہ میں تھے یا نیند میں کہ متعہ دوریہ کا جواب دیتے دیتے جناب نے نکاح دوری بھی ثابت کر دکھایا اور اس کا جواز ازروئے عقل و شرع تسلیم کر لیا اب تو اہر فرار بالکل ہی مسدود ہوگئی کیونکہ نکاح میں حدود و قیود سخت تھیں لیکن جب ان ایسا کو پہنچی ہوئی عورت شیعہ مذہب میں خوش بختی سے نکاح میں بھی اس تعدد و ازواج میں آزاد ہے اور اسے ایک ہی رات میں متعدد شادیاں رچانے کی رخصت ہاتھ آگئی

تو متعہ کی اجازت بطریق اولی ثابت ہوگئی۔

## اعتراض کس پر؟

علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ متعہ دوریہ پر اعتراض کرنے والوں پر نکاح دوری کے ساتھ اعتراض ہو سکتا ہے مگر آخری سطر میں تسلیم کر لیا کہ اہل سنت کے نزدیک تو اس پر عدت لازم ہے تو پھر یہ اعتراض کس پر ہوا؟ شیعہ پر یا اہل سنت پر شیعہ پر تو اس لئے اعتراض نہیں ہو سکتا کہ وہ متعہ دوریہ کے بھی قائل اور نکاح دوری کے بھی اور اہل سنت پر اس لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں کے منکر اور ان کو ناجائز اور ناصواب سمجھنے والے ہیں تو آخر اس عبارت یعنی تیسری شق کا اس مقام سے تعلق کیا ہے؟ تو غالب کی زبان میں ہی کیوں نہ کہہ دوں۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ

کچھ نہ سمجھ خدا کرے کوئی

## کیا آنسہ پر لزوم عدت کا قول خلاف عقل و نقل ہے

سطور بالا میں آپ نے دھکو صاحب کا دعویٰ ملاحظہ فرمایا کہ اہل سنت سن ایسا کو پہنچنے والی عورت پر بھی عدت لازم کرتے ہیں جو کہ خلاف عقل و شرع ہے اس ضمن میں انہوں نے شرعی دلیل کا ذکر نہیں کیا جس سے اہل سنت کا قول باطل ہوتا ہو البتہ عقلی دلیل ذکر کی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی یعنی عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے ماہواری کا طبعی سلسلہ بند ہوا اولاد میں اختلاط نسب کا اندیشہ نہ رہا بلکہ اشریت نے عدت کی پابندی ختم کر دی اور تقریباً یہی خلاصہ منج الصادقین میں فتح اللہ کا شانی صاحب کی عقلی دلیل کا ہے اس عقلی دلیل میں چند امور قابل غور ہیں:

۱۔ کیا ماہواری آنے پر اولاد ہونا متوقف ہے؟

۲۔ کیا پچاس سال کی عمر کے بعد اولاد پیدا ہونا ناممکن ہے؟



۳۔ کیا اختلاط نسب کا اندیشہ نہ رہے تو یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ خاوند اختیار کیے جاسکتے ہیں؟

**امراول:** نقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو ماہواری نہیں آتی تھی نورالابصار، تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۷۵۔ ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہا طاهرۃ لا تحيض﴾ لیکن اولاد پیدا ہوتی رہی اور اس دور میں بھی کئی عورتیں ہیں جن کو ماہواری نہیں آتی اور اولاد بھی پیدا ہو رہی ہے۔

**امردوم:** یہ دعویٰ بھی غلط اور ناقابل اعتبار و اعتداد ہے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا عمر شریف کے کس حصہ میں پہنچ چکی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام عطا فرمائے نیز شریعت میں کمال احتیاط سے کام لیا جاتا ہے اور امکان بعید کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا مثلاً ایک شخص مغرب میں ہے اور اس کی بیوی مشرق میں بظاہر اجتماع کی صورت نہیں لیکن بایں ہمہ اس عورت سے فرزند متولد ہوا اور اس خاوند نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ طبعی مکانی کے مرتبہ پر فائز ہو اور مسافت بعیدہ کو ان واحد میں طے کرنے پر قادر ہو لہذا امکان بعید اور عادت معروفہ کے خلاف ہونے کے باوجود از روئے شرع اس کا نسب ثابت کیا جائے گا۔ اور اس شخص کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا جائے گا۔

علاوہ ازیں یہ حلال کا معاملہ ہے اور اس میں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ عدت لازم کی جائے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔ ﴿فان الوقوف عند الشیعة خیر من الافتحام فی الہلکة﴾ کیونکہ شیعہ کے نزدیک توقف اور رک جانا بہتر ہے ہلاکت میں گرنے سے

اور آپ سے مروی ہے: ﴿امر الفرج شدید ومنہ یسکون الولد ونحوہ

احتیاط﴾

(جلد ۷ ص ۴۷۲)

عورت اور اس کے اندام مخصوص کی حلت و حرمت کا معاملہ شدید اور سخت ہے اور اس سے ولد ہوتا ہے اور ہم اس میں احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

**امرسوم:** بھی ظاہر ابطالان ہے مثلاً ایک عورت جوان ہے اور اپنی بچہ دانی ہی نکلوادیتی ہے یا بیداشی طور پر اس میں ہوتی ہی نہیں جس کی کئی مثالیں موجود ہیں یا ایسا آپریشن کروادیتی ہے جس کے بعد اولاد کا امکان نہیں رہتا تو کیا وہ عدت سے مستثنیٰ ہو جائے گی قطعاً نہیں بلکہ اسے حیض نہیں آتا تو تین ماہ عدت گزارنی ہوگی اس لئے یہ عقلی دلیل نہیں بلکہ سراسر توہمات اور بے سرو پا خیالات کا مجموعہ ہے۔

### عدت کا شرعی حکم

قرآن مجید نے سن ایاس والی اور صغیرہ کا جس کو حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہوا اس کی عدت تین ماہ فرمائی ہے ﴿قال اللہ: واللائئینینسن من المہضین من نساکم ان ازنتن فعدتھن ثلاثۃ اشھر واللائئ لکم یحضن﴾ (سورہ طلاق پارہ ۲۸)

اور وہ جو تمہاری عورتوں میں سے حیض سے مایوس ہو جائیں اگر تمہیں ریب و تردد ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض نہیں آیا تو قرآن مجید کے اس فرمان کے بعد آیہ کی عدت نہ ماننا قرآن کے خلاف ہوگا نہ کہ تین ماہ عدت کا تسلیم کرنا۔

ہر چیز یہاں کی اٹنی ہے یہاں اٹنی لنگا ہوتی ہے

**سوال:** تین ماہ عدت تو ریب و تردد کی صورت میں ہے نہ کہ طبعی الاطلاق۔

**جواب اول:** قرآن مجید میں مبصوف بالصفۃ یا مشروط بالشرط کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ صفت

اور شرط نہ پائی گئی تو حکم معدوم ہو جائے گا۔ مثلاً حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ربانیکم الماحی فی حجبہ کرم۔ تم پر تمہاری وہ رپہ حرام ہیں جو تمہاری گود میں ہیں۔ حالانکہ بیوی کی بیگی مطلقاً حرام ہے۔ خواہ زیر تربیت اور پردہ نہ بھی ہو اس طرح ارشاد خداوند تعالیٰ ہے۔ ﴿لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اَنْ تَقْصُرُوا مِنْ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ مِنْ الدِّیْنِ کُفْرًا﴾ تم پر نماز سے قصر اور کمی کرنے میں حرج نہیں ہے اگر تمہیں کفار کی طرف سے خطر لاحق ہو حالانکہ خوف لاحق نہ ہونے کی صورت میں بھی قصر کرنا درست ہے اگر مسافت قصر ہو تو لہذا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی کہ صفت اور شرط کی نفی سے حکم کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ حکم اس طرح ثابت ہوتا ہے بالکل یہاں پر بھی یہی صورت ہے کہ شرط موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں عدت آیہ اور صغیرہ کی تین ماہی ہے۔

**جواب ثانی:** ریب وتردد کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں حیض میں ریب وتردد ہو یا اس کا توفیقین ہے لیکن عدت کتنی ہے یا حیضوں کے تناسب سے اس کی عدت متعین کریں گے جس کو تین حیض تین ماہ میں آتے تھے اس کی تین ماہ عدت ہو جائے جس کو چھ ماہ میں آتے ہیں۔ اس کی عدت اتنی ہوگی اگر کم سے کم مدت میں آجاتے تھے یعنی انتالیس دن میں تو وہ عدت ہوگی وغیرہ ذلک۔ صورت اولیٰ میں تو شرط کی نفی الباطن طریق اولویت عدت کو تین ماہ میں منحصر کرے گی کیونکہ جب آیہ ہونا محل تردد تھا تو اس عورت کی عدت مہینوں کی صورت میں تھی تو جب اس کا یقین ہو گیا تو بطریق اولیٰ مہینوں کے ساتھ ہوگی لہذا البعض مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہوئے عدت کی نفی کرنا دلالت انص کی رو سے باطل ہو گیا جس طرح کہ اصولی طور پر بھی غلط تھا۔

**صورت ثانیہ:** میں بھی شرط کا مفہوم واضح ہے کہ اگر تمہیں یہ حکم معاود نہیں اور تم اس میں متردد ہو تو ہم اس کی وضاحت کیے دیتے ہیں کہ عدت ان کی تین ماہ ہے جس طرح حیض ایک امر ضابطہ تھا اور قاعدہ کلیہ تو اسی طرح یہاں بھی حکم کلی ہونا چاہیے ہر عورت کی عادت معروفہ کو اعتبار

پر حکم بدلتے رہیں گے لہذا اس میں اہل حکم تین ماہ والا ہے خواہ عادت معروفہ جو بھی ہو صورت شرط کا ذکر صورت واقعہ بیان کرنے کے لئے ہوا نہ کہ احتراز کے لئے یعنی تمہیں میں تردد تھا لہذا ہم نے حتمی فیصلہ تین ماہ پر کر دیا۔

**درت ثالثہ:** ریب وتردد اس میں ہو کہ آیا ان پر بھی عدت واجب ہے یا نہیں جبکہ حیض تو عدت واجب ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم وجوب اور عدم وجوب میں متردد ہو تو سنو تمہیں تو اس کی جو آیہ میں یا صغیر الحسن، ان کی عدت تین ماہ ہے اور جبہ مفسرین نے بھی اسی شق اختیار کیا ہے اور شان نزول بھی اس کی تائید کرتا ہے اور شیخ کے علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا بھی یہی ہے۔ منج الصادقین میں ہے: واکثر مفسران برآنند کہ مراد بقولہ تعالیٰ ان اوتبتم عدت در وجوب عدت ندر سن و مراد بقولہ تعالیٰ لسم یحضن عدم بلوغ ایشان است سن حیض الہدیٰ برآنت۔ (ج ۹ ص ۳۲۱)

**وال:** نشان نزول کی رو سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ حضرت ابی اور دیگر صحابہ کو عدت معلوم تھی لہذا انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی عدت بیان فرمائی مگر آیہ صغیرہ اور ان کی عدت رہ گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کو ان حکم فرمانا چاہیے تھا کیونکہ وہ عدت سے بے خبر تھے نہ کہ اس میں متردد۔ (منج الصادقین از کاشانی ص ۳۲۱)

**باب اول:**

عن ابی (الی) قالوا: لقد بقی من عدة النساء عدة لم تذکر فی القرآن عن اسماعیل (الی) فقالوا یا رسول اللہ ارایت التی لم تحض والتی

قد نیست من المحيض فاختلفوا فيها فانزل الله ان ارتبتم يعني ان شكنتم  
(درمنثور جلد ۶ ص ۵۳۲)

دوسری روایت میں اختلاف کی تصریح موجود ہے اور روایت اولیٰ میں گو تصریح نہیں  
لیکن تردد اور ریب کے منافی بھی نہیں ہے کیونکہ یہ تو انہیں معلوم ہے کہ عدت ہونی چاہیے  
لئے عرض کیا کہ ان عورتوں کی عدت بیان ہونی باقی ہے۔ یہ نہیں عرض کیا کہ ان کے لئے  
ہے یا نہیں تو لامحالہ عدت کی تعیین میں ریب و تردد ہو گا کہ ہر عورت کی عادت معروضہ کو دیکھا جائے  
گیا کوئی حقی صورت اس کی بیان ہوتی ہے۔ تو اس تردد کو زائل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
﴿وَاللّٰهُ يَسِّنُّ مِنَ الْمَحِيضِ مَنْ نَّسَا اَيُّكُمْ اِنْ اَرْبَعَةً فَعِدَّتُهُنَّ فَلَا تَعْتَدْنَ﴾  
﴿وَاللّٰهُ لَمْ يَجْعَلْ﴾

جواب دوم: اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اسے معلوم تھا کہ ایک گروہ اپنے معمولات کی  
سے اس عدت کا انکار کرنے لگا۔ اور ان کی عقلی دلیل بے بنیاد ہوگی جو محض موجب شک اور  
باعث تردد ہوگی اس لئے فرمایا کہ ریب و تردد میں نہ رہو۔ میرا حتمی اور قطعی حکم سنو،  
مکرمین قرآن اپنے طور پر یقیناً نہ رکھتے تھے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں لیکن اس قول کے  
بے بنیاد ہونے کی وجہ سے فرمایا:

اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ آیات شان نزول میں منحصر نہیں ہوتیں جبکہ یہ علم  
قیامت تک کیلئے ہے تو کسی بھی دور کا متردس کا مخاطب ہو سکتا ہے اور بطریق الغلبہ سب  
امت مخاطب ہو سکتی ہے۔ مزید جوابات بھی دیے جا سکتے ہیں لیکن خوف طوالت مانع ہے۔

سوال: شیعہ مذہب میں ائمہ کرام سے منقول روایات میں تصریح موجود ہے کہ صغیرہ اور آئینہ  
پر عدت نہیں، لہذا کلام مجید کا معنی مفہوم بھی انہی روایات کی روشنی میں متعین کیا جائے گا۔ لہذا

صاحب کا یہ کہنا درست ہو گیا کہ لزوم عدت کا قول خلاف شرع ہے؟

جواب اول: قرآن مجید کے صریح مفہوم اور قطعی مدلول کے خلاف جو روایت بھی ہوگی وہ  
مردود اور ناقابل قبول ہوگی اور اس ضابطہ کا شیعہ کو بھی اعتراف ہے۔ اور ایسی جملہ روایات  
مفہوم اور قطعی مدلول کے خلاف ہیں اور یہ تو چند روایات ہیں ان کا کیا اعتبار جبکہ انہی ائمہ کی  
کے دو ہزار سے زیادہ روایات شیعہ کی کتب صحاح اور دیگر کتب میں منقول ہیں جو کہ تحریف  
ان پر مشتمل ہیں ﴿کما صرح صاحب فصل الخطاب﴾ مگر وہ محکوم صاحب کہتے ہیں وہ  
مردود اور ناقابل اعتبار ہیں۔ تو جس مذہب کی ہزاروں روایات پر یقین نہیں کیا جاسکتا اس کی  
روایات پر اعتماد کیسے کیا جاسکتا ہے اور وہ بھی قرآن مجید کے صریح فرمان کو نظر انداز کر کے۔

اب ثانی: اندریں صورت ڈھکوسا صاحب کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ لزوم عدت کا قول شیعہ  
مذہب کے خلاف ہے نہ کہ خلاف شرع ہونے کا حکم لگانا چاہیے تھا۔ کیونکہ شریعت پر کار بند  
کے لئے بہتر اسلامی فرقوں میں سے ہر فرقہ کا دعویٰ ہے۔ اور ہر فریق اپنے طور پر آیات اور  
حدیث سے استدلال کرتا ہے اندریں صورت اہل السنۃ کا دعویٰ قرآن مجید کے مطابق ہے  
اپنے مذہب کی کتب احادیث و تفاسیر کے مطابق۔ اور شیعہ کے مسلم محدث اور متکلم سید  
علم الہدیٰ بھی اس مسلک پر گامزن نظر آتے ہیں تو ڈھکوسا صاحب کو قطعاً یہ دعویٰ زیبا نہ تھا کہ  
اہل خلاف شرع بھی ہے اور خلاف عقل بھی۔ جمہور کا لحاظ نہ تھا نہ سہی۔ ذرا اپنے علم الہدیٰ کے  
ادبیت کا ہی کچھ لحاظ کر جاتے۔۔۔ مگر متعہ دور یہ کا جوش تھا جس نے ہوش سلب کر لیا تھا اس  
اپنے بیگانے کی پہچان بھی ختم ہو گئی اور یہ احساس بھی ختم ہو گیا کہ اہل السنۃ کا قول شیعہ  
مذہب کے خلاف سہی مگر کمال احتیاط اسی میں ہے اور حلال و حرام کے معاملہ میں سخت احتیاط کی  
عدت ہوتی ہے لہذا اس کو اختیار کر لیا جائے بلکہ اس کو علی الاطلاق خلاف عقل و شرع قرار



دے کر مکمل ہے احتیاطی کا مظاہرہ کیا۔ کیا سید مرتضیٰ علم الہدی جیسے شیعہ عالم میں عقل نہیں اس کو شیعہ شریعت کا علم نہیں تھا۔

قاضی نور اللہ شوستری کی خیانت اور غیر حائضہ کا متعہ دور یہ

اقول: قاضی صاحب بھی ایک خیانت کر گئے ہیں کیونکہ اگر عورت ایسی عمر میں ہو کہ اس کو ایسا صغریٰ کے حیض نہ آتا ہو تو باوجود جماع کئے جانے کے اس پر عدت نہیں ہے جیسے کہ (فروع ج ۲ ص ۱۷۸) میں امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے بیس علیہا عدۃ وان دخل بها۔ لہذا اس کے ساتھ بھی متعہ دور یہ کا جواز تسلیم کرنا لازمی تھا کیوں کہ نہ وہ آیہ ہے اور نہ ہی ذوات الاقراء سے ہے اور نہ ہی اس پر عدت ہے اور ایک سے فارغ ہونے پر فوری طور پر دوسری جگہ شادی یا متعہ اس کے لئے بالکل روا ہے جیسے عبدالرحمن بن الحجاج نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ ثلاث یتزوجن علی کل حال۔ تین عورتیں ہر حال میں نکاح کر سکتی ہیں اور پہلے نمبر پر۔ التسی لم تحض ومثلها لا تحيض۔ اسی زوجہ کا ذکر ہے جس کو حیض نہ آیا ہو اور نہ اس عمر کی لڑکیوں کو حیض آتا ہو جب عدت بھی نہیں اور نکاح و متعہ میں رکاوٹ ائمہ اہل بیت کی طرف سے نہیں تو لازمی طور پر اس کے لئے متعہ دور یہ جائز ہوگا جب تک حیض آنا شروع نہ ہو یا حمل ٹھہرنے کی عمر کو نہ پہنچے۔ لہذا قاضی صاحب نے اس صنف کا ذکر نہ کر کے خیانت سے کام لیا ہے اور اس کے متبعین شیعہ علماء نے بھی

مگر بد قسمت صرف وہ ہے

جس کو حیض آتا ہو یا اس عمر میں ہو اگرچہ منکوحہ عورتوں کی نسبت ان کیلئے کافی رعایت دی گئی ہے کیونکہ نکاح و ایلیوں کے لئے تین حیض یا تین ماہ عدت ہے اور متعہ والی کے لئے صرف

حیض یا ڈیڑھ ماہ عدت ہے مگر کہاں ایک مرتبہ جماع پر متعہ کرنے والیوں یا ایک ایک کی میعاد پر متعہ کرنے والیوں کا اجر و ثواب اور آمدنی کا حساب اور کہاں ڈیڑھ ڈیڑھ ماہ یا ایک حیض کے وقفہ سے متعہ کرنے کا اجر اور اجرت۔ ارمان تو ہمیں اس کی محرومی کا بہت ہے اس کی اس کی تدبیر ہمیں کتب شیعہ میں نظر نہیں آئی لہذا کوئی کارگر نہ کرنے سے قاصر ہیں۔

محرومی کا تذکرہ

مگر وہ اس طرح بھی کر لیتی ہیں کہ ایک خاوند کے ہوتے ہوئے دوسری جگہ متعہ کرتی ہیں اگر پردہ رہ جائے تو پھر اجرت اور آمدنی والا خسارہ پورا ہو جاتا ہے آخرت میں جو ہو گا وہ یقین ہے کہ ایک ایک کے ساتھ متعہ کرنے والیوں کا حشر بھی زنا کاروں جیسا ہوگا لیکن داد و عشرت نفس میں یعنی کل جدید لذیذ اور آمدنی میں تو وہ سبقت نہیں لے جائیں گی نا۔ روایت مذکور ہو۔

امام ابوالحسن کے پاس ابان بن تغلب نے ایسی ہی ایک متعہ کا خط میں ذکر کے مسئلہ دریافت کیا ہے۔

الرجل یتزوج المرأة متعة بمهر الی اجل معلوم واعطاها بعض مهرها و اخرته با لباقی ثم دخل بها و علم بعد دخوله قبل ان یوفیها باقی مهرها و اجتهد بنفسها و لها زوج مقیم معها۔ ایجوز جس باقی مهر ہا ام لا یجوز؟ لکھ علیہ السلام لا یعطیها شیئا لانھا عصت اللہ عز و جل ﴿

(کافی ج ۲ ص ۱۹۲)

ایک آدمی نے ایک عورت کے ساتھ مہر معین پر مدت معینہ کے لئے عقد متعہ کر لیا کچھ دے دیا اور کچھ ادا کر لیا ہم بستی کر لی اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا خاوند تھا جو اس کے

ہا) (فروع کافی ج ۲ ص ۲۹۶) (باب - مصدقہ علی نفسہا)

میں کبھی کسی راستے پر گزرتے ہوئے حسین و جمیل عورت کو دیکھوں اور اندیشہ بھی ہو کہ  
وہ ای شدہ ہے یا زنا کاروں میں سے ہے (اور متعہ کرنے کے لئے طبیعت بھی مضطرب اور بے  
حوالہ ہو تو تحقیق و تفتیش کروں یا اس کی ضرورت نہیں ہے) تو آپ نے فرمایا: یہ تیری ذمہ داری  
ہے بلکہ تم پر یہ لازم ہے کہ اس کو سچا مانے اور اپنے معاملے میں اس کی زبان پر اعتماد و اعتبار  
کے یہ ہے شیعہ کا اولین محدث ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی جس نے عنوان بھی یہی قائم کیا کہ  
جو کہے اس کی تصدیق کرو اور تفتیش و تحقیق کے چکر میں نہ پڑو۔  
اسی طرح کا عنوان شیعہ کے عظیم محدث اور محکم ابو جعفر محمد بن حسن طوسی شیخ الطائفہ نے  
میں کیا ہے۔

﴿متنی اراد الرجل تزویج المتعة فلیس علیہ التفتیش عنہا بل یصدقہا  
لو لم یلہا﴾ کہ جو شخص عقد متعہ کا ارادہ کرے تو اسے عورت کے معاملے میں تحقیق اور تفتیش کی  
اورت نہیں ہے بلکہ جو عورت کہہ دے اس کو درست تسلیم کرتے ہوئے متعہ کرے۔ (خواہ وہ  
بہت ہی کیوں نہ بول رہی ہو اور مرد کو اس کی سچائی میں شک و شبہ ہی کیوں نہ ہو) پھر اس ضمن  
میں روایات درج کی ہیں ملاحظہ فرمائیں اور متعہ کی سہولتوں اور آسانیوں پر داد دیں۔  
الحاصل مولیٰ محمد بن راشد کہتا ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
سنا کیا۔

﴿انسی تزوجت المرأة متعة فوقع فی نفسی ان لہا زوجا ففتشت عن  
ہا فوجدت لہا زوجا قال ولم ففتشت؟﴾

میں نے ایک عورت کے ساتھ متعہ کیا اور میرے دل میں یہ بات جاگزیں ہو گئی کہ اس  
انسانہ ہے۔ (اور اس نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے اور زنا کا ارتکاب کیا ہے؟ چنانچہ میں نے

ساتھ مقیم تھا۔ کیا بتایا اجرت اس کو دینی لازم ہے یا اس کو روک سکتا ہے) تا کہ بھاگتے چور کی  
ہی تھی؟

تو امام موصوف نے فرمایا کہ اس کو کوئی چیز نہ دے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ  
نا فرمانبرداری کی ہے۔ لیکن افسوس کہ نہ تو ابان بن تغلب نے توجہ دلائی اور نہ ہی امام موصوف  
خیال آیا کہ جس غریب کا نکاح تھا اس کی عزت برباد ہوئی اور اس متعہ کے شائق نے صرف اس  
عورت کے کہنے پر بغیر تحقیق و تفتیش کے یہ قدم کیوں اٹھایا؟ اور اس کی آبرو کیوں برباد کی۔  
کی سزا اور حدود و تعزیر کا ذکر آیا نہ اس کو تاوان ادا کرنے کا حکم دیا معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب کی  
کسی شریف آدمی کی عزت اور ناموس کے تحفظ کا کوئی بندوبست نہیں ہے اور اس خرابی کی جڑ  
بنیاد یہ ہے کہ اس مذہب میں صرف متعلقہ عورت کا انتہائی کہنا کافی ہے کہ میں خاوند والی ہوں  
ہوں۔ نیز گواہ مقرر کرنے اور عقد کی تشہیر بھی لازم و ضروری نہیں ہے ورنہ روز اول ہی حقیقہ  
واضح ہو جاتی اور عزت و آبرو کے تحفظ کا سامان ہو جاتا۔

## عقد متعہ میں سخت بے احتیاطی

شیعہ صاحبان خود بے احتیاطی کرتے اور بیک وقت ایک عورت کے متعدد خاوند بن  
رہتے تو کہہ سکتے تھے ہمارا ذاتی معاملہ ہے اس میں دوسرے شخص کو مداخلت کا کیا حق مگر وہ جو  
غلط کام کرتے ہیں ائمہ کرام اور اہل بیت عظام کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور ان کی عظمت  
و احترام کو بھی ختم کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔

۱۔ ابان بن تغلب کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا ﴿انس  
اکون فی بعض الطرقات فاری المرأة الحسناء ولا امن ان تكون ذات بعل  
او من العواہر قال لیس هذا علیک انما علیک ان تصدقہا فی

حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے تفتیش کی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا خاوند تھا تو امام سام نے فرمایا تو نے یہ تحقیق تفتیش کی ہی کیوں؟

۳۔ مہران بن محمد اپنے بعض ساتھیوں سے نقل کرتا ہے کہ امام ابو عبد اللہ سے عرض کیا گیا کہ ان ﴿فلا تاتوا رجلاً من ائمة متعة فقیل له ان لها زواجاً فاسألها فقال ابو عبد اللہ علیہ السلام، ولم سألها؟﴾

بے شک فلاں نے ایک عورت کے ساتھ متنعہ کیا تو اسے کہا گیا اس کا خاوند موجود ہے تو اس اپنے متنعہ سے دریافت کیا تو امام ابو عبد اللہ نے (سرزنش کرتے ہوئے) فرمایا۔ اس نے کیوں کیا؟

۴۔ محمد بن عبد اللہ الاشعری کہتا ہے کہ میں نے امام رضا سے دریافت کیا۔ ﴿الرجل يتزوج بالمرءة فيقع في قلبه ان لها زواجاً فاقال ما عليه اراء لو سالها البينة كان يجحد من يشهد ان ليس لها زوج؟﴾

ایک شخص ایک عورت کے ساتھ متنعہ کرتا ہے اور اس کے دل میں خدشہ پیدا ہوتا ہے اس کا خاوند ہے (اور یہ مجھے دھوکہ دے کر متنعہ کی اجرت مکاری ہے) تو آپ نے فرمایا اس حرج نہیں ہے اور نہ تحقیق و تفتیش کے گورکھ دھندے میں پڑنے کی ضرورت ہے۔ بتلایئے کہ شخص اس عورت سے گواہ طلب کرے گا تو کیا لاجمالہ ایسے اشخاص مل جائیں گے جو گواہی دیں گے کہ اس کا خاوند نہیں ہے۔

ف: روایت گھڑنے والوں نے یہ نہ سوچا کہ متنیوں کے سردار اور پیشوا کیا ایسی بے احتیاطی حکم دے سکتے ہیں اور علی الخصوص حلال و حرام کے معاملہ میں پھر جبرائیل کی بات ہے کہ امام کا قدرے علم اور بے غر خرابت کر دکھایا کفایت و اثبات میں تعارض و تخالف کی صورت میں ترجیح ہوتی ہے اور خاص طور پر جو امور خفیہ سر انجام دیے جاتے ہوں اور صرف انھیں انھیں ہی

سے باخبر ہو سکتے ہوں بلکہ ماں باپ کو بھی خبر نہ ہونے دی جاتی ہو تو وہاں لٹی کی گواہی کی کوئی اہمیت بلکہ اعتبار کی صورت ہو سکتی ہے؟

الغرض یہ ہے وہ چلک اور نرمی جس کی وجہ سے کئی لوگ عزت و آبرو گنوا بیٹھتے ہیں اور ان کی عورتوں کو بیک وقت کئی جگہ متنعہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے اگر پردہ رہ جائے تو آمدنی ہی آمدنی اور بہار ہی بہار ہے اور راز فاش ہو جائے تو صرف بقایا ملنے کی توقع نہیں رکھ سکتیں، بس۔

## متنعہ کی اجرت

اس متنعہ کو سہل ترین اور مرغوب القلوب بنانے کے لئے اسکے مرتکبین اور دلدارگان کو بڑی رعایت اور چھوٹ دی گئی ہے نہ ان وفقہ لازم نہ لباس و پوشاک کی ذمہ داری اور نہ مکان اور رہائش گاہ مہیا کرنے کا بار گراں اور مزید برآں یہ کہ اجرت بھی انتہائی معمولی یعنی ایک مٹھی گندم یا کھجوریں بلکہ مسواک یا چند گھونٹ پانی مہیا کرنے پر بھی عقد ہو سکتا ہے۔

صلائے عام سے یاران نکتہ داں کے لئے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔۔۔۔

۱۔ عن ابی بصیر قال ساء لت ابا عبد الله عليه السلام عن ادنی مهر المتعة ما هو؟ قال كف من طعام دقيق او سويق او تمر ﴿فروع کافی ج ۱ ص ۱۹۴﴾ ابو بصیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے متنعہ کی کم از کم اجرت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ ایک مٹھی آٹا یا ستویا کھجوریں۔

۲۔ عن الاحول قال۔ قلت لابی عبد الله عليه السلام ما ادنی ما تنزوج به المتعة؟ قال كف من بر ﴿فروع کافی ج ۱ ص ۱۹۴﴾

احول سے مروی ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ سے عرض کیا کہ عقد متنعہ کی ادنی مقدار اور اجرت



کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ایک مٹھی گندم۔

۳۔ ﴿رَوَى بَعْضُهُمْ﴾ (انہ) سواک ﴿اور بعض نے اس روایت میں ادنی مقدار اور کمترین اجرت کے طور پر سواک کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت (امیر المومنین) عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا۔

﴿اِنِّی زَنَبْتُ فَطَهِّرْنِی فَامْرِ بِهَا﴾ ان ترجمہ فاحیر بذلک امیر المومنین علی علیہ السلام فقال. مررت بالبایة فاصابی عطش شدید فاستسقیت اعرابیا فابی ان یسقینی الا ان امکنه من نفسی فلما اجهدنی العطش و خفت علی نفسی سقانی فامکنته من نفسی. فقال امیر المومنین علیہ السلام تزویج ورب الکعبة ﴿

کہ میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے لہذا مجھ پر شرعی حد لگا کر مجھے پاک کریں آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس سے دریافت کیا تو نے کیسے زنا کیا؟ تو اس نے کہا میں ایک ویرانہ اور جنگل میں سے گزر رہی تھی اس دوران مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی اور بدوی سے پانی طلب کیا تو اس نے اس وقت تک پانی دینے سے انکار کر دیا جب تک کہ میں پانی پلانے کے عوض اس کو جماع اور زنا کا موقع مہیا نہ کروں۔ جب مجھے پیاس کی شدت نے مجبور کر دیا اور مجھے جان کا خطرہ لاحق ہو گیا تو اس نے مجھے پانی پلا دیا اور میں نے اس کا مطالبہ اور تقاضا نفس پورا کر دیا اور اسے زنا کا موقع فراہم کرتے ہوئے اپنا آپ اس کے حوالے کر دیا۔ تو امیر المومنین نے فرمایا مجھے رب کعبہ کی قسم یہ تو آزاداجی تعلق ہے نہ کہ زانیہ یعنی یہ عقد متعہ ہے لہذا اس پر حد اور تعزیر نہیں لگ سکتی ہے لہذا اس کو معافی دی جائے۔

## متعہ کے سب شرائط معاف ہو گئے

جس فعل بد کے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف یہ روایت منسوب کر کے اس کو عقد متعہ اور حلال قرار دیا گیا ہے اس میں نہ متعہ کے صفیہ مذکور ہیں نہ اہل اور مدت کا تعین ہے نہ ایجاب و قبول کی ظاہری صورت موجود ہے بلکہ حد یہ ہے کہ عورت کو پتہ تک نہیں کہ متعہ بھی شریعت میں ہے اور ایسی ضرورت اور مجبوری میں اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے بلکہ وہ خود اس کو خالص زنا سمجھتی ہے اور اس آلودگی سے پاکیزگی اور تطہیر کی خاطر شرعی سزا کا مطالبہ کرتی ہے مگر اس کے وہم و گمان کے برعکس اس کو صرف سزا سے ہی معافی نہ ملی بلکہ متعہ کے عظیم اجر و ثواب کی مستحق ٹھہری اور وہ جنگلی دیو جو پانی کے چند گھونٹ پلا کر ان کی بڑی قیمت وصول کر گیا اس کو بھی چھٹی مل گئی اور کسی نے نہ پوچھا کہ اسلامی حکومت میں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور حکومت میں تو کون ہوتا ہے مسلمانوں کی عزت و آبرو لوٹنے والا اور ایسی ذلیل حرکت کرے والا؟ بلکہ اس کے برعکس اس فعل قبیح اور عمل شنیع کو نکاح بنا دیا گیا۔

کیا جہان میں کوئی ایسا عقل مند شخص مل سکتا ہے جو جان بلب عورتوں کی مجبوریوں سے اس قسم کے فوائد حاصل کرنے کو نکاح قرار دے اور اس درندگی کو عقد متعہ قرار دے کہ صرف مبار ہی قرار دے بلکہ بے انتہا اجر و ثواب کا موجب قرار دے بلکہ ہر کوئی اسے زنا بالجبر کی ہی ایک صورت تسلیم کرنے کا جس طرح کہ خود اس عورت نے اس کو زنا ہی سمجھا اور وہ عورت مستحق تعزیر و حد نہ سہی اس درندہ صفت انسان کو تو چھٹی نہیں ملنی چاہیے تھی اور نہ اس کا یہ فعل بد نکاح قرار جانا چاہیے تھا لیکن صرف روافض ہی ہیں جو ایسے شرمناک فعل کو بھی نکاح بنا دیتے ہیں اور ایسے ناپاک فعل کی نسبت ان مقدس لوگوں کی طرف کر کے ستم بالا لے ستم کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

نیز قابل غور امر یہ ہے کہ یہ فعل نکاح دوام تو ہے نہیں لامحالہ اس کو متعہ ہی قرار دیا جائے گا تو کیا واقعی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ درود فاروقی میں ایسے گھٹاؤ نے فعل کو متعہ کہہ کر جائز قرار دے سکتے تھے؟ قطعاً نہیں بالکل نہیں بلکہ وہ تو اپنے دور حکومت میں بھی جبکہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصال فرمائے تیرہ چودہ سال بیت چکے تھے یہی کہتے نظر آتے ہیں۔

﴿لَوْلَا سَبَقْنِي إِلَيْهِ عُمَرُ مَا زِلْنَا لِالشَّقَىٰ يَعْنِي الْاَقِيلِلِ ارَادَ (انہ) لَوْ مَا سَبَقْنِي بِهِ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ مِنْ نَهْيِهِ عَنِ الْمُتَعَةِ وَتَمَكَّنَ نَهْيِهِ فِي قُلُوبِ النَّاسِ لَنَدَبْتُ النَّاسَ إِلَيْهَا وَرَغِبْتُمْ فِيهَا﴾ (تفسیر صافی ص ۱۲۷)

یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے پہلے لوگوں کو متعہ سے منع نہ کر دیا ہوتا اور لوگوں کے دلوں میں ان کا اتنا ہی حکم راسخ نہ ہو چکا ہوتا تو میں انہیں متعہ کرنے کی دعوت اور ترغیب دیتا تاکہ وہ متعہ میں مشغول ہو کر زمانے سے بچ جاتے اور صرف قلیل لوگ ہی زمانہ کرتے جو بہت بد بخت ہوتے۔

الغرض جب شیر خدا اسد اللہ الغالب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے اتنا عرصہ بعد بھی اس طرح کا حکم دینے سے قاصر ہیں تو انہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان کے حقیقی فیصلہ کے خلاف فتویٰ دینے کی ہمت کیسے ہو سکتی تھی یا لقیہ کے دعوے غلط ہیں۔ یا اس قسم کی روایات سراسر کذب ہیں۔

الغرض متعہ یعنی عقد میں مالی بوجھ کے اندر چھوٹ اور رعایت اور تعداد میں اس قدر وسعت کہ ہزار عورت سے بھی یہ عقد جائز اور درست نان و نفقہ اور پوشاک وغیرہ سے مکمل چھوٹ اور درجہات و مراتب کے لحاظ سے بے انتہا ترقی اور رفعت تو کیا کہنے ہیں اس عقد متعہ کے اور اس مذہب تشیع کے بس حلوائے بے دود ہے اور مفت کی شراب عتیق و رقیق بشرطیکہ خوف خدا نہ ہو اور نبی الانبیاء ﷺ سے شرم و حیاء نہ ہو۔

## شیعی تاویل و توجیہ

علامہ ذہکو صاحب فرماتے ہیں۔ متعہ کے لئے معمولی اجرت رکھی گئی ہے تو کون سی ایامت آگئی۔ عقد ہر میں بھی تو معمولی حق مہر دینا کافی ہے۔

اقول: دائمی نکاح میں گو صرف احناف کے نزدیک کم از کم دس درہم چاندی کے تعین ہے اور دوسرے ائمہ کرام معمولی مالیت کی اشیاء کو بدل مہر کے طور پر جائز رکھتے ہیں۔ لیکن اس میں اوراک، پوشاک اور رہائش وغیرہ کی ذمہ داری تو خاوند پر عائد ہوتی ہے لیکن عقد متعہ میں وہ ذمہ داریاں بھی معدوم اور اجرت کی حالت بھی ملاحظہ کر چکے تو اس سے صاف ظاہر اور روشن ہو گیا کہ اس مذہب اور نظریے کے ایجاد کرنے کا بنیادی مقصد آوارگی اور بے راہ روی پیدا کرنا ہے اور نکاح منہوں کو کہ سراسر خیر و برکت ہے اور عزت و ناموس اور حسب و نسل کی حفاظت اور صیانت کا موجب اس سے لوگوں کو ہٹانا ہے رغبت کرنا اور سراسر عیاش اور شہوت پرست بنانا ہے۔

## متعہ کی اجرت کس وقت اور کتنی دینی لازم ہے؟

یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ جو معمولی اجرت بھی عقد متعہ میں طے پائی ہو، محض عقد متعہ کی وجہ سے وہ ادا کرنی لازم نہیں ہوگی بلکہ اس کے لئے مکمل استفادہ اور نفع اندوزی کا موقع پانا ضروری ہے۔ ورنہ اس کی ادائیگی مکمل طور پر روکی جاسکتی ہے یا اس میں کٹوتی کی جا سکتی ہے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ اگر عقد متعہ کے بعد مرد کو موقع ہی نہیں دیا گیا کہ وہ جماع کرے، خواہ عورت کی طرف سے رکاوٹ پیش آئی یا اس کے اقارب کی طرف سے اور سارا وقت جو متعہ کے لئے مقرر کیا گیا تھا اسی طرح گزر گیا تو اس عورت کے لئے بالکل اجرت نہیں ہے اور اگر کچھ عرصہ تو اسی طرح محرومی

## متعہ کے لئے ایڈوانس بنگلہ

۴۔ اگر عقد معلق سے مدت موخر ہو خواہ ایک ماہ کم بیش یعنی عقد آج طے پا گیا لیکن مدت اور اجل ایک ماہ بعد شروع ہوئی قرار پائی تو اس میں کوئی عیب اور جائے اعتراض نہیں انا پیچہ در چند موضوع دہد یعنی اس کے اثرات چند جگہ ظاہر ہوں گے۔

ا۔ اسیں ضعیفہ در بین ایں زمان تا زمان حضور اجلش با غیر عقد صیغہ دیگر نمیتواند اگر چہ زمان وسعت مدت وعدت ایں صیغہ ہم داشتہ باشد۔ یعنی یہ عورت وقت عقد سے لے کر عقد متعہ کے آغاز تک کسی دوسرے شخص سے عقد متعہ کی مجاز نہیں ہوگی خواہ در میانی عرصہ تناو وسیع ہو کہ متعہ کے ایام گزر کر عدت بھی گزر سکے یا ایسہ یا صغیرہ ہم علی الاطلاق باشد خواہ وہ عورت سن ایاس کو بچہ بھی ہو (جس کی عدت ہی نہیں ہوا کرتی) اور یا صغیرہ (اس کی بھی عدت نہیں ہوتی)۔

ب۔ خواہر ایں زن را در ایں مدت در عقد نمیتواند آورد۔ دوسرا اثر یہ مرتب ہوگا کہ وہ مرد اور منسوبہ عورت کی بہن سے ان ایام میں عقد نہیں کر سکے گا۔

ج۔ اگر مابین عقد و اجل موت حاصل شد پس عقد و مہر وعدت باطل شد۔ تیسرا اثر یہ ہے کہ عورت بہ مرتب ہوگا کہ اگر عقد معلق اور آغاز اجل و مدت کے درمیان موت حاصل ہو جائے تو عقد بھی باطل ہو جائے گا اور مہر وعدت بھی۔ (برہان المتعہ ص ۶۰)

## تبصرہ بیک وقت دومردوں کے ساتھ عقد متعہ کا جواز

اگر عقد معلق اب منعقد نہیں ہو چکا تھا تو اس عورت کی بہن سے عقد ممنوع کیوں ٹھہرا اور اب منع ہو چکا تو بیک وقت دو عقد قرار پائے گئے ایک کے لئے مباشرت اور جماعت حلال ٹھہری دوسرے کا بھی عقد متعہ صحیح ہے اگر چہ وہ ابھی مباشرت اور جماعت کا حقدار نہیں ہے کیا کوئی آسہ

میں گزرا مگر بقیہ وقت میں موقع مل گیا تو مقررہ اجرت اور ایام عقد کی مناسبت سے جتنے دن اس کو موقع ملا ان کی اجرت ادا کرنے کا اور عورت کے نشوز اور اپنے حرمان والے ایام کی اجرت ساقط ہو جائے گی۔

وقال ابو الحسن علیہ السلام نعم ينظر ماقطعت من الشرط فيحبس عنها من مهرها بمقدار ما لم تف به ما خلا ايام الطمث (فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۶)

امام ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں مرد دیکھے کہ عورت نے مشروط ایام میں سے کتنی مقدار منقطع کر دی ہے۔ تو اسی قدر اس کی اجرت سے روک لے جس قدر اس نے وفا کی، ما سوا ایام حیض کے (ان کی اجرت نہیں کاٹی جاسکتی کیونکہ وہ شرعی عذر ہے)۔

۲۔ اگر عقد متعہ کے بعد اور جماعت اور مباشرت سے پہلے اجل اور مدت متعہ عورت کو مہرہ کو دے تو علماء شیعہ کی ایک جماعت کے نزدیک نصف مہر ادا کرنا ہوگا اور اگر ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد بقیہ ایام مہرہ کر دے تو پوری اجرت دینا لازم ہوگی۔ (برہان المتعہ ص ۶۲، ۶۱)

اور جامع عباسی ص ۱۵۱ پر مرقوم ہے۔ اگر زن متعہ باشد و مدت را با د بخشد نصف آنچه با قرار داده بدہد۔ یعنی صبی عورت کو متعہ بخشے پر آدھی اجرت دینی لازم ہوگی۔ اس عبارت سے تمام علماء شیعہ کا اس بات پر اتفاق پاکم از کم اس قول کا مختار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ اگر جماع سے پہلے مرد فوت ہو جائے تو متعہ والی عورت کے لئے آدھی اجرت ہوگی اور عدت وفات بھی لازم ہوگی مگر بعض علماء اس صورت میں بھی پوری اجرت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور کامل احتیاط اسی میں ہے۔ (برہان المتعہ ص ۶۱)

اگر موت قبل دخول حاصل شد پس اور انصف مہر و نگذاشتن عدت وفات میرسد و تمام مہر نزد بعضے باشد و ایں احوط است۔



مذہب ایسی ایڈوانس بنگ کی مثالیں عورتوں کے متعلق پیش کر سکتا ہے؟ نہیں قطعاً نہیں یہ صرف اور صرف روافض کو امتیاز حاصل ہے اور انہوں نے ہی یہ انوکھے طریقے ایجاد کیے ہیں۔  
آدم برسر طلب۔ اس امر سے قطع نظر کہ یہ عقد غلط ہے یا صحیح ہم نے یہ بتلایا ہے کہ عقد متعہ متحقق مان کر موت حائل ہونے کی صورت میں اجرت کے لزوم کو بطل ٹھہرایا گیا ہے لہذا واضح ہو گیا کہ محض عقد متعہ سے اجرت مقررہ ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

**قول باری تعالیٰ۔ فما استمتعتم به منهن الآیة**

**اور شیعہ استدلال کا بطلان**

مندرجہ بالا حوالہ جات سے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ شیعہ مذہب میں عقد متعہ سے پوری اجرت مقررہ ادا کرنی لازم نہیں ہے بلکہ دائمی نکاح کی طرح دراصل جماع اور مباشرت کے ساتھ ہی پوری اجرت دینا لازم ہوتی ہے خواہ حقیقتاً مباشرت پائی جائے یا حکماً جیسے خلوت صحیحہ وغیرہ اور اگر عورت اور اس کے اقارب مباشرت سے مانع ہوں تو عقد کے باوجود ایک پائی کی بھی حقدار نہیں اور بعض حصہ مقررہ میں سے بلا مباشرت گزار دیں تو کوئی کر لی جائے گی لہذا اشیعہ صاحبان کا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے استدلال لغو اور باطل ہو جائے گا۔ فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن کیونکہ محض عقد متعہ سے اجرت مقررہ ادا کرنا ان کے نزدیک لازم ہی نہیں اور اس آیت کریمہ سے عقد متعہ مراد ہوتا پھر شیعہ مذہب کا خلاف قرآن ہونا لازم آئے گا۔ اور یہ تفصیلات و تقریبات لغو اور باطل ٹھہریں گی۔ تو احوال قول باری تعالیٰ میں استمتاع سے مراد جماعت اور مباشرت ہوگی اور یہ معنی لغوی ہے جو کہ عقد دائم میں بھی متحقق ہے اور اس آیت مبارکہ کا سابق و سابق بھی عقد دائم کے احکام پر مشتمل ہے۔

لہذا اشیعہ اور اہل سنت کے اجماع و اتفاق سے یہاں پر استمتاع کا لغوی معنی مراد ہوتا

دو گیا اور اس سے محض عقد متعہ مراد ہونا غلط محض اور سراسر باطل ہو گیا۔ (استبصار ص ۱۰۰) لہذا یہ میں یہی حکم حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام محمد باقر سے مروی ہے۔

وجوب المهر الا الوقاع فی الفرج اذا التقی الختان وجوب المهر والعدة  
یعنی فرج میں جماع اور عورت و مرد کی شرم گاہوں کے اختلاط سے مہر اور عدت لازم ہیں اور امام محمد باقر فرماتے ہیں۔ «اذا دخل بها (الی) یجب المهر» یعنی عدت سے ہی مہر اور اجرت لازم ہوگی۔

لہذا مہر نیکروزی کی طرح روشن ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں صرف اور صرف مہر کامل کے حکم کا بیان ہے اور اس فرض سے جلد کشش ہونے کی انہیں ہے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ میں ایک عورت کے ساتھ نکاح مباشرت کروں اور اسے کچھ نہ دوں تو یہ طریقہ جائز ہے؟

آپ نے فرمایا۔ «نعم یكون دینا علیک» ہاں مباشرت جائز ہے لیکن مہر اور تحفہ پر قرض ہوگی۔ (استبصار ص ۱۱۸)

اور یہی الفاظ متعدد روایات میں موجود ہیں لہذا آیت کریمہ میں بھی استمتاع اور اصل منفعہ کے بعد لازم آنے والے اس قرض کی ادائیگی اور اس فرض سے جلد از جلد ادا ہونے کی تاکید ہے۔

**قرات شاذہ الی اجل مسمی کا حقیقی مفہوم**

نیز جس قرات شاذہ الی اجل مسمی کے کلمات مذکور ہیں تو اس میں بھی اس اور قرض کی ادائیگی کی تاکید اکید مقصود ہے یعنی جب صرف ایک مرتبہ جماعت کر لینے سے مہر تم پر واجب الا دہو چکا تھا تو جن کے ساتھ تم لمبے عرصہ تک نفع اندوز ہوتے رہے انہیں

مقرر حق مہر کیوں نہیں دیتے جلد از جلد اس قرض کو ادا کر دے اور حق کو حق دار تک پہنچاؤ علاوہ اس قرات متعہ کے اصطلاحی یا شرعی معنی کے ارادے سے مانع ہے کیونکہ مدت کی تعیین اس کی ممانعت میں داخل ہے اور بغیر اس کے متعہ کا تحقق نہیں ہو سکتا تو پھر متعہ کے بعد اس کا ذکر بے فائدہ رہ جائے گا۔ اور عبث و هو کماتوری۔

نیز مالی اجل مسمیٰ شاذ قرات ہے جس کا درجہ اخباراً حادثہ ہے بھی کم ہوتا ہے اس قرات کی وجہ سے قرات متواترہ کا حکم کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں اور اس آیت کریمہ کے سابق کو کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں جو صاف صاف دلیل ہیں اس امر واقعہ کی کہ عقد نکاح کے جب ان منکوحہ عورتوں سے مباشرت کروا تو ان کا حق مہر ان کو ضرور ادا کر دینا ضروری ہے اور مہر جو صاف بھی تو قرات شاذہ میں مہر موجد کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔ جس طرح متواترہ مطلقاً مہر ادا کرنا لازم کیا گیا تو اس صورت میں بھی متعہ معروفہ پر استدلال غلط ہو گیا۔ مزید اس آیت کریمہ کی دوسری جگہ ذکر کی گئی ہے۔

### فائدہ ضروریہ

اب تک ناظرین کرام نے عقد متعہ میں اجرت کی مقدار اور اس کی ادائیگی کے ملاحظہ فرمائے اب ذرا اس معمولی اجرت کو بھی واپس لینے کا طریق کار اور حیلہ گریوں کا ذکر دیکھیں اور برعزم خویش اللہ تعالیٰ کے عقد متعہ کی اجرت ادا کرنے والے ﴿فاتھوہن اجورھن﴾ پر عمل درآد کا بھی مشاہدہ کریں اور یہ بھی دیکھیں کہ یہ کارستانیاں عوام سے لے کر خواص تک برابر پائی جاتی ہیں اور اس تمام میں کبھی نکلے نظر آتے ہیں اور شرم و حیا کی دولت سے محروم۔ اور سب رازا ہائے درون پردہ جناب علامہ نعمت اللہ الجزائری کی زبانی معلوم ہوئے ہیں آپ مطالعہ کریں اور عبرت حاصل کریں۔

### شیعہ کا متمتعات کے ساتھ سلوک اور اجرت

#### واپس لینے بلکہ نفع کمانے کے حیلے

سید نعمت اللہ الجزائری نے اس ضمن میں چند واقعات درج کئے ہیں وہ قارئین کی ممانعت طبع کے لئے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ان لوگوں کی شرم و حیا کا اندازہ ہو سکے اور یہ بھی اندازہ ہو سکے کہ ان کے نزدیک قطعاً ﴿فاتھوہن اجورھن﴾ کا یہ معنی نہیں ہے کہ عقد متعہ طے کرنے پر پوری اجرت ادا کرنی لازم ہے بلکہ ان کا ہدف پورا نہ ہو تو نہ صرف ادا کر دے واپس لے لیتے ہیں بلکہ مزید وصول کئے بغیر ان بے چاریوں کی جان بخشی نہیں کرتے۔ بہر حال گھر کے ہمید کی زبانی حقائق درون پردہ کا مشاہدہ فرمائیں۔

ا۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا چونکہ وہ فقیر آدمی تھا لہذا اجرت دو درہم طے ہوئی چنانچہ اس نے ایک رات میں اس کے ساتھ پانچ مرتبہ جماع کیا جب صبح ہوئی تو اس نے دو درہم اجرت طلب کی مگر وہ تو اس مومن کے پاس تھے نہیں (دیکھا کس طرح) چنانچہ جب اس مومنہ نے مؤمنین کے گھرے مجمع میں اپنی آپ بیتی کہہ سنائی اور محرومی کا رونا رویا اور کہا اس نے پانچ مرتبہ جماع کیا ہے اور دو درہم بھی دینے کو تیار نہیں ہے چنانچہ اس مومن نے اس کے تقاضے سے مجبور ہو کر کہا۔

﴿حبا حبابۃ اتعالیسی ثم انه نام ورفع ارجله وقال تعالیٰ جامعینی سبع مرات عوض الخمسة المرات فقال الحاضرون الحق مع العالم﴾  
اے دلدادہ تشریف لائے پھر وہ لیٹ گیا اور اپنی ٹانگیں اوپر کو اٹھا لیں اور کہا میرے ساتھ پانچ کو عوض سات مرتبہ جماع کر لے تو حاضرین (اش اش کر اٹھے اور کہا) حق اس عالم کے ساتھ ہے۔

مومنہ نے اجرت کی وصولی کے لئے بہت بڑی برداشت کی اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا مگر بالی بد قسمتی کہ اسے اس مومن کی قوت فعل و تاثیر کا اندازہ ہی نہ تھا اور نہ ہی کبھی ایسے مومن کا تصور اس نے کیا ہوگا اس لئے سب صبر و تحمل اکارت گیا اور پوری اجرت واپس کر کے جان بچائی۔

ابن مومنین نے اصفہان میں متعہ کا ارادہ کیا تو اسے ایک بڑھیا دلالہ نے کہا میں تجھے ایک من و جمیل معنی عورت کا پتہ بتاتی ہوں چنانچہ وہ اسے ایک گھر میں لے گئے جس میں ایک پردہ عورت ستر اور پردہ میں مستور بیٹھی تھی۔ چنانچہ اس نے اس کو جوان اور حسین سمجھ کر قبول کر لیا اور اسے بڑھیا کے ہاتھ تھادی جو لے کر رنو چکر ہوئی اور جب حجاب اٹھایا تو نوے سال سے زائد عمر کی عورت برآمد ہوئی جس کے منہ میں دانت ہی نہ تھے چنانچہ اس نے چند لمحے سوچا (کہ کس کی رقم واپس لوں) پھر کہا اے مجسمہ محبت و قولا مجھے کچھ تیل درکار ہے وہ انھی اور اس نے فی تیل حاضر کر دیا تو اس نے سر سے دسترو وغیرہ اتار کر اچھی طرح سر کو تیل کے ساتھ تر کیا۔ پھر کہا۔۔۔ نامی علی اسم اللہ حتی نقضی الحاجة فنامت فقدم راسہ فالت ماتصنع؟ قال قاعدة بلادنا ان ياتون النساء بروسهم ﴿﴾

اللہ کا نام لے کر لیت جاتا کہ اپنا کام شروع کریں چنانچہ وہ لیٹ گئی تو اس نے اپنا سر داخل کرنے کے لئے مقام مخصوص پر رکھا تو وہ چلا اٹھی ارے کم بخت یہ کیا کرتے ہو اس نے کہا اے علاقے کا دستور العمل ہی یہی ہے کہ وہ عورتوں کے اندام مخصوص میں اپنے سر داخل کرتے ہیں اس عورت نے کہا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے شہروں کو برباد کرے۔ ﴿ہذا شیعنی مایکون فقال طری کیف یکون﴾ یہ کام تو ہو سکتا ہی نہیں اس نے کہا بس دیکھو تو سہی کیسے ہوتا ہے بالکل مرے گا۔ چنانچہ وہ مجبور ہو کر اس کے نیچے سے نکلے اور درہم اس کی طرف پھینکتے ہوئے ﴿ہذا دراهمک خذہا لا بارک اللہ﴾ یہاں سے درہم لے لیا اللہ تیرے لئے ان میں سے دے لیکن اس نے کہا نہیں یہ نہیں ہو سکتا (قول مرداں جان دارو و عہد بھاؤ اور ان کے

۲۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے شیرازی عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا اور اس کو ایک محمدیہ (سکہ کا نام) دینے کا عہد کیا موسم گرمی کا تھا دوسرے ساتھی مکان کی چھت پر سو گئے اور اس نے حجرہ کا دروازہ بند کر کے اس عورت کے ساتھ رات گزارنے کی ضمانی۔ ابھی رات آدھی ہوئی ہوگی کہ اس عورت کی آواز اور چیخنے چلانے سے ہم لوگ بیدار ہو گئے تو کیا سنتے ہیں کہ وہ کہہ رہی تھی خدا کیلئے آئیے اور مجھ اس مومن سے بچائیے اس نے تو میری شرم گاہ ہی پیر کر رکھ دی ہے چنانچہ ہم نیچے اتر کر اس کے پاس گئے اور میں نے اس عورت سے ما جرا پوچھا تو اس نے بتلایا کہ رات ابھی آدھی نہیں ہوئی اور اس نے بیس مرتبہ میرے ساتھ جماع کر لیا ہے (آگے آگے دیکھ رہا ہوتا ہے کیا) اور میں اس کی قوت برداشت نہیں رہتی اسے کیسے یہ اپنا سکہ لے لے اور بقیہ رات مجھے معاف رکھے۔

جب میں نے رفیق سفر مومن سے جواب دعویٰ کی وضاحت چاہی تو اس نے کہا بالکل جھوٹی ہے پھر میرا ہاتھ پکڑ کر حجرہ میں لے گیا تو اس نے ہر بار کے جماع کی دیوار پر لیکریں کھینچ کر نشاندہی کر رہی تھی جب مجھے گتے کا حکم دیا تو اٹھارہ لکیریں نکلیں تو کہنے لگا دیکھو کس قدر جھوٹی ہے۔ تو میں نے اس سے کہا۔

﴿یہا فلاں اقسام علیک باللہ ماکان فی نظرك الشریف الی وقت الصباح من مرة فقال واللہ کان فی خاطری اربعین مرة﴾  
اے فلاں میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ جناب کی نظر شریف اور خیال مبارک میں صبح تک کتنی مرتبہ جماع کرنے کا ارادہ تھا تو اس نے کہا بخدا میں چالیس مرتبہ جماع کا غم و غمیم رکھتا تھا۔ (لیکن یہ مومنہ شکست کھا گئی اور سب ارادے خاک میں مل گئے اور اٹھارہ مرتبہ کا جماع مفت میں نصیب ہو گیا)

﴿ثم ان المرأة اعطته المحمدية وانہز مت نصف الليل﴾



بدلے میرے سرنیاز کو بارگاہ ناز میں داخلہ کی اجازت مرحمت کرو اور مزاحمت سے باز آؤ

﴿فلم يقبل حتى ضاعت له الدراهم اضعافا كثيرة بالتماس كثير حتى اخذها وخرج منها﴾

چنانچہ اس عورت نے منت سماجت کر کے کئی گنا زیادہ دراہم دے کر جان چھڑائی اور اس مومن ان دراہم مضاعفہ اور کثیر منفعت سے فائدہ المرام ہو کر اور تیل سے مرغن ہو کر واپس تشریف لے گئے۔

۴۔ ایک اور مومن کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا جب اس نے جتنی عورت کے ستر اور پردہ کو ہاتھ توہنی اسرائیل کی بوڑھی عورتوں سے بھی عمر میں متجاوز پایا چنانچہ کھانا کھا کر بیت الخلاء کی طرف حاجت کے بہانے گیا اور اپنے آگے تھاسل پر اپنی دستار کو لپیٹ لپیٹ کر اسے ہاون دستہ کی مانند ڈالا پھر ہانے وائے کرتے ہوئے اس عورت کی طرف واپس آیا اور پردہ ہٹا کر آگے اس کو دکھایا اس نے کہا یہ بٹی کبسی ہے؟

تو اس نے کہا مجھے زہر بادی بیماری ہے اور مجھے طیب نے یہ مشورہ دیا ہے کہ بوڑھی عورت کے ساتھ متعہ کروں اور یہ زہر اس کی اندام نہانی میں گراؤں تب شفا پائوں گا۔ یہ صورت حال دیکھ کر سن کر چلا اٹھی اور کہا۔

﴿حذرد اھمک لا بارک اللہ لک فیھا۔ فقال هیھاٹ ہیھاٹ لا ھذا ھذا حتی زادت علی ما عطاھا زادة و افرة فاخذھا و مضی﴾

اپنے دراہم واپس لے اللہ تعالیٰ تیرے لئے ان کو نامبارک کرے تو اس نے کہا ہاں، ناممکن میں قطعاً ان کو واپس نہیں لوں گا۔ حتیٰ کہ اس عورت نے وصول کردہ دراہم پر بہت اور اہم اپنی طرف سے بھی اس کو دیے تب وہ انہیں لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

(انوار نعیمہ ص ۱۳۱، ۱۳۰)

ہمارے بھائیوں میں سے ایک نے شیراز میں ایک عورت سے عقد متعہ کیا جبکہ وہ ہمارے مدرسہ منصوریہ میں قیام پذیر تھا جب عورت نے پردہ ہٹایا اور جماعت کے لئے گدی کے بل بوتے پر گئی تو اس نے اندام مخصوص کو دیکھا کہ وہ غیر مخنثون ہے تو ستر لے کر اس عورت کا عقد کر لیا وہ درد سے چلا اٹھی اور ادھر خون فوارہ کی صورت بہہ نکلا چنانچہ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے مجھ سے شخی کرنے کی دیت اور اتوا ان طلب کیا اور میں نے اس سے عقد کرنے کی اجازت مانگ کر کرنی شروع کر دی۔ ﴿و غلبتها و اخذت منها القيمة لكن لا من جنس و اھم و الدنانیر﴾ (ص ۱۵۲)

اور کہا کہ میں اس پر (حجت و برہان کے ساتھ) غالب آ گیا اور عقد کرنے کی اجازت قیمت وصول کی لیکن نقدی کی صورت میں نہیں (بلکہ جماع اور مباشرت کی صورت میں لیکن اسے جانے وہ کیا وزنی دلائل تھے جن سے مغلوب ہو کر اس مومنہ نے لبوہبان ہونے کے بعد اپنے اس عضو مخصوص کو اس مومن کے حوالے کر دیا اور ہرچہ با د اہاد پر راضی ہو گئی)

اسی طور میں آپ نے مومنہ کی شکست اور ناکامی ملاحظہ فرمائی اب آپ مومنہ کی فراموشی و من کی شکست اور ناکامی و نامرادی ملاحظہ کریں۔ علامہ جزائری فرماتے ہیں۔

ہمارے صالح بھائیوں میں سے ایک نے شیراز میں ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا۔ جب دروازے بند کئے اور کار خاص کا آغاز کرنے کا عزم جمیم کیا تو کیا دیکھا ہے کہ اس جتنی بات کا چہرہ ساخوردہ مشک کی مانند خشک اور جھریوں والا ہے اور اس کے منہ میں بھی نہیں دانت کے ساتھ بات کر سکے ماسوا ان کی بوسیدہ جڑوں کے چنانچہ اجرت کھڑی کرتے ہوئے اسے بند کر کے اور ناک پر ہاتھ رکھ کر جماع کر لی ڈالا اور فارغ ہونے پر دروازہ کھول کر اس کی سوچ رہا تھا تو اس نے کہا۔ ﴿لا تفتحہ و دعنا الیوم فی عیشنا و ان لم تر دمن لعل فھذا غیرہ حاضر﴾

دروازہ نہ کھول اور آج کا دن عیش و نشاط میں رکھ اور اگر اگلا حصہ پسند نہیں ہے تو  
طرف بھی ایک قابل استعمال مقام ہے وہ حاضر ہے دامن جھٹک کرنے جا اور محروم وصال نہ  
﴿فصرفت الموت فی الموقعة الاخری فصحت الی اصحابی ہلموا الی﴾  
وخلصونی من هذا الموت الحاضر فاتوا الی وخذوا الباب واکثر جونی منہا  
مگر میں نے دوسری مرتبہ ہمارے کرنے میں اپنی موت کا یقین کر لیا تھا لہذا فوراً  
ساتھیوں سے فریادی کہ میری مدد کو پہنچنے مجھے اس سر پر منڈلاتی موت سے نجات دلایے چنانچہ  
میرے پاس پہنچ گئے اور دروازہ کھول کر مجھے اس کے پاس سے نکال لیا۔

**ف:** شیعہ حضرات کے حسن انتظام کی داد دینی پڑتی ہے کہ ریزرو عملہ بالکل قریب موجود  
ہے جو نہی متعی مرد اور عورت مدد کو پکاریں فوراً موقع پر پہنچ جاتے ہیں اور کوئی ناگوار حادثہ پیش  
آنے دیتے۔ نیز اس صورت حال کو دیکھ کر سمجھ میں یہ بات آئی گئی کہ علماء شیعہ نے ایسی  
عورتوں کے لئے کیوں عدت مقرر نہیں کی بلکہ مسلسل اور یکے بعد دیگرے ان کے ساتھ تہ  
جائز اور مباح رکھا ہے کیونکہ ایسی صورت میں تو وہ متعی مردوں کیلئے مردم خوار اور دھابت  
بلکہ میراثیہ ہو رہے کہ صاحب برہان المتعہ کو صبح سے شام تک ایک کے ساتھ اور شام  
کے صبح تک دوسرے کے ساتھ والی قید بھی ختم کر دینی لازم ہے۔ دیکھو پورا دن یا پوری رات  
کرنے میں موشین پر کسی قدر موت کا اندیشہ ہو سکتا ہے اور امدادی عملہ کی ضرورت پیش آتی  
لہذا احکم سرکار اس طرح ہونا چاہیے کہ ایسی ناداران ملت کے دروازہ پر امداد مندوں کی لائن لگی  
چاہیے اور تسلسل پر قرار نہ چاہیے تاکہ کسی کی جان پرے نہ پڑے اور نہ کسی کی تمناؤں کا خون نال  
بلکہ ہر طرف خوشی اور مسرت کا دور دورہ ہو اور لوگ عبداللہ بن سبا اور حمدان قرمط کے  
دعائیں دیتے رہیں۔

## عقد متعہ کی صورت میں عدت

علماء شیعہ نے عقد متعہ کے دیگر احکام میں انوکھا پن اور جدت پیدا کرنے کے ساتھ  
ساتھ عدت کے معاملہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس میں بھی ہر ممکن رعایت مہیا کی ہے اور نکاح  
اس سے بالکل مختلف احکام جاری کئے جو اس حقیقت کی دلیل ناطق ہیں کہ قرآن مجید میں جس  
نکاح اور رشتہ از ذواج کے احکام مذکور ہیں متعہ اس نکاح میں داخل نہیں ہے ورنہ احکام عدت میں  
تلف نہ ہوتا بہر حال پہلے احکام عدت ملاحظہ فرمائیں مزید تبصرہ بعد میں معرض خدمت ہوگا۔  
۱۔ عدت متعہ بروایت ابن عباس یک حیض است این متروک العمل است و آنچه مشہور  
اکثر است آنست کہ دو حیض عدت دارد و نزد بعض دو طہر اگرچہ قول مشہور معمول است لیکن آخر  
اقول است۔ (برہان المتعہ مولفہ ابو القاسم النعمانی الرضوی)

متعہ کی عدت ابن عباس کے قول کے مطابق ایک حیض ہے اس روایت پر عمل متروک  
ہے اور مشہور اور اکثر روایت یہ ہے کہ اس کی عدت دو حیض ہے اور بعض کے نزدیک دو طہر ہے  
اگرچہ معمول بقول مشہور ہے لیکن زیادہ احتیاط آخری قول میں ہے۔

۲۔ قال ابو عبد اللہ خمسۃ واربعون یوما و حیضۃ مستقیمۃ ﴿

(استبصار جلد ثانی ص ۸۱)

بقول امام جعفر صادق علیہ السلام عدت متعہ ۳۵ دن یا ایک حیض کامل ہے۔

۳۔ عن محمد بن مسلم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی المتعۃ قال لیست من  
الاربعة لانہا لاتطلق ولا تثر وانما ہی مستاجرۃ وعدتہا خمسۃ واربعون لیلۃ ﴿

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا متعہ والی عورت چار میں سے نہیں ہے کیونکہ

طلاق دی جاتی ہے نہ وراثت بنتی ہے نہ صرف اجرت پر لی جاتی ہے اور اس کی عدت ۳۵

ایام ہیں۔

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۹)

۴۔ عن زرارة عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان كانت تحيض فحیضہ وان

كانت لا تحيض فشهیر ونصف ﴿﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ متعہ والی عورت کو حیض آتا ہے تو پھر عدت

ایک حیض ہے اور حیض نہیں آتا تو پھر اس کی عدت ۲۵ دن ہے۔

۵۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی الصبیۃ التی لا تحيض مثلها والتی قد

ایست من الم حیض لیس علیہا عدة وان دخل بها ﴿﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس صغیرہ کے متعلق جسے حیض نہ آتا ہو اور اس

کبیرہ کے متعلق جس کو حیض سے مایوس ہو چکی ہو مروی ہے کہا اس پر عدت نہیں خواہ عقد متعہ کے

بعد ان کے ساتھ مباشرت و جماعت بھی کی گئی ہے۔

۶۔ عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال التی لا تحبل مثلها

لا عدة علیہا ﴿﴾

امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس عمر کی لڑکی کو بیوہ صغیرہ منی حمل نہ ٹھہرتا ہو اس

عدت نہیں ہے۔ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

۷۔ عن عبد الرحمن بن الحجاج عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ثلاث

یتزوجن علی کل حال التی لم تحض ومثلها لا تحيض وقال قلت ما حدھا قال

اذا اتی لھا اقل من تسع سنین والتی لم یدخل بها والتی قد نیست من

الم حیض ومثلها لا تحيض قلت وما حدھا؟ قال اذا کان لھا خمسون سنة ﴿﴾

(فروع ج ۲ ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تین عورتیں ہر حال میں شادی کر سکتی ہیں۔

۱۔ وہ جس کو حیض نہ آیا ہو اور اس کی عمر کی لڑکیوں کو بھی حیض نہ آتا ہو۔ راوی عبد الرحمن نے

دریافت کیا۔ اس کی حد عمر کیا ہے تو فرمایا جس پر ابھی نو سال سے کم عمر نہ گزرا ہو۔

۲۔ جس کے ساتھ دخول اور مباشرت نہ پائی گئی ہو۔

۳۔ جو حیض سے مایوس ہو چکی ہو اور اس کی عمر کی عورتوں کو حیض نہ آتا ہو میں نے عرض کیا اس کی

عمر کی حد کیا ہے؟ تو فرمایا جب اس کی عمر پچاس سال کی ہو۔

مندرجہ بالا احوالہ جات سے قارئین کرام نے اندازہ کر لیا کہ متعہ اور نکاح دوام میں کتنا

بڑا فرق ہے۔

۱۔ متعہ کی عدت ایک حیض رکھی گئی ہے حالانکہ یہ نو مہی کا حکم ہے جبکہ اس کو خرابہ آجائے تو مشتری

پر اس کے رحم کی برات معلوم کرنے کے لئے ایک حیض تک توقف ضروری ہے یا دوران جنگ

قیدی بننے کی صورت میں یہ حکم ہے مگر حرہ اور آزاد عورت کے خاوند سے جدائی کی صورت میں ایک

حیض پر اکتفا کی کوئی صورت نہیں ملتی۔ اگر متعہ بھی نکاح ہے اور جدائی بمنزلہ طلاق ہے تو پھر تین

حیض یا تین ماہ عدت ضروری ہے۔ نیز اگر قرآن مجید میں عقد متعہ کا ذکر تھا تو عدت جیسے اہم

معاہدے کا ذکر بھی ضروری تھا اور جب الگ حکم مذکور نہیں تو پھر اشتراک و اتحاد تسلیم کرنا ضروری

ٹھہرا۔ یہ تفریق کسی طرح بھی روا نہیں ہو سکتی لہذا فتح اللہ کاشانی اور صاحب لمحہ کا یہ دعویٰ کہ نکاح

اور متعہ میں صرف مدت کی تعین اور عدم تعین والا فرق ہے باقی معاملات بالکل ایک جیسے ہیں لغو

اور باطل ہے اور سراسر مہمل کلام ہے۔ عدت کے معاملہ میں اور دیگر بیبیوں امور میں فرق ہدیہ

ناظرین ہو چکا ہے اور آئندہ صفحات میں اس کی وضاحت ذکر کی جا رہی ہے۔ اصل عبارت

ملاحظہ ہو۔

عجب درایں است کہ بیچ فرق نیست میاں نکاح دوام ومتعہ در مستحبات و واجبات



وکیفیات از رضاء زوجین و صلاحیت ایقاع عقد در میان ایشان و ایجاب و قبول و مہر و دیگر شرائط و کیفیت مگر اجل کہ در متعہ ہست و در دوام نیست پس چرا اہل جہالت دوام را شروع و طہال دانند و متعہ را حرام و نامشروع و ایں نیست مگر محض عناد و انکار و بدعت۔

﴿نعوذ باللہ من ہذہ الطریقۃ المضللۃ والعقائد الفاسدۃ انتہی کلام صاحب اللعۃ﴾ (منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۹۱)

۲۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ صاحبان کے ساتھ ہمارا اختلاف صرف متعہ میں نہیں بلکہ صغیرہ اور آریہ کے معاملہ نکاح میں بھی سخت اختلاف ہے ہم ان کیلئے از روئے نص قرآن تین ماہ عدت کے قائل ہیں اور تین ماہ کے اندر ان کے ساتھ مباشرت کو دوسرے خاوند پر حرام ٹھہراتے ہیں بطور متعہ بھی اور نکاح دوام بھی گویا اس مذہب کی رو سے بازاری عورتوں کا کاروبار جائز ہو سکتا ہے صرف ایجاب و قبول اور اجرت اور وقت کا ایک دو دفعہ بھاج کا تعین کر لینا ضروری ہے یا پھر یہ دیکھنا ضروری ہے کہ بالغ نہ ہو یا پچاس سے اوپر کی ہو بلکہ شیعی عقلمی استدلال کی رو سے اگر جوان عورت بچہ دانی نکلوا دے اور حیض آنے استقر ارحمل اور اختلاط سب کا اندیشہ ختم کر دے تو وہ بھی رات دن مسلسل شادیاں رکھا سکتی ہے۔ کیا ہے کوئی صاحب عقل سلیم جو قوم کی بہنوں اور بیٹیوں کو اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی طرح بھجنے کے بعد ایسے فتوے اور احکام جاری کرے بلکہ آریہ و صغیرہ کے لئے متعدد خاوندوں کے ساتھ بیک وقت نکاح بھی جائز ہوگا کیونکہ بیوی کو خاوند کے ساتھ مختص ٹھہرانے کی وجہ بھی اختلاط سب و نسل تھا۔ جب یہ اندیشہ ختم ہو گیا تو جس طرح ایک خاوند چار بیویاں نکاح میں لاسکتا ہے ایک بیوی بھی چار خاوند کر سکے گی۔ اگر یہ دلیل صحیح ہے تو اس کا لازمی نتیجہ بھی درست اور واجب القبول ہونا چاہیے اور اگر یہ نتیجہ فاسد ہے تو یقیناً وہ دلیل بھی فاسد اور باطل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عداوت اور دشمنی کے لئے یہ کب لازم ہے کہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں کے ساتھ کھلیا جائے اور ان کو بازاری عصمت فروش اور شرم

و حیا سے بیگانہ عورتوں کی طرح ہوں پرستوں کے حوالے کر دیا جائے۔

### انوکھا عقد متعہ

اہل تشیع نے محض بوس و کنار معافہ و بخلگیری اور تنجید و تطہین کے لئے بھی متعہ کو جائز رکھا ہے اور اس صورت میں بھی عدت لازم نہیں ہے۔

عمار بن مروان نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایک عورت کو عقد متعہ کی دعوت دیتا ہے اور وہ اس کے جواب میں کہتی ہے۔

﴿ازوجک نفسی علی ان تلتئم منی ماشئت من النظر والتماس وتسال منی ماینال الرجل من ابلہ الا ان الاتدخل فرجک فی فرجی وتلد بما شئت فانی اخاف الفضیحة فقل لیس لہ الا ما شطرت﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۸)

یعنی میں اپنے آپ کے ساتھ تیرا عقد اس شرط پر کرتی ہوں کہ تو اپنی شرمگاہ میری فرج میں داخل نہیں کرے گا کیونکہ استقر ارحمل کی صورت میں مجھے ذلت اور رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس کے علاوہ جو تو چاہے نظر بازی، معافہ، بوس و کنار اور جملہ مہجبات تلذذہ سب تیرے لئے مباح ہوں گے تو آپ نے فرمایا اس کو صرف اس قدر ہی حق حاصل ہوگا جس قدر اس نے شرائط میں طے کیا ہے۔

اقول: اس روایت سے بھی متعہ اور نکاح دوام کا فرق روز روشن کی طرح واضح ہے کیونکہ نکاح ان شرائط پر نہیں ہو سکتا مگر متعہ ہو سکتا ہے۔ نیز یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اگر غلبہ شہوت میں ان شرائط کو نظر انداز کر جائے تو شیعی شریعت میں نہ رتا ہے اور نہ اس پر حد و ناعائد ہوگی بس زبانی استغفار کرے اور آئندہ شرائط کے مطابق عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔

ساح نے امام ابو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا جس نے عورت کو اپنے حرم سرا میں متعہ کے لئے داخل کیا پھر وہ عقد متعہ اور ایجاب و قبول اور تعین مدت و اجرت بھول گیا اور مباشرت شروع کر دی تو کیا اس پر زنا کی حد لگے گی؟ تو آپ نے فرمایا۔

﴿لا ولكن يمتنع بها بعد النكاح ويستغفر الله مما اتى﴾

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۸۰)

اور ایسی ہی روایت فضل بن یسار سے مروی ہے کہ اس نے امام ابو عبد اللہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص حسین و جمیل لونڈی اپنے دوست کو بطور عاریت دیتا ہے اور جماع کے علاوہ دوسرے موجبات تلمذ و قضاء شہوت اس کے لئے حلال ٹھہراتا ہے گردہ شہوت سے مغلوب ہو کر جماع کر لیتا ہے تو آپ نے فرمایا۔ یہ اس کو زینا نہیں تو اس نے دریافت کیا۔

﴿ان فعل یكون زانیا؟ قال لا ولكن یكون خائنا﴾

کیا وہ اس کی وجہ سے زانی ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا نہیں زانی نہیں ہوگا لیکن خائن ہوگا۔ (فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۰۔ استبصار ج ۲ ص ۷۷)

### تحلیل لواطت کی مصلحت

دیکھا آپ نے اس مذہب کے عقد متعہ کو اور زنا کو حلال قرار دینے کی تدریجی کوشش اور سعی کو اور ہمیں سے عورتوں کے ساتھ لواطت کو حلال ٹھہرانے کی مصلحت بھی واضح ہو گئی کہ جب عقد متعہ کی اجرت دینی ہی ہے اور محض بوس و کنار اور معانقہ وغیرہ سے تو خواہش نفس پوری ہو نہیں سکتی بلکہ یہ امور تو آتش شوق تیز کرنے اور بھڑکانے کے موجب ہیں اور جماع کی صورت میں ذلت و رسوائی کا بھی امکان ہے (بصورت استقرا حمل) اس لئے لواطت کو جائز قرار دے دیا تاکہ شیطان کا منہ بھی کالا ہو جائے اور مفت میں اجرت کا بار گراں بھی برداشت نہ کرنا پڑے۔

### متعہ خلاف فطرت ہے

علاوہ ازیں یہ حقیقت بھی طشت از بام ہو گئی کہ متعہ کو حلال ٹھہرانا غیر فطرتی امر ہے ورنہ نبات اور رسوائی کا کیا اندیشہ؟ اول تو کسی کو یہ پوچھنے کا حق ہی کیا کہ یہ صابرا دے کیسے متولد ہوئے؟ کیونکہ ہر ایک کو معلوم ہونا چاہیے کہ نکاح دوام سے بڑھ کر سہل کار آمد اور موجب تربتی درجات صورت عقد متعہ کی موجود ہے اور اگر کوئی پوچھ ہی لے تو بڑے فخر سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ متعہ شریف کے فیوض و برکات سے ہیں اور شیعہ شریعت میں فرزند متعہ نکاح والے فرزند سے افضل ہے۔ (منہج الصادقین ج ۲ ص ۲۹۵)

ولد متعہ افضل است از ولد زوج دائم۔ (امام معمر صادق)

تو گویا ماں بیٹے دونوں کا سر فخر سے بلند ہوگا اس میں خوف فضیلت خلق کا کیا شائبہ؟ مگر حقیقت خود بخود داغ لگی کہ جس عقد میں نہ گواہ نہ اعلان و تشہیر نہ والدین کا اذن وہ فطرت سلیمہ کے نزدیک باعث شرم و حیا ہے اور موجب عک و عار اور سرسراہ زلت و رسوائی۔ ﴿الیس منکم رجل رشید﴾ کیا ہے کوئی جاگتے نصیب والا اور بیدار بخت جو خیمہ کی اس آواز کو غور سے اور کان لگا کر سنے اور اس کی رجسٹری میں اس انتہائی اہم اختلافی مسئلہ کا فیصلہ کرے۔

### اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نظر نہ آیا

شیعی علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے جواب آن غزل کے طور پر بڑے دھوم دھڑلے سے بیان کیا ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جن کے مذہب میں اجرت پر زنا کرنے سے حد شرعی جاری نہیں ہوتی وہ متعہ کو زنا سے تعبیر کر کے شیعوں کو مطمئن کر رہے ہیں چنانچہ فتاویٰ قاضیخان ج ۲ ص ۸۲۱ پر ہے۔

﴿لو استاجر امرأة لیزنی بیہا فزنی لایحدفی قول ابی حنیفہ﴾

یعنی اگر کوئی شخص اجرت مقرر کر کے زنا کرنے کے لئے کرایہ پر عورت لائے اور اس سے زنا کرے تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔

(کونذانی التناوی السراجی ص ۶۰)

پھر اس پر اپنی طرف سے حاشیہ آرائی یوں فرمائی تمام کخروں اور کخریوں کو امام اعظم ۱  
منمون ہونا چاہیے کہ جنہوں نے ان کے پیشے کو جائز قرار دے کر ان کے لئے رزق کے  
دروازے کھول دیے شرم، شرم، شرم (تجلیات صداقت ص ۳۰۱)

﴿الجواب ومنہ التوفیق للصدق والمصواب﴾

۱۔ خفی مسلک پر علامہ موصوف کے اعتراض اور بھتی کا تحقیقی جواب عرض کرنے سے پہلے قارئین  
حضرات کو زحمت دوں گا کہ وہ چند سطر پیچھے کی طرف سماء کے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کے نقل کردہ فرمان اور فضل بن یسار کے نقل کردہ فرمان امام پر نظر ڈالیں جن میں سے پہلی روایت  
کے مطابق عقد متعہ نہ ہونے کے باوجود مباشرت پر حد زنا کی نفی فرمائی ہے اور دوسری روایت کے  
مطابق جماع اور مباشرت پر عقد متعہ واقع نہ ہونے کے باوجود جماع کر لینے کو زنا ہی قرار نہیں دیا  
اقامت حد کا تو ذکر ہی کیا۔ اپنے مذہب کی مستند ترین کتب حدیث میں امام جعفر صادق رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے ایسے فرمان نقل ہونے کے باوجود امام ابو حنیفہ اور مذہب خفی پر اعتراض بہت ہی  
مشکلہ خیز امر ہے۔

۲۔ نیز علامہ صاحب نے حد زنا جاری نہ ہونے کا فتویٰ دیکھ کر اجرت پر زنا کو جائز قرار دیا اور  
کخروں کو کخریوں کے لئے نوید مسرت سنادی۔ ہم حیران ہیں کہ جہاں میں ایسے علامہ بھی ہو سکتے  
ہیں جو کسی جرم پر حد قائم نہ ہونے کی صورت میں اس کا جواز سمجھ لیں اگر یہ استنباط اور نتیجہ صحیح ہے تو  
قرآن مجید کی رو سے بھی زنا حلال ہے کیونکہ تین گواہ ہوں تو زانی مرد اور زانیہ عورت پر حد نہیں  
لگ سکتی۔

﴿قال اللہ تعالیٰ لولا جاؤ اعلیہ باربعۃ شہداء فاذا لم یاتوا بالشہداء  
لارلک عند اللہ ہم الکاذبون﴾

لہذا قرآن نے ڈھکوسا صاحب کے استدلال کے مطابق زنا کو حلال کر دیا لہذا اس  
کخروں اور کخریوں کو صلئے عام دے دو کہ مژدہ باتہارے لئے قرآن مجید نے اور رب قدیر  
نے رزق کے دروازے کھول دیے ہیں۔ بے شک زنا کرو لیکن ایسے انداز میں کرو کہ بیک وقت  
پار آدمی دیکھ نہ سکیں۔ ﴿لا حول ولا قوۃ الا باللہ﴾

۲۔ میں علامہ صاحب سے تو بات نہیں کرتا کیونکہ ان کا ارادہ راہ حق تلاش کرنے کا نہیں بلکہ وہ  
ایہ دوانستہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا عزم مصمم کئے ہوئے ہیں۔ متلاشیان حق و حقیقت سے گزارش  
کرتا ہوں کہ حد اس معین سزا کو کہا جاتا ہے جس میں تبدیلی اور کمی بیشی روانہ ہو اور یا یہ ثبوت تک  
لپٹنے کے بعد کسی کو معاف کرنے سے معاف نہ ہو سکتی ہو۔ اسی لئے قصاص کو حد نہیں کہا جاتا  
کیونکہ دارخان مقتول اس کو معاف کر سکتے ہیں اور تعزیری کا روای کو بھی حد نہیں کہتے کیونکہ اس  
میں تعین و تقدید نہیں ہوتی بلکہ امام اور حاکم وقت کی صوابدید پر اس کو گھٹایا یا بڑھایا جاسکتا ہے اور  
جہاں حد کی نفی کر دی جائے تو تعزیری کی نفی نہیں ہوتی اور نہ اس فعل کے جرم ہونے کا انکار لازم  
آتا ہے مثلاً مرد اور عورت ناجائز حالت میں دیکھے گئے گواہوں کا نصاب پورا نہیں یا صرف بے ہنگی  
کی حالت میں دیکھے گئے زنا میں مصروف نہیں دیکھے گئے تو گوحد لاگو نہیں ہوگی یعنی شادی شدہ  
دونے کی صورت میں سنگساری اور کنوارے ہونے کی صورت میں سو کوڑے نہیں لگیں گے۔

لیکن تعزیری کا روای ضروری کی جائے گی اور اس جرم کو بہر حال جرم ہی سمجھا جائے گا نہ کہ اس پر جواز  
کا فتویٰ صادر کر دیا جائے گا۔ ایسی ہی صورت یہاں پر ہے کہ امام صاحب کے قول کے مطابق  
اس صورت میں حد اور معین عقوبت نہیں اس کو جواز زنا کی سند بنا لیتا ڈھکوسا صاحب جیسے علامہ کا ہی  
کام ہو سکتا ہے بھائی ہوش و حواس کوئی عام آدمی بھی ایسا نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا علامہ صاحب نے خود



ہی غلط نتیجہ نکال کر خفیوں کو کہا شرم شرم شرم میں نے حقیقت حال واضح کر دی لیکن علامہ صاحب کو شرم شرم نہیں کہتا کیونکہ ان سے شرم کی توقع رکھنا ہی عبث ہے۔

۴۔ عام قاعدہ اور قانون ملاحظہ کر لینے کے بعد یعنی نفی حد جواز فعل کو مستلزم نہیں ہوتی بلکہ اس میں تعزیری کاروائی ثابت ہوتی ہے۔ اب اس قول کی حقیقت اور اس کا صحیح پس منظر ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ دھکوصاحب کی نقل کردہ عبارت کتاب الحدود کی ہے جس کی ابتدا یوں ہے۔

﴿الحدود خمسہ۔ حد الزنا و حد الشرب و حد القذف و حد السرقة و حد قطع الطريق﴾

حدیں پانچ ہیں۔ زنا کی حد، شراب خوری کی حد، قذف کی حد، چوری کی حد اور ڈاکہ کی حد۔ اما الزنا و هو الاجلاج الذکر فی قبل الاجنبیۃ ان تمحض حرامایجب الحدودان تمکنت فیہ الشبهة لایجب ﴿فتاویٰ قاضی خان ص ۸۲﴾

لیکن زنا عبارت ہے مرد کا اپنی شرمگاہ کو اجنبیہ عورت کے فرج میں داخل کرنے سے اگر وہ حرام خالص ہے تو اس میں حد واجب ہے اور اگر اس میں شبہ پایا گیا ہو تو واجب نہیں ہوگی۔ اس عبارت سے ہر صاحب عقل و دانش یہ سمجھ سکتا ہے کہ شبہ کی وجہ سے کسی پر سے حد اور مقررہ سزا کا ساقط ہو جانا اس کو مباح نہیں ٹھہراتا بلکہ مجرم کی نوعیت جرم بدل گئی اور اسے شک فائدہ پہنچا۔ مثلاً ج کسی قاتل کو شک کا فائدہ دیتے ہوئے اسے پھانسی نہ دے تو کیا اس کا معنی ہوگا کہ اس جج نے قتل کو جائز کر دیا ہے بالکل اسی طرح یہاں پر ہے کیونکہ مسلمہ قاعدہ ہے۔ الحدود تندری بالشبهات۔ شہادت کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اسی فتاویٰ کے سن ۸۲۸ پر تعزیرات کے ضمن میں ذکر فرمایا۔

﴿رجل قبل اجنبیۃ حرۃ او امۃ او عاتقها او مسہا بشهوة یعزرو کذا لو جامعها فیما دون الفرج فانه یعزرو کذا اذا تلو ط فی قول ابی حنیفۃ و فی قول

صاحبہ اذا تلو ط حد الزنا﴾

اگر ایک شخص اجنبیہ آزاد عورت یا لونڈی کو بوسہ دے یا اس کے ساتھ معافقہ کرے یا اس کو شہوت کے ساتھ مس کرے تو اس کو تعزیر لگائی جائے اور ایسے ہی اگر فرج کے علاوہ مجامعت کر لے یعنی تحنید و بطنین کی صورت میں بھی تعزیر لگائی جائے گی اور اگر لواطت کرے تو امام صاحب کے نزدیک تعزیری کاروائی کی جائے گی اور صاحبین کے نزدیک حد زنا لگائی جائے گی۔

احمد اشتباہ۔۔۔ بچھلی عبارت سے یہ حقیقت تو روز روشن کی طرح واضح ہوگی کہ حد کی نفی سے انفاق کے نزدیک تعزیر کی نفی نہیں ہوتی بلکہ لگائی جاتی ہے۔ اب اس صورت مخصوصہ میں وجہ التعمہ ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ جب عورت کو اجرت پر لیا تو اسے اجرت پر دینے والے اور لینے والے کے درمیان ایجاب و قبول پایا گیا جو دلی نکاح اور نکاح کے ایجاب و قبول کے مشابہ ہے اور اجرت پائی گئی جو حق مہر کے مشابہ ہے گو نیت نکاح کی نہیں ہے اور اس وجہ سے منع کے لئے نفی دلی عورت کے ساتھ مباشرت پر حد واجب نہیں ہوتی۔ حالانکہ فعل حرام موجود ہے جیسے کہ قاضی مان کے اسی صفحہ اور جلد میں اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ لہذا فعل زنا متحقق ہوگا مگر اشتباہ کی وجہ سے رجم یا سوکڑوں کی مقررہ سزا لگا نہیں ہوگی کیونکہ فعل کا زنا نہ تھا بلکہ معاملہ ہے اور حد واجب نہ تھا بلکہ معاملہ۔ علامہ ابن عابدین حاشیہ رد مختار المعروف بہ رد المحتار میں فرماتے ہیں۔

﴿ان الشرع لم یخص اسم الزنا بمایوجب الحد بل بما هو اعم الموجب للحد بعض انواعه ولو وطی جاریۃ ابنۃ لا یحد حد الزنا ولا یحد قاذفہ بالزنا فدل علی ان فعله زنا وان کان لا یحد بہ﴾ (ج ۳ ص ۱۵۴)

بیشک شریعت نے زنا کے لفظ کو موجب حد فعل کے ساتھ مختص نہیں ٹھہرایا بلکہ وہ عام معنی میں ہے اور موجب حد صرف اس کے بعض انواع ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی لونڈی کے ساتھ مباشرت کرے تو اس پر (بوجہ شبہ جواز) حد زنا نہیں لگائی جائے گی لیکن اس کو زنا کے ساتھ

مہتمم کرنے والے کو قاذف قرار دے کر حد قذف (تہمت کی سزا) بھی نہیں لگائی جائے گی۔  
ثابت ہو گیا کہ اس شخص کا یہ فعل زنا ہے اگرچہ اس کی وجہ سے اس پر حد زنا واجب نہیں  
(کیونکہ سرور عالم ﷺ کا ارشاد انت و ممالک لایبیک یعنی تُو اور تیرا مال تیرے  
کی ملکیت ہے موجب شبہ ہے)۔  
(رد المحتار حاشیہ در مختار ج ۳ ص ۱۵۴)

### حنفی مذہب کیا ہے

نیز یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ مذہب حنفی یہ نہیں کہ اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ  
زنا پر حد نہیں ہے۔ یہ صرف کتب فقہ میں منقول روایت اور قول ہے اور کتب فتاویٰ میں صحیح  
بضعیف قوی و قوی و مفتی یا اور غیر مختار و غیر مفتی یہ سبھی اقوال منقول ہوتے ہیں لیکن وہ سب مذہب  
حنفی نہیں کہلاتے بلکہ مختار اور مفتی یہ اور مذہب یہی ہے کہ ایسے شخص پر حد زنا لاگو ہوگی۔  
ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے جیسے کہ در مختار میں ہے۔

«لا حد بالزنا بالمستاجرة لہ ای للزنا والحق وجوب الحد  
کالمستاجرة للخدمة» (ج ۳ ص ۱۷۲)

یعنی زنا کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا پر حد نہیں اور حق یہ ہے کہ اس  
میں حد واجب ہے جس طرح خدمت کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا کی حد  
میں حد واجب ہے اور علامہ ابن عابدین نے فرمایا۔

«والحق وجوب الحدای کما هو قولہما و هذا بحث لصاحب الہ  
وسکت علیہ النہر» (جلد ۳ ص ۱۷۲)

یعنی حد واجب ہے جیسے کہ صاحبین کا قول ہے۔  
الغرض مذہب مختار اور مفتی یہ قول یہی ہے کہ حد واجب ہے اور قطع نظر اس سے اس

نا ہونے اور قبیح ہونے میں تو کلام ہی نہیں۔ لیکن کجیروں اور کجیروں کے ایسے افعال کو مستحسن  
دینے والوں کی بصارت اور بصیرت یہاں پر ختم ہو گئی اور کیوں نہ ہوتی سرور عالم ﷺ کا  
نماز کیونکہ ہو سکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ جبکہ الشیعی یعمی ویصم تیری کسی چیز  
پر حد نہیں لگائی جائے گی۔

عقد متنہ کے متعلق دی گئی رعایات اور بھولیات اور بے احتیاطیوں سے غفور و درگزر بلکہ  
اجازت کے حوالہ جات ملاحظہ کر لینے کے بعد اب اس فعل کے نہ کرنے کی وعید اور  
نہ پر بے حد و حساب اور بے نہایت بے غایت اجرو ثواب اور درجات کی بلندی و بالا تری  
اور فرائیں جن کو دیکھ کر شریعت کے سبھی ارکان بیچ معلوم ہونے لگتے ہیں اور یوں معلوم  
ہے کہ اسلام صرف اور صرف متنہ کا نام ہے اور نبی کریم ﷺ صرف اور صرف اس لئے  
آئے ہوئے کہ اس کی عظمت شان اور امتیازی حیثیت اور مقام کو اہل اسلام پر واضح کریں اور  
اس میں مستغرق رہ کر انبیاء و مرسلین اور ائمہ اہل بیت اور نبی الانبیاء ﷺ کے مراتب  
و درجات حاصل کرنے بلکہ اس سے بھی سبقت لے جانے کا مژدہ جانفز اور بشارت روح افزا  
کی دوس۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

### متنہ کا اجرو ثواب اور فضائل و درجات

لا یحفرہ الفقیہ میں قرآن ناطق حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔

«لیس منامن لم یومن بکرتنا ولم یستحل متعنا»

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص ہمارے دنیا میں دوبار  
اسلام لانے کا عقیدہ نہ رکھے اور متنہ کو حلال نہ جانے وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں ہے۔

(من لا یحضرہ الفقیہ بحوالہ منہج الصادقین ج ۲ ص ۲۸۸)

۲۔ ﴿در ہدایت الامت مرویست ان المومن لایکمل ایمانہ حتی یتمتع﴾  
مومن کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک متع نہ کرے (یعنی محض اعتقاد جواز کا)

بلکہ عمل کرنے تب مومن کامل ہے گا۔)

۳۔ ہدایت الامت میں ہے۔ ﴿قال علیہ السلام انی لاحب للمومن لایخرج  
الدنیا حتی یتمتع ولومرة﴾

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں مومن کے لئے اس امر کو بہت زیادہ پسند  
سمجھتا ہوں کہ وہ وفات سے پہلے متع کرے اگرچہ ایک مرتبہ (تا کہ کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے)  
﴿فقال علیہ السلام انی لا کرہ للرجل المسلم ان یخرج من الدنیا  
وقد بقیت علیہ حلۃ من خلال رسول اللہ لم یقضہا﴾

امام موصوف فرماتے ہے۔ مومن کے لئے اس امر کو سخت ناپسند سمجھتا ہوں کہ وہ فوت ہو جائے  
رسول اللہ ﷺ کے اخلاق وعادات میں سے کوئی خصلت باقی رہ گئی ہو جس پر اس نے عمل کیا  
اور متع (العیاذ باللہ) اخلاق نبویہ سے ہے۔

۵۔ در صافی از فقیہ آورده:

﴿فقلت هل تمتع رسول الله؟ فقال نعم وقرء هذه الاية واذا سر الى  
الى بعض ازواجه حديثا الى قوله تعالى ايكارا﴾

صافی نے فقہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام موصوف سے دریافت کیا کہ آیا  
عالم ﷺ نے متع کیا؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں کیوں نہیں اور اس آیت کریمہ واذاسر الي  
بعض ازواجه حديثا کا مطلب مفہوم یہی بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ماریہ  
ساتھ متع کیا اور حضرت حفصہ کی رضامندی کے لئے اس کو حرام کر دیا (حالانکہ وہ آپ  
لوٹتی تھیں اس کے ساتھ متع کا کیا معنی؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے زید نے اپنی

بالمترجع کیا)

۱۔ کافی ووسائل میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے مروی ہے۔

﴿قال النبی لما اسری بی الی السماء قال لحقنی جبریل فقال یا  
محمد ان الله تعالی يقول انی قد غفرت للمتمتعین من امتک من النساء﴾

نبی عالم ﷺ نے فرمایا جب مجھے آسمان کی طرف معراج کرایا گیا تو جبریل علیہ السلام  
میں سے آئے اور مجھ سے کہا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہاری امت میں سے  
متع کرنے والی عورتوں کو بخش دیا۔

۲۔ ﴿قال ابو جعفر علیہ السلام لہو المومن فی ثلاثة اشیاء المتمتع بالنساء  
مفاکھة الاخوان والصلوة باللیل﴾

مسائل میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مومن کا لہو صرف تین خصلتوں میں ہے۔

۱۔ عورتوں کے ساتھ متع کرنے والا ہو۔

۲۔ برادران اسلام کے ساتھ خوش طبعی کے ساتھ پیش آنے والا ہو۔

۳۔ شب بیدار اور تہجد گزار ہو۔

۸۔ در وسائل مرویست کہ اسمعیل ہاشمی را حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام پرسید از آرزو یکہ خانہ  
آمدی آیا متعہ کردی عرض کرد نہ بکثرت مشاغل طریق غنی یوم از مع۔

﴿قال علیہ السلام وان کنت مستغنیا فانی احب ان تحیی سنة رسول اللہ ﷺ  
وسائل میں مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسمعیل ہاشمی سے  
یافت کہ تو جب سے گھر سے نکلا ہے متع کیا ہے یا نہیں؟ تو اس نے عرض کیا۔ راہ کی مشغولیتوں  
لی وجہ سے متع کی ضرورت محسوس نہیں۔ آپ نے فرمایا ضرورت نہ سہی میں اس امر کو محبوب  
لما ہوں کہ تو سنت رسول ﷺ کو زندہ کرے۔



﴿قال عليه السلام ان الله تعالى حرم على شيعتنا المسكر من كل شراب وعوضهم عن ذلك المتعة﴾ یعنی متعہ زنان۔ وانی میں فقہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امام ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیعوں پر لاشعری حرام فرمادی ہے اور اس کے عوض ان کے لئے متعہ حلال ٹھہرا دیا ہے۔ (گویا نعم الہل موصول ہو گیا جو لذت ہوش و حواس بحال ہوتے ہوئے حاصل ہو لذت تو وہی ہے۔ بے ہوشی اور مدہوشی والی لذت تو کوئی لذت نہیں ہوتی)

۱۰۔ وسائل میں مروی ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسماعیل جعفی سے دریافت کیا کہ آیا تو نے اسماعیل متعہ کیا ہے اس نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا میں نے تجھ سے متعہ حج کے متعلق سوال نہیں کیا بلکہ عورتوں سے متعہ کے متعلق دریافت کیا ہے تو اس نے کہا ہلے با کنیزک بر سر یہ قال قد قیل یا اسماعیل تمتع بما وجدت ولو سندیة۔ (برہان المعصوم ص ۴۸)

ہاں بربری لوٹری کے ساتھ متعہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے اسماعیل متعہ کر و سالیہ ہر عورت کے جو دستیاب ہو اگرچہ سندی ہی کیوں نہ ہو۔

۱۱۔ وسائل میں ہی مروی ہے کہ حضرت امام ابو عبد اللہ نے محمد بن مسلم سے دریافت کیا کہ آیا تم نے متعہ کیا ہے تو اس نے عرض کیا نہیں میں نے متعہ نہیں کیا قال لا تخرج من الدنيا حتى تصحی السنۃ تو حضرت امام نے فرمایا اس دنیا سے اس وقت تک نہ نکلتا اور رخت سفر نہ باندھتا جب تک متعہ والی سنت کو زندہ نہ کرے۔ (برہان المعصوم ص ۴۸)

اقول: گویا شیعی ملت میں باقی تمام سنن اور فرائض ہیں اصل الاصول اور سب فرائض و سنن کی رو سے صرف متعہ کرنا ہے اور حضرت امام کے لئے اس کے متعلق کس قدر دلچسپی ظاہر ہو گئی ہے کہ راہروا

اور مسافروں سے دیگر تکالیف اور دشواریوں وغیرہ کے متعلق بھی دریافت نہیں فرماتے تھے صرف اور صرف متعہ کے متعلق تحقیق و تفتیش فرماتے تھے۔ ﴿سبحانک هذا بہتان عظیم﴾

۱۱۔ کافی، وانی اور وسائل میں مروی ہے کہ ایک قریشی کو اس کی بیچازاد نے یہ پیغام بھیجا کہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ سے بہت معزز لوگوں نے خواہ متنگاری کی ہے مگر میں نے ان کی دعوت ٹھکرا دی ہے اور میں ثروت اور مال و دولت کی وجہ سے شادی سے بے نیاز ہوں۔ لیکن اب میں دل سے مٹی اور آرزو مند ہوں کہ تو مجھے عقد متعہ میں لے لے۔ مجھے مال کی لانچ ہے اور نہ مردوں سے محبت بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ کے حکم کو جاری کرنے کیلئے کیونکہ میں نے مانا ہے کہ فلاں (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کو حرام قرار دیا ہے لہذا میں اس امر کو ہند کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں۔ اس قریشی جوان نے کہا مگر کن من حضرت باقر علیہ السلام را پرسم ﴿فقَالَ عليه السلام افعل صلی اللہ علیہ وسلم﴾ (برہان المعصوم ص ۴۹)

صبر کرو میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے پوچھ لوں تو آپ نے فرمایا متعہ کر اللہ تعالیٰ اور دونوں پر اس زوجیت اور حقیقی ہونے کی بدولت درود و صلوات بھیجے گا۔

۱۲۔ دینی عقد جو مقاصد تزویج کی تکمیل کا موجب اور شرم و حیا کے تقاضوں کے عین مطابق اور لاء کی عزت و حرمت کا محافظ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوات کا نزول نہ ہوا اور صرف اس عقد میں ہو جو صرف شہوت رانی کے لئے ہو کس قدر محل تجب ہے اور موجب حیرت؟ الفقہ، وانی اور وسائل میں مروی ہے کہ صالح بن عقبہ کے باپ (عقبہ) نے امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

﴿السلامت مع ثواب قال ان کان یرید بذالک وجہ اللہ و خلافہ علی من سکر۔ لم یكلمها كلمة الا كتب الله له بها حسنة ولم يمد يده اليها الا كتب الله

له حسنة فاذا ادنا منها غفر الله له بذلك ذنبا فاذا اغتسل غفر الله له بقدر ما  
من الماء على شعره. قلت بعدد الشعر؟ قال نعم بعدد الشعر ﴿

(تفسیر منہج ج ۲ ص ۳۸۸۔ برہان المتعص ص ۳۹۔ من لا يحضره الفقيه ج ۳ ص ۲۹۵)

کیا متعہ کرنے والے کیلئے ثواب ہے تو آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل  
کرنے کے لئے کرے اور منکرین کی مخالفت کے لئے تو سنی عورت سے جو کلمہ بولے گا ہر کلمہ  
اس کیلئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جب اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا تو اس کی بدولت بھی اس  
کے لئے نیکی لکھی جائے گی۔ اور جب اس سے مقاربت کرے گا تو اس کی بدولت اللہ تعالیٰ اس  
کے گناہ معاف فرمادے گا اور جب غسل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بالوں میں سے ہر بال  
سے گزرنے والے پانی کی مقدار مغفرت اور بخشش فرمائے گا۔ (عقبہ کہتا ہے) میں نے کہا کہ  
تمام بالوں کی گنتی کے مطابق؟ آپ نے فرمایا ہاں تمام بالوں کی تعداد کے مطابق  
کو مغفرت اور بخشش حاصل ہوگی۔

۱۴۔ وسائل میں مروی ہے کہ قال ابو عبد الله عليه السلام ما من رجل تمتع ثم  
اغتسل الا خلق من كل قطرة تقطر منه سبعين ملكا يستغفرون له الى يوم  
القيامة و يلعنون محتسبها الى ان يقوم الساعة. (برہان المتعص ص ۵۰)

امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو مرد متعہ کرے پھر غسل کرے  
تو اس کے بدن سے ٹپکنے والے پانی کے ہر قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا کئے جائیں گے جو اس  
کے لئے قیامت تک مغفرت طلب کریں گے اور متعہ سے گریز اور پرہیز کرنے والوں پر قیامت  
قیامت تک لعنتیں بھیجتے رہیں گے۔

اقول: اسلام میں ملائکہ کی تخلیق نور سے ثابت ہے۔ جنہی مرد کے غسل جنابت والے پانی

جو پیدا ہوں وہ یقیناً نورانی فرشتے نہیں ہو سکتے بلکہ غیث الفطرت شیاطین ہی ہوں گے اور اگر وہ  
متعہ بھی شرعی برائی سے اجتناب کرنے والوں سے بغض نہ رکھیں تو ان کا تقاضاے خیر ختم ہو کر رہ  
جائے گا اسلئے یقیناً ان کو پاکیزہ لوگوں کا دشمن ہونا ہی چاہیے۔

۱۵۔ شیخ علی بن عبد العالی نے اپنے رسالہ متعہ میں اپنی سند کے ساتھ اور تفسیر منہج الصادقین میں ملا  
فتح اللہ کا شافی نے ذکر کیا ہے۔

﴿قال النبی من تمتع مرة واحدة عتق ثلثة من النار ومن تمتع مرتین  
عتق ثلثة من النار ومن تمتع ثلث مرات عتق کله من النار﴾  
(برہان المتعص ص ۵۱۔ منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۹۲)

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا اس کا ایک تہائی حصہ بدن کا آتش  
دوزخ سے آزاد کر دیا گیا اور جس نے دومرتبہ متعہ کیا اس کا دو تہائی حصہ بدن دوزخ کی آگ  
سے آزاد کر دیا گیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا تو اس کو مکمل طور پر آتش دوزخ سے آزاد کر دیا گیا  
(اقول۔ ہم خرماء ہم ثواب، مزید مجاہدہ و ریاضت کی ضرورت ختم)

۱۶۔ شیخ علی بن عبد العالی کے رسالہ متعہ میں اور تفسیر منہج الصادقین میں مروی و منقول ہے۔

﴿قال النبی ﷺ من تمتع مرة درجته کدرجة الحسنین ومن تمتع  
مرتين درجته کدرجة الحسن ومن تمتع ثلاث مرات درجته کدرجة علی ومن  
تمتع اربع مرات درجته کدرجة جنتی﴾ (برہان ص ۵۲۔ تفسیر الصادقین ج ۲ ص ۴۹۳)

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا اس کا درجہ امام حسین کے درجہ کی  
مانند ہے۔ اور جس نے دومرتبہ متعہ کیا اس کا درجہ امام حسن کے درجہ کے برابر ہے اور جس نے  
تین مرتبہ متعہ کیا تو اس کا مرتبہ علی مرتضیٰ کے درجہ کے مماثل ہے اور جس نے چار مرتبہ متعہ کیا تو  
اس کا مرتبہ میرے درجہ اور مرتبہ کے برابر ہے۔ (العیاذ باللہ)

تعب انگیز۔۔۔ قول متعہ کے دلدارگان نے کتنی جرات اور بیباکی کے ساتھ اس کی درجہ بندی کی ہے۔ اور ان مقدس ہستیوں کی قدر و منزلت میں کس قدر تقریط و تنقیص اور تحقیر و توہین کا ارتکاب کیا ہے؟

بالخصوص اس شہید شاہ گلگوں قبا کی قربانی کو کس قدر بے مقدار ٹھہرایا ہے کہ معنی مرد صرف ایک جست میں ان کے مرتبہ و مقام پر فائز ہو گیا۔ العیاذ باللہ۔ گویا شہادت اور جانبازی و جانفشانی اور اعزاز و اقرار کا ب کی قربانی اور اسلام کی سر بلندی کیلئے محنت و کوشش اور سعی و جہد تو کوئی شے ہی نہ ہوئی اصل الاصول تو سب کا صرف اور صرف متعہ ٹھہرا جو جود ہی ثبوت رانی ہے۔

نیز پچھلی روایت کو ساتھ ملا کر دیکھیں تو ان مقدس ہستیوں کی توہین و تحقیر کی کوئی حد نہیں رہتی۔ ایک طرف ایک مرتبہ متعہ کا درجہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجہ کے برابر اور دوسری طرف ایک مرتبہ متعہ کرنے سے تہائی حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہو تو پھر امام حسین کا حال کیا ہوا۔ نیز دوسرے مرتبہ متعہ کرنے پر ادھر دھرتی آتش دوزخ سے آزاد ہوا ادھر امام حسن کا درجہ مل گیا تو امام حسن کا مقام کیا ہوا۔ ادھر تین مرتبہ متعہ کرنے پر معنی مرد کا بدن مکمل طور پر آتش دوزخ سے آزاد ہوا اور ادھر اس کو علی المرتضیٰ والا درجہ بھی مل گیا تو گویا حضرت علی مرتضیٰ اور سرچشمہ ولایت کا صرف یہ مقام ہے کہ بس آتش دوزخ سے رہائی مل گئی اور حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو یہ مقام بھی نصیب نہ ہو سکا۔

بسوخت عقل ز جہرت کما میں چہ بوا الجہیت

نیز تعب انگیز امر یہ ہے کہ یہ تمام درجہ جات تو صرف چار مرتبہ متعہ کرنے سے حاصل ہو گئے تو جو شہید ساری زندگی متعہ ہی کرتا رہے تو اگر اس کا مرتبہ نہ بڑھے تو خلاف عدل و انصاف ہے اور اگر بڑھے تو وہ کس مقام پر فائز ہوگا؟

صلائے عام ہے یا ران نکند داں کے لئے

صاف ظاہر ہے کہ دشمنان اسلام نے اہل اسلام کو اخلاق حسنة سے عاری کرنے کے لئے اور خواہشات نفس کا گرویدہ بنانے کے لئے ایسے افتراء اور بہتانات سے کام لیا اور پاکباز ہستیوں کی طرف ایسے ایسے جھوٹ منسوب کئے کہ شیطان بھی اس سے شرمائے ہے۔

۱۔ شیخ علی بن عبد العالی نے اپنے رسالہ متعہ میں اور علامہ کا شانی نے تفسیر منہج الصادقین میں ذکر کیا ہے۔

﴿قال النبی ﷺ من تمتع مرة امن من سحق الله الجبار ومن تمتع مرتين حشر مع الابرار ومن تمتع ثلاث مرات زاحمى في الجنان﴾  
(برہان المحقق ص ۴۹۳ ج ۲ تفسیر منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۹۳)

نبی مکر ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا تو اللہ جبار کی ناراضگی اور قہر و غضب سے پر امن ہو گیا اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا حشر ابرار اور نیکوکار لوگوں کے ساتھ ہو گیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کر لیا وہ میرے ساتھ جنات نعیم میں مزاحمت کرے گا۔ اور مجھ سے سبقت کی کوشش کرے گا۔

اقول: شیعہ کے ہاں ہزار ہزار عورت کے ساتھ متعہ جائز ہے تو ایسے اشخاص کے درجہ جات مراتب کیا ہوں گے۔ کیا شیعہ شریعت میں سید المرسل اور امام الانبیاء ایسے دلدارگان متعہ کی گرد راہ کو بھی پہنچ سکیں گے؟

بسوخت عقل ز جہرت کہ میں چہ بوا الجہیت

۱۸۔ تفسیر منہج الصادقین میں نقل کیا کہ نبی مکر ﷺ نے فرمایا۔

﴿من خرج من الدنيا ولم يتمتع جاء يوم القيامة وهو اجدع﴾

(ج ۲ ص ۴۹۳۔ ۲۸۹)



جو دنیا سے نکلا ایسی حالت میں کہ اس نے متعہ نہیں کیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی ناک کٹی ہوگی۔

اقول: نکاح دائمی میں عمل ضروری نہیں عقیدہ اباحت اور جواز کا کافی ہے۔ لیکن متعہ صرف جواز کا عقیدہ ہو اس پر عمل نہ کیا ہو تو ناک کٹی ہوگی اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نظریہ کے بانیوں کے مقاصد کیا ہیں؟ اور وہ کونسے لوگ ہیں جو اخلاقیات اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے درپے ہیں؟

۱۹۔ شیخ الطائف ابو جعفر طوسی نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

«انه يد خلني من المتعة شني فقد حلفت ان لا تزوج متعة ابدا فقال له عبد الله عليه السلام انك اذا لم تطع الله عصيته»

مجھے متعہ کرنے سے وسوسہ دل میں داخل ہوتا ہے لہذا میں نے حلف اٹھایا ہے کہ میں متعہ کی شادی کبھی نہیں کروں گا۔ تو امام ابو عبد اللہ نے اس سے فرمایا اگر تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرنے کا تو عاصی اور نافرمان ہوا شہر ہے گا۔ (من لا يحضره الفقيه ج ۳)

اور تفسیر منہج الصادقین میں اس جواب کو ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے کہ ۲۰۔ ایک شخص نے امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے قسم کھالی ہے کہ متعہ نہیں کروں گا اور اب میں سخت پشیمان ہوں تو آپ نے فرمایا:

«يا هذا انك حلفت ان لا تطيع الله والله ان لم تطعه تبغضه» (ج ۲ ص ۲۸۸) اے پست ذہنیت والے تو نے یہ قسم کھالی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرے گا بخدا اگر تو اس نے کی اطاعت نہ کی تو تو اس سے بغض رکھنے والا ہوگا۔

اقول: اگر دائمی نکاح عملی طور پر کر لے تب بھی وہ ناک کٹنے اور عاصی و نافرمان ہوا بننے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغض رکھنے والا ہوگا جرم سے نہیں بچ سکتا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مقاصد اس مسئلہ کی اشاعت اور اس پر زور دینے کے کیا ہیں؟

۲۱۔ تفسیر منہج الصادقین میں سلمان فارسی، مقداد بن اسود کندی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے طویل روایت نقل کی ہے۔ جس کے ضروری حصے نقل کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا۔ رسول معظم ﷺ نے فرمایا:

برادر من جبرئیل تھا خداوند پروردگار رحمن آورد آستان متعہ زناں مومنہ است و پیش از من این تھا رانچ پیغمبرے ارزانی نداشت و من شمارا بآں امری کنم (تا) و بداند کہ متعہ امریست کہ حق تعالیٰ مرا بآں مخصوص ساختہ بجہت شرف من بر غیر از انبیاء سابق۔ ہر کہ یک بار در مدت عمر خود متعہ کند از اہل بہشت باشد۔ و ہر گاہ متعہ و متعہ با ہم بشینند فرشتہ برایشان نازل گردد و حراست ایشان کنند تا آنکہ از اہل مجلس بر خیزند و اگر با ہم سخن کنند ایشان ذکر و تسبیح باشد و چون دست یکدیگر رابست گیرند ہر گناہ ہے کہ کردہ باشند از انگشتان ایشان ساقط گردد و چون یکدیگر رابوسہ دهند حق تعالیٰ بہر بلا سے بچے و عمرہ برائے ایشان بنویسند و چون خلوت کنند بہر لذت و شہوتے حسنہ برائے ایشان بنویسند مانند کوحہائے برافراشتہ۔

بعد از ان فرمود جبرئیل مرا گفت یا رسول اللہ حق تعالیٰ میفرماید کہ چون متعہ و متعہ بر خیزند و بغضل کردن مشغول شوند در حالیکہ عالم باشد بآنکہ من پروردگار ایشانم و این متعہ سنت من است بر پیغمبر من بآنکہ خود گویم اے فرشتگان من نظر کنید بآں دو بندہ من کہ بر خواستہ اند و غسل کردند و میدانند کہ من پروردگار ایشانم گواہ شوید بر آنکہ من آمرزیدم ایشان را بہ ہر قطرہ آب دہ حسنہ بنویسد و دہ سیہ بخون کند و دہ رجبہ رفع نماید۔ \*

پس برخواست امیر المؤمنین علیہ السلام وگفت۔۔۔ انا مصدق من تصدیق کنتہ

ام شمار یا رسول اللہ۔۔۔ چیست جزائے کسیکہ دریں باب سہی کند؟ فرمود لہ اجر بما مر اور اباشد  
ا برتنش و متعہ۔۔۔ گفت یا رسول اللہ! ابراہیم ایا چہ چیز است فرمود چون بغسل مشغول شونہ بہر قطرہ  
آب کہ از بدن ایشان ساقط شود حق تعالیٰ فرشتہ بیافریند کہ تسبیح و تقدیس او بجانہ کند و ثواب آں از  
برائے غاسل ذخیرہ باشد تا روز قیامت۔

اسے علی ہر کہ ایں سنت را اہل فراگیرد و احیاء آں تکذ از شیعہ من باشد و من از و بری باشم۔

(ج ۳ ص ۴۹۴)

میرے بھائی جبریل اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس ایک تحفہ لائے اور وہ ہے  
مومن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو یہ تحفہ عطا نہیں کیا اور میں تمہیں اس کا  
حکم دیتا ہوں (تا) اور جان لو کہ متعہ ایسا امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے ساتھ مخصوص ٹھہرایا  
ہو جب میرے انبیاء سابقین پر افضل ہونے کے۔ جو ایک مرتبہ کرے گا۔ وہ اہل بہشت میں سے  
ہوگا۔ اور جب متعہ کرنے والا مرد اور عورت باہم مل بیٹھتے ہیں تو ان پر فرشتہ نازل ہوتا ہے اور  
ان کی تمنا کرتا ہے جب تک کہ وہ اس مجلس سے اٹھ نہ جائیں۔ اور اگر باہم گفتگو کریں تو ان کی  
گفتگو ذکر اور تسبیح کی مانند ہوتی ہے اور جب وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے ہیں تو انہوں نے جو  
گناہ بھی کیا ہو وہ ان کی انگلیوں سے نیچے گر جاتا ہے اور جب ایک دوسرے کا بوسہ لیتے ہیں تو اللہ  
تعالیٰ ہر بوسہ کے بدلے ان کے لئے حج اور عمرے کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جب مباشرت کرتے  
ہیں تو ہر لذت اور شہوت کے بدلے ان کے لئے ایک ایک نیکی جو بلند ترین پہاڑوں کی مانند  
ہوتی ہے تحریر فرماتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جبریل نے مجھے کہا ہے یا رسول حق تعالیٰ فرماتا ہے جب متمتع م  
اور متمتعہ عورت فارغ ہو کر اٹھتے ہیں اور غسل کرنے میں مشغول ہوتے ہیں جبکہ ان کا عقیدہ

ہو کہ میں ان کا پروردگار ہوں اور یہ متعہ میری طرف سے پیغمبر علیہ السلام کے حق میں مسنون ٹھہرا  
ہو ہے تو میں اپنے فرشتوں سے کہتا ہوں کہ دیکھو یہ مومن اور مومنہ ابھی ابھی اس فصل خاص سے  
فارغ ہوئے اور غسل طہارت میں مشغول ہو رہے ہیں اور مجھے اپنا رب سمجھتے ہیں۔ تم گواہ ہو جاؤ  
کہ میں نے انہیں بخش دیا ہے اور جب پانی ان کے بالوں سے گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دس دس  
کیاں لکھنے کا حکم دیتے ہیں دس دس گناہ معاف کرتے ہیں اور دس دس درجے بلند کرتے ہے  
مستے ہی حضرت علی المرتضیٰ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی قصہ۔۔۔ کہ۔۔۔ وں جو اس  
مسئلہ اور معاملہ کی ترویج و اشاعت کرے اس کو کتنا ثواب ملے گا؟ فرمایا ان دونوں فرد افراد  
منا ثواب ملے گا اس اکیلے کو اتنا ثواب مل جائے گا۔ عرض کیا ان کا اجر و ثواب کتنا ہوتا ہے؟  
فرمایا جب وہ غسل کرتے ہیں تو وہ قطرہ قطرہ پانی جو ان کے بدن سے گزرتا ہے اس سے اللہ  
تعالیٰ فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد و ثناء کرتا ہے اس کا ثواب متعہ کرنے  
والے مرد اور عورت کے لئے ذخیرہ کیا جاتا رہے گا۔ اے علی! جو اس سنت کو معمولی سمجھے گا اور  
اس کو زندہ و پابندہ نہیں رکھے گا وہ میرے شیعوں سے نہیں ہوگا اور میں اس سے بری ہوں  
گا۔ (کون سا شیعہ مومن اور مومنہ ہوں گے جو اس قدر خسارے اور گھائے کو قبول کریں  
گے۔ اور متعہ کو ترک کریں گے یہ تقناطیسی کشش ہے جو نو جوان نسل کو اس مذہب کی طرف مائل  
اور راغب کرتی ہے یا لوی غفرلہ)

۲۱۔ نیز در روایت آمدہ رسول خدا ﷺ فرمود ای مرد ماں بیچ میدانہ کہ متعہ را چہ فضیلت  
اوست؟ گفتند نے یا رسول اللہ فرمود جبریل انکوں بر من نازل شد و گفت اے محمد چہ ترا اسلام می  
رساند و خبیثت و اکرام مینواز دوی فرمایہ کہ امت خود را بجمعہ کردن امر کن کہ آں از من صالحان  
است ہر کہ روز قیامت بمن رسد و متعہ کردہ باشد حسنات او بقدر ثواب متعہ ناقص باشد، اے  
مرد درسمے کہ مومن صرف متعہ کند نہ خدا افضل از ہزار درہم است کہ در غیر آں اتفاق نماید۔ ا۔

ﷺ در بہشت جمعی از حورالعین مستند کہ حق تعالی ایشان را از برائے اہل متعہ آفریدہ اور چون مومن مومنہ را عقد متعہ کند از جائے خود برنخیزد تا کہ حق تعالی اور ایام زرد مومنہ را نیز متعہ سازد و منادی آسمان ندا کند کہ اے بندہ خدا حق تعالی می فرماید کہ اے بندہ من متعہ کردہ او را ثواب من ہر آئینہ امر و ترامر و سازم بتکفیر بینات تو و مضائقہ حسنات تو۔

خلاصہ مقصود یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اے لوگو کیا تمہیں معلوم ہے کہ متعہ کا ثواب اور اس کی فضیلت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہمیں تو معلوم نہیں۔ فرمایا ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا ہے کہ اپنی امت کو متعہ کا حکم دو کیونکہ وہ صالحین کی سنت اور طریقہ ہے جو شخص قیامت کے دن میری بارگاہ میں حاضر ہو اور اس نے متعہ نہیں کیا اور متعہ کے ثواب کی مقدار اس کی نیکیاں کم ہوگی اور عظیم خسارہ اور نقصان اس کو لاحق ہوگا۔ محمد ﷺ وہ درہم جسے مومن مرد متعہ کرنے پر خرچ کرتا ہے وہ اس ہزار درہم سے بہتر ہے جو عداوت کے علاوہ دیگر امور پر خرچ کئے جائیں۔ (خواہ حج اور جہاد یا نکاح دائم ہو) اے محمد ﷺ بہشت میں حورعین کی ایک جماعت ہے جس کو میں نے صرف متعہ کرنے والوں کے لئے پیدا کیا (مگر متعہ کرنے والیوں کو کیا لے گا؟ کاش انہیں بھی معلوم ہوتا) اے محمد ﷺ جب مومن مرد کسی مومنہ عورت کے ساتھ متعہ کا عقد کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھنے نہیں پاتے کہ دونوں کی بخشش و مغفرت کا فرمان جاری کر دیا جاتا ہے اور آسمان سے فرشتہ اسے پکار کر کہتا ہے! اے بندہ خدا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تو نے ثواب کی امید پر متعہ کیا میں لازماً آج تجھے تیرے گناہ معاف کر کے اور نیکیاں کئی گنا بڑھا کر خوش و خرم کروں گا۔

متعہ کا منکر کا فر ہے اور متعہ کے ذریعے پیدا ہونے والا

فرزند نکاح کے ذریعے پیدا ہونے والے فرزند سے افضل ہے

۲۱۔ و از حضرت صادق علیہ السلام مروی است کہ متعہ از دین ماست و دین آباء ماست ہر کہ باں عمل کند عمل بدین ماکردہ و ہر کہ انکاراں کند انکار دین ماکردہ و بغیر دین ما اعتقاد نمودہ۔ و سیکہ متعہ دو است در سلف و امانست از شرک و ولد متعہ افضل است از ولد زوج دائم و مکر آن و فرزند است و مقرباں مومن موحدا تا آنکہ اگر زن مومنہ متعہ بدینارے استمتاع کند پس از ہر زوج خود بخشد حق تعالی اور او را جبرئیل اہر صدقہ و اجر متعہ۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ متعہ ہمارے دین اور ہمارے آباء کے دین کا رکن اعظم ہے۔ جس نے اس پر عمل کیا اس نے نبی صحیح معنوں میں ہمارے دین پر عمل کیا اور جس نے اس کا انکار کیا اور ہمارے دین کے برعکس عقیدہ رکھا اور متعہ دہی کو اسلاف کے ساتھ لاحق کرنے کا موجب ہے اور کفر و شرک سے امان کا ضامن۔ اور متعہ سے پیدا ہونے والا بچہ دائمی نکاح کے ذریعے پیدا ہونے والے سے بہت زیادہ فضیلت و بزرگی والا ہے۔ اور اس کا منکر کا فر و مرتد ہے۔ اور اس کے ماننے والا ہی مومن و موحد ہے حتیٰ کہ اگر مومنہ عورت ایک دینار اجرت پر متعہ کرے اور پھر اس (فصلی) خاوند کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ اس کو دو اجر عطا فرمائے گا ایک صدقہ کا اجر اور دوسرا متعہ کا۔

اجرت متعہ بخش دینے والی کا اجر عظیم

۲۲۔ از حضرت رسالت مروی است ہر زنی کی صداق خود را بزوج بخشد خواہ در عقد متعہ یا دائمی حق تعالیٰ بہر درہے چہل ہزار شہر از نور در بہشت باو بخشد و بہر درہے ہشتاد ہزار حاجت دنیا



و آخرت اور اگر داندو بہر در ہے نورے در قبر او داخل سازد و بہر در ہے بقناد ہزار حلقہ بہر در  
دراو پوشاند و بہر در ہے فرشتہ را بعث کند کہ از ہر اسے اوحسابت بنویسد تا روز قیامت۔

(تفسیر منج الصادقین ج ۲ ص ۳۹۵۔ و رسالہ شیخ علی ابن عبد العالی)

رسول معظم ﷺ سے مروی ہے کہ جو عورت اپنا حق مہر خاوند کو بخش دیتی ہے خواہ  
متعہ میں خواہ عقد دائم میں۔ اللہ تعالیٰ ہر درہم کے بدلے چالیس ہزار شہر نور کے بہشت میں اس  
عطا فرمائے گا اور ہر درہم کے بدلے دنیاوی اور اخروی ہزار حاجات پوری فرمائے گا اور ہر درہم  
کے بدلے اس کی قبر میں نور داخل کرے گا۔ اور ایک ایک درہم کے بدلے ستر ستر ہزار پوشاک  
بہشتی اس کو زیب کرائے گا اور ایک ایک درہم کے بدلے ایک ایک فرشتہ مبعوث فرمائے گا  
قیامت تک اس کے لئے نیکیاں ہی نیکیاں لکھتے رہے گا۔

نوٹ: اختصار مانع ہے ورنہ ابھی فضائل متعہ کے بحر ناپیدا کنار میں بڑے بڑے قیمتی جواہر ہوتے ہیں۔

لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت میں صرف متعہ ہی رکن اعظم  
اور آپ اعلیٰ مبعوث ہوئے تھے کہ امت کو اس خواہش نفسانی کی اس انداز میں ترغیب دیں  
دیگر ارکان اسلام کی ادائیگی کے متعلق اس کا عشر عشر بھی شیعہ کتب میں دھونڈنے سے نہ ملے۔  
نماز و روزہ پر ایسے اجر ثواب کا کہیں تذکرہ نہ زکوٰۃ اور حج میں خرچ کئے جانے والے ہزاروں  
دنایہ و دراہم پر اس اجر و ثواب کا ایک فیصد بھی کہیں اشارہ ہو جو متعہ کے درہم میں ذکر کیا گیا  
ساری زندگی میں مجاہدہ و ریاضت کرنے والے صائم التہار اور قائم اللیل صوفیا اور مال و جان کی  
راہ خدا میں بازی لگانے والے شہداء تو ان ائمہ کے درجہ کو نہ پا سکیں بلکہ تمام انبیاء و رسل بھی اس  
کے مراتب و درجات میں برابری نہ کر سکیں مگر متعہ ہے کہ ایک ہی حسرت میں اتنے غیر محروم  
مراتب طے کر دیتا ہے کہ امام حسین کے درجہ پر جا بٹھاتا ہے اور دو دفعہ کرنے پر حسنی درجات طے

کی مرتبہ کرنے پر مرقطوی مقام پر رسائی اور چوتھی مرتبہ کرنے پر سید الانبیاء ﷺ کے مقام پر پہنچا  
تا ہے۔

انفوس مراتب خلق ہی ختم ہو گئے ورنہ جس کو چسکا پڑ جائے وہ چار دفعہ پراکتفا کیوں  
کئے گا جبکہ ہزار عورت سے کرنے کی رخصت ہے تو شیعہ علماء کو اس غریب کی محنت و مشقت پر  
کس نہ آیا کہ ہزار مومنہ کو شرف بہ متعہ کرے مگر درجہ ویز کا وہیں رہے۔ شاید مجتہدین شیعہ کے  
ایک درجہ درجہ اتار دیں لیکن از روئے تقیہ چھپائے ہوں اور خلق خدا کے خوف سے بیان  
کئے ہوں اور سینہ بہ سینہ ان درجات کا عرفان ہوتا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی شخص تعصب اور ہیبت جالبیہ سے بالاتر ہو کر ان روایات پر  
گاہ و ڈالے تو فوراً پکاراٹھے گا ﴿سب حانک هذا بہتان عظیم﴾ رسول معظم ﷺ اور ائمہ  
طاہرین اور مقدسین پر ان روایات نبویہ اور روح اسلام کے سراسر منافی عمل کو ایک گھٹاؤنی  
مادش کے تحت اسلام کا سب ارکان سے بالاتر رکن ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے  
اور انبیاء علیہم السلام اور ائمہ کرام کے درجات ایسے افعال سے حاصل کرنے کا تصور ہی کون سا  
مسلمان کر سکتا ہے۔

### شیعی تاویلات

شیعی مجتہد العصر محمد حسین دھکو صاحب نے تجلیات صداقت ص ۲۹۸ پر ان روایات پر  
ادراعتراضات کا تحقیقی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن میں وارد ہے:

﴿من یطع اللہ و الرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین  
والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقاً﴾

جو اللہ اور رسول کا کہا مانے تو ایسے ہی لوگ (جنت میں) ان مقبول بندوں کے ساتھ

ہوں گے جن پر اللہ نے بڑے بڑے انعام کئے ہیں یعنی نبی صدیق، شہداء اور ائمہ کرام۔  
لوگ کیا تاہی اچھے ساتھی ہیں۔

جب اس آیت کی روشنی میں خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو اللہ تعالیٰ کے درجہ میں ان کی رفاقت کر سکتا ہے تو پھر وہ متعہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال لال اور جائز قرار دیا تھا۔ بعض حکام وقت نے مداخلت فی الدین کرتے ہوئے اس کو قرار دیا تھا تو اگر کوئی شخص اس مردہ حکم شریعت کو زندہ کرنے کی غرض سے اس پر عمل کرے گا تو اس سے سرکار محمد و آل محمد کی رفاقت نصیب ہو جائے تو اس میں کیا اعتراض ہے؟  
تو نہیں کہ ایسا کرنے والا معاذ اللہ خود امام حسین و حسن بن جاتا ہے بلکہ یہ ہے کہ اس کے درجہ میں ہوگا اور ظاہر ہے کہ رفاقت جب ہی ہو سکتی ہے کہ درجہ ایک ہو جو ان کے درجہ میں ہے۔ اس مردہ حکم کو زندہ کرنے کے لئے علماء اسلام یعنی ائمہ دین نے یہ ثواب جان کر کئے ہیں۔  
دلانی ہے۔ (تجلیات صداقت ص ۱۶۸)

﴿الجواب وباللہ الاعتصام ومنہ الہام الصواب﴾  
علامہ موصوف کا یہ تحقیقی جواب ہے تو غیر تحقیقی کا اندازہ بھی اسی سے لیا جائے۔  
حق و صواب اور صدق و سدا نام کی کوئی شے ہو سکتی ہے۔  
قیاس کن زنگستان من بہار مرا  
اس جواب میں چند امور غور طلب ہیں۔  
۱۔ کیا وہ متعہ مردہ حکم شریعت تھا؟  
۲۔ کیا ہر حکم شرعی جو متروک ہو اس پر عمل سے اس قدر درجات بلند ہوتے ہیں؟  
۳۔ کیا آیت کریمہ میں درجہ جاتی میں برابری مراد ہے؟  
۴۔ کیا رفاقت جیسی ہو سکتی ہے جب درجات میں برابری پائی جائے؟

﴿علاءہ ازیں متعہ اپنے موجدین کے خیال میں ہی شرفا کے لئے باعث ننگ و عار اور  
تو اہل عورتوں کے لئے حرام یا مکروہ تحریمی، مومنات کے لئے موجب ذلت اور شادی  
کے لئے ممنوع تھا جیسے کہ روایات عرض کی جا چکی ہیں۔ خود علامہ مذکور صاحب کو تسلیم  
ہو کہ اس کی غرض تفریع اور علت جواز یہ تھی کہ جب بوجہ سفر وغیرہ جنسی گناہ میں مبتلا ہونے کا  
خطرہ ہو تو اس جائز طریقہ پر تسکین حاصل کر کے گناہ سے بچ جائے (ص ۳۰۱)  
تو ایک ضرورت اور مجبوری کے تحت جواز پانے والا امر ٹھہرا جس طرح جان کا خطرہ  
ہو تو خنزیر اور مردار کھا کر جان بچانا حلال ٹھہرا دیا گیا تو عقل سلیم کے نزدیک اس کے یہ

درجات و مراتب ہو سکتے ہیں؟ اور اس کو اسلام کا ایک رکن اعظم ٹھہرایا جاسکتا ہے؟ اسی طرح سنت نہ رکن اسلام بلکہ سراسر عیب و باعث ننگ و عار اور شرافت و سیادت کے متافی فعل اس کے لئے ایسی روایات گھرنا اسلام کے خلاف سازش ہے لہذا اذھکو صاحب کا یہ جواب سرا دھو کا اور فریب کاری پڑتی ہے۔

(د) نیز اگر مقصد تشریع اور جواز یہ تھا تو پھر ہزار ہزار کے ساتھ جائز کیوں رکھا اور ہزار ہزار کیوں دیکھا؟ لہذا یہاں مقصد تشریع میں بھی میٹھی ماری لگی تاہم ثواب و درجات کی تو کافلو ہونا ثابت ہو گیا۔

امر ثانی: شیعہ صاحبان نے صرف متنعہ کے متعلق اس قدر زور لگایا اور اس کے فضائل و درجات گھڑے ہیں حالانکہ ان کی شریعت کی رو سے بہت سے جائز امور کو حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ ۱۔ عورتوں کے ساتھ لواطت جائز مگر دیگر تمام فرق اسلامیہ کے نزدیک حرام ہے۔

تو کیا علماء شیعہ نے اس فعل کے متعلق بھی اس قدر ثواب اور درجات کا کہیں مژدہ سنایا؟ ۲۔ شیعہ کے نزدیک عاریۃ الفرج یعنی اونٹنی کسی سے مانگ کر اس کے ساتھ بغیر نکاح قرار شہوت کر کے مالک کو اپس کر دینا جائز ہے لیکن دوسرے اسلامی فرقے اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ تو اس پر اجرو ثواب کی خوشخبری کیوں نہیں دی گئی؟

۳۔ ہاتھ چھو کر نماز پڑھنا شیعہ مذہب میں لازمی سنت ہے اور دیگر مذاہب میں ہاتھ باندھنا منسوخ ہے مگر ہاتھ چھونے کے بارے میں ایسی روایات جو درجات و مراتب کی ترقی کی ضمانت ہوں مذکور نہیں ہیں۔

۴۔ شیعہ مذہب میں وضو کرتے وقت پاؤں دھونا ممنوع ہے بلکہ مسح بھی جدید پانی کے ساتھ ہاتھ تر کر کے کرنا ممنوع ہے بلکہ صرف سروا لے مسح کی بقایا تری کے ساتھ کرنا چاہیے یا بدن کے کسی

دوسرے حصہ سے تری حاصل کر کے مسح کرنا ضروری ہے لیکن اس عظیم فریضہ کی طرف ترغیب کے لئے ایسی خوش کن اور موجب ترغیب روایات کہیں ذکر نہیں کی گئیں۔ وغیرہ ذلک۔

تو صاف ظاہر ہے کہ شریعت کے مردہ حکم کو زندہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ امت مصطفیٰ ﷺ میں عیاشی اور آوارگی پھیلانے اور انہیں برائیوں میں مبتلا کرنے کے لئے شاطر یہودیوں اور چالاک مجوسیوں نے یہ چال چلی ہے اور دائمی نکاح جو روح اسلام اور حکمت خداوندی کے انضاموں کے عین مطابق ہے اس میں یہ فضائل ثابت نہ کئے صرف متنعہ جو شہوت رانی کا قبیح اور ماریخی ذریعہ ہے اس کے لئے اس قدر فضائل تراش لئے۔

امر ثالث: آیت کریمہ ﴿مَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ (الف) اگر سارے مطیع اور متبع ان مقدس ہستیوں کے ساتھ درجات و مراتب میں برابر

دگئے تو نبی اور غیر نبی کا فرق ہی ختم ہو کر رہ جائے گا اور اس طرح دیگر حضرات میں بھی تابع اور تبع درجات کا درجہ ایک ہونے پر یہ فرق ہی ختم ہو جائے گا۔

(ب) جب متبوعین میں چار گروہ شامل ہیں اور ان کے درجات مختلف ہیں تو ان کی معیت میں کو نصیب ہوگی وہ چاروں فریق کے درجہ میں کیونکر ہو سکے گا؟ اور اس حقیقت کے اعتراف میں کسی مسلمان کو ذرہ بھر تردد نہیں ہو سکتا کہ ان چاروں فریق کا ذکر تفاوت مراتب بیان کرنے کے لئے ہے اور صدیقین کا درجہ انبیاء علیہم السلام سے کمتر اور شہداء و صالحین سے بڑھ کر ہوگا۔ اور شہداء و صدیقین سے کمتر اور عام صالحین سے برتر ہوگا تو ایک شخص ان مختلف درجات و مراتب میں ایک وقت کیسے ہوگا؟ یا پھر درجات جنت میں تفاوت کا انکار کرنا پڑے گا جو کہ بالکل باطل ہے۔



(ج) اللہ تبارک و تعالیٰ نے فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں، جہاد کرنے والوں اور قربانیاں دینے والوں کے متعلق فرمایا کہ وہ ان صحابہ کرام کے ساتھ درجہات و مراتب میں برابر نہیں ہو سکتے جو فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے اور راہ خداوند تعالیٰ میں جہاد کیا۔ بایں کہ فرائض و واجبات اور جہاد و فرائض و مالی میں بعد والے پہلوؤں کے ساتھ شریک ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے درجہات و مراتب میں برابری کی بالکل نفی کر دی ہے۔

﴿قال الله تعالى لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجه من الذين انفقوا من بعد وقاتلو او كلا وعد الله الحسنی﴾

(د) پھر یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کے عظیم فرد اور رسول ہونے کے علاوہ تنہا منہن بلکہ اولاد اور عزیز و اقارب کی قربانی دے کر اسلام کی کشتی کنارے پر لگانے والے ہیں۔

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است

پس بنائے لاله گریدہ است

تو کیا صرف ایک مرتبہ متعہ کرنے والا اتنی اونچی چھلانگ لگا سکتا ہے کہ صحابی رسول ﷺ اہل بیت میں سے تیسرے امام، شہید راہ و فادان دین اسلام کو اپنے اعزہ و اقارب کے خون سے پروان چڑھانے والے کے برابر ہو جائے پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہیں امتیاز کے ساتھ مختص اور حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ و مقام دوسرے سب ائمہ سے بلند تر اور پھر شیعہ شریعت میں صرف یہ تین امام نہیں بلکہ سبھی امام تمام انبیاء و رسل حتیٰ کہ حضرت امیر کلیم اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہما السلام سے بھی افضل ہیں۔ جن مقدس انبیاء و رسل نے توحید خداوند تعالیٰ اور احکام الہیہ کی خاطر عظیم قربانیاں دیں اور کفر و شرک کی ہلاکتوں سے

مطلق خدا کو اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں لے آئے ان سے ائمہ افضل مگر ائمہ کے ساتھ مراتب میں مساوی اور شریک ہوتا ہے تو متعہ کرنے والا اور وہ بھی صرف ایک دو تین مرتبہ کرنے پر اور کبھی دفعہ تو اس کو مہمان لامکان اور عرش نشین نبی کے ساتھ درجہ میں مشارکت اور برابری مل گئی آخر آخری اندھیر گری بھی کہیں ہو سکتی ہے؟ ہر نص قرآنی بتلا رہی ہے کہ متاخرین اصحاب رسول تمام تر مجاہدات اور قتال فی سبیل اللہ اور مالی قربانیوں کے باوجود مقدسین اور سابقین کے ساتھ درجہات میں برابر نہیں ہو سکتے بلکہ سابقین کے درجہات لاحقین کی نسبت عظیم تر ہیں۔ ﴿اولئک اعظم﴾ درجہ تو اس قسم کی صریح آیات کے دوتے ہوئے اس شیعہ توجیہ و تاویل کی لغویت یہودگی اور اس کے فساد و بطلان میں کسی مسلمان کو شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(ه) پھر یہ الفاظ کہہ کر دھکوا صاحب نے کس قدر عقل و خرد اور دانش و بینش سے تہی دامن اور افلاس کا مظاہرہ کیا ہے کہ متعہ کرنے والے کے درجہ کو حسین و حسن کا درجہ قرار دیا گیا ہے اور اسے حسین و حسن تو نہیں کہا گیا۔ اسے کون سمجھائے کہ امتیاز تو ہوتا ہی درجہات سے ہے۔ وصف نبی میں شریک ہونے کے باوجود انبیاء کے درجہات برابر نہیں تو کسی کو نبی الانبیاء کے درجے میں شریک مان لیا جائے تو اتنا جواب کافی ہوگا کہ درجہات میں برابری مانی ہے محمد تو نہیں کہا ہے۔ فضیلت و برتری صرف نام میں نہیں ہوتی مقام میں ہوتی ہے اور وہ تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے سے ہوتی ہے۔ ﴿ان احقر منکم عند اللہ اتقکم﴾ نیز جب ایک مرتبہ میں اتنی فضیلت ہے تو جو زندگی بھر اس کا روبرو میں لگا رہے اس کو حسین و حسن کہو تو اس کے درجہات کی صحیح ترجمانی نہیں ہو سکتی اور اس کی محنت و مشقت کا حق تو ادا نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ حسین و حسن تو بہت نیچے گئے۔ صرف متعہ کے دو پھٹکوں میں اس فاصلے کو سمیٹ لیا گیا۔ اب جو ان کے باپ اور نانا کو بھی تیسرے اور چوتھے درجے کے بعد پیچھے چھوڑ جائے گا اسے حسن و حسین کہنا تو بہر حال اس

کے مرتبہ کا انکار ہے۔ لعنت بریں عقیدہ باد۔

(و) ستم بالائے ستم یہ ہے کہ منفعہ کر کے غسل کرنے والے مرد و عورت کے بدن پر جنابت کی نجاست کے ساتھ آلودہ پانی کے ہر قطرہ سے فرشتہ کی بلکہ ستر ستر فرشتہ اور نوری مخلوق کی تخلیق تسلیم کی گئی ہے۔ کیا نوروں کی تخلیق کے لئے ایسے ہی نورانی مادے ہوا کرتے ہیں؟

شیعہ صاحبان نے جوش منفعہ میں ہوش و خرد کو بھی خیر یاد کہہ دیا ہے اور کیوں نہ ہوں کی شریعت میں یہ شراب بھگ اورانیوں چرس اور ہیروئن کا قائم مقام ہے تو اس کی اثرات ایسے ہی نمایاں ہونے چاہیں کہ نہ اہل بیت کی عزت کا خیال اور نہ نوری معصوم ملائکہ کی عزت کا خیال

(ز) علامہ ڈھکوصاحب دو دو ہزار احادیث و روایات سے زائد دفتر کو موضوع، نا قابل اعتبار اور غلط قرار دے سکے ہیں جو ان کی مستنکبت و تقاسیر وغیرہ میں منقول ہیں مگر ایسی بے بنیاد اور عقل و نقل کے خلاف روایات کو ضعیف کہنے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوئی بلکہ ان کی تصحیح کے لئے قرآن مجید کی متوحی تحریف کا ارتکاب کرنا گوارہ کر لیا اور صریح نصوص اور واضح ترین آیات کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔

امر چہارم: علامہ ڈھکوصاحب نے فرمایا کہ رفاقت درجات میں برابری کے بغیر نہیں ہو سکتی لہذا ہر شخص جو اللہ تعالیٰ اور رسالت ماب ﷺ کا اطاعت گزار ہو گا وہ انبیاء کرام و صدیقین اور صالحین کا ہم مرتبہ ہو گا کیونکہ وہ مقدس ہستیاں اس کی توفیق رفیق ہوں گی لیکن اس دعویٰ کا بطلان بھی ہر صاحب عقل ہوش پر واضح اور روشن ہے۔ کیونکہ خادم اور خدوم رفیق تو ہوتے ہیں مگر ہم نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے متعلق بار بار محسنین کی معیت، مومنین کی معیت متقین کی معیت کا اعلان فرمایا۔ میدان بدر میں آنے والے ملائکہ کو فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ حضرت صدیق

میں اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ﴿ما ظنک باثنين الله ثالثهما﴾ جن دو کے ساتھ تیسری اللہ تعالیٰ کی ذات ہوں ان کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے اور قرآن مجید نے بھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا ﴿اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ تو کیا اللہ تعالیٰ کا مرتبہ بھی ان حضرات کے برابر تسلیم کے جائے گا؟

جن اسفار میں صحابہ کرام کو نبی اکرم ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی یا حیدر کرار کی رفاقت ہوئی تو وہ ان ہستیوں کے ساتھ درجات و مراتب میں شریک اور برابر ہو گئے۔

علاوہ ازیں جنت کے درجات کا مختلف اور متفاوت ہونا مسلم ہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اس کے رسول ﷺ کی توفیق سبھی ایک درجہ میں ہو گئے پھر دوسرے درجات ملانے ہی بے سود تھیں۔ علاوہ ازیں انبیاء و صدیقین کے مراتب باہم برابر نہیں اور نہ شہداء و صالحین کے آپس میں برابر اور نہ انبیاء و صدیقین کے ساتھ برابر تو جب ان منعم علیہم ہستیوں کے درجات برابر نہ ہوئے جیسے کہ اسلوب کلام ہی سے واضح ہے تو عام مطیعین درجات میں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ لہذا یہ دعویٰ سراسر تحکم سینہ زوری اور منہ زوری کا مظاہرہ ہے اسے عقل مندی اور دانش و بینش کی ہوا بھی نہیں لگی۔

الغرض جب ڈھکوصاحب کے تحقیقی جواب کا حال یہ ہے تو ان کے الزامی جواب کا حال اس سے بھی بدتر ہونا یقینی ہے۔

قیاس کن نگلستان من بہار مرا

## الزامی جواب

کتاب اہل السنۃ میں بظاہر معمولی معمولی اعمال پر ثواب بے حساب مذکور ہیں مگر یہاں تک لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے آدمی صدیق اور شہید بن جاتا ہے۔

۱۔ کوئی صبح وشام اَعُوذُ بِاللّٰہ کے بعد سورہ شریٰ کی آخری چند آیات پڑھ لیا کرے تو ستر ہزار فرشتے ہمیشہ اس کیلئے دعا کرتے ہیں اور جب موت آئے تو شہید مرتا ہے۔

۲۔ کوئی شخص شب جمعہ نماز پڑھ لے تو اگلے جمعہ تک کوئی گناہ اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھا جائے گا اور اگر مر جائے تو شہید مرتا ہے۔ ہر رکعت کے بدلے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایک سال کی عبادت لکھی جاتی ہے۔

۳۔ جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ لے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے خواہ وہ چوری کرے خواہ زنا کرے۔

۴۔ اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیا کرے تو صدیق بن جاتا ہے۔

اگر یہ سب درست ہیں اور ان کی مناسبت تاویل ہو سکتی ہے تو ہمارے کرم فرماؤں کو صرف روایات متعہ میں ہی کیوں کیڑے نظر آتے ہیں (باختصار لیبر ص ۱۱۵)

اقول وعلیٰ توفیقہ اعول

علامہ ذہب کو صاحب کو تلاش بسیار کے باوجود اگر ملیں تو نماز، تلاوت اور کلمہ توحید کے اجر و ثواب پر مشتمل روایات، اگر کوئی مباشرت اور جماع کے متعلق اجر و ثواب پر مشتمل روایت ملتی تو نقل کرنے میں قطعاً تھکے سے کام لے لیتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارا قبیلہ کدھر ہے اور ان کا کدھر ہے وہ کن سلفی جذبات کی تسکین سے ترقی درجہ جات کے متلاشی ہیں اور ہم کس پاکیزہ اور مقدس ذریعہ سے اس ترقی کے متنبی ہیں۔

میں تقاضا راہ از کجا است تاکجا

نیز ذہب کو صاحب کو نظر آئے تو صدیق اور شہید بن جانے کے حوالے لگے مگر اس کا تو کہیں اگر نہ ملا کہ وہ سید الشہداء کے برابر اور صدیق اکبر کے برابر ہو جاتے ہیں اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے درجات میں تقاضا ہے صدیقین، شہداء اور صالحین کے مدارج میں بھی تقاضا ہے ذہب کو صاحب نے سمجھ لیا کہ سبھی صدیق ہیں مرتبہ ہوتے ہیں اور سبھی شہداء بھی۔ حالانکہ یہ واقعہ کے بھی خلاف ہے اور اہل السنۃ کی تیسیرات کے بھی۔ اور کچھ بھی ہو ذہب کو صاحب کو یہ حوالہ تو بالکل نہ ملا کہ فلاں ورد سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا سید عالم ﷺ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور یہ تو بہر حال ہمارا عقیدہ ہے ہی کہ ان کے غلام غوث، قطب، ولی، ابدال، اور صدیق و شہید ہوتے ہیں کلام تو برابری میں تھا کہیں کوئی ایسا لفظ نظر آیا؟

اگر ملا نہ کہ کے متعلق روایت ملی تو دعا کرنے کی ملی اور وہ دعا تو کرتے ہی رہتے ہیں۔ ﴿يَصْلُونَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ ہے تو نبی کے صدقے میں ﴿وَهُوَ الَّذِي يَصْلِي عَلَيْهِمْ وَمَلَائِكَتُهُ﴾ بھی وارد ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا لِلَّهِ ارْكَعُوا﴾ اور ان کی امت پر اللہ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے دعائیں کرتے ہیں نیز ﴿قَالَ اللَّهُ تَعَالَى... الَّذِينَ يُحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾ (سورہ مؤمن) وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں وہ سبھی اپنے رب کی حمد و تسبیح بجالاتے ہیں اور اس کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور ایمان لانے والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ کہیے علامہ صاحب یہ صرف فتاویٰ برہنہ نہیں کلام مجید اور فرمان مجید ہے اور صرف ایمان پر یہ اعزاز ثابت ہے کہ ایسے مقدس ملائکہ جہاں اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہیں وہیں پر اہل ایمان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔



لطیفہ

لگے ہاتھوں ڈھکوصاحب نے کلمہ توحید پڑھنے والے کو بھی متعہ کے اجر و ثواب کی روایات کے جواب میں ذکر کر دیا کہ اگر ایمان لانے والا شخص جتنی ہو سکتا ہے تو متعہ کرنے والا کیوں نہیں ہو سکتا؟ دیکھا آپ نے یہ ہے شیعہ مذہب کہ اس میں متعہ کا وہی درجہ ہے جو اہل اسلام کے نزدیک لا الہ الا اللہ کہنے اور ماننے کا ہے۔ ڈھکوصاحب کیا جو شخص کلمہ پڑھ لے اور حلقہ اسلام میں داخل ہو جائے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ کیا زکریاؑ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں داخل ﴿قَالَ تَعَالَى يُغْفِرُ مَا ذُنُوبَكَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ شرک و کفر کے علاوہ تمام گناہ جس کے لئے چاہے گناہ بخش گا اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ﴿شفا ساعنی لاهل الکتاب من امتی﴾ میری شفاعت اہل کبار کے لئے ہے لہذا کلمہ پڑھنے والا دونوں پہلوؤں سے مستحق مغفرت ہو گیا اور بالآخر جنت میں داخل ہوگا اور یقیناً ہوگا لیکن صدیقین سے کدھاملا کیا شہدا سے یا صالحین سے یا نبی الانبیاء علیہ السلام سے کدھاملا کر جنت میں جانے تو کا ذکر نہیں ہے۔ اور نہ کلمہ پڑھ لینے پر حسین کریمین، علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور نبی الانبیاء علیہ السلام کے ساتھ درجات و مراتب میں برابری کا کہیں تذکرہ ہے۔ یہ تو آپ نے کھیتیانی ملی کی طرح صرف کھبانو پنے کی ناکام اور بے سود کوشش کی ہے۔ ورنہ اس جواب کو علم و فضل بلکہ عقل و دانش بلکہ فہم و شعور کی دنیا میں تو پر کاہ کی اہمیت بھی نہیں ہو سکتی۔

کہیں ناک کاں کٹنے کا ذکر بھی ہے؟

نیز یہ بھی علامہ صاحب کو دکھانا چاہیے تھا کہ کہیں ان مستحب امور میں اہل السنۃ نے ترک کی صورت میں کوئی وعید و تشدید ذکر کی ہو۔ مگر آپ کے مذہب میں تو متعہ نہ کرنے پر قیامت کے دن کان کٹے ہوئے ہونے کی وعید سنائی گئی ہے۔ مگر نکاح دوام نہ کرنے پر ناک ٹیز بھی ہونے

یا کان چھوٹے ہونے کا بھی کہیں ذکر نہیں آخر ان وعیدات کے ذکر کرنے میں کونسا نیک جذبہ کار فرما ہو سکتا ہے۔ اور مذہب اہل السنۃ میں ایسے شہوانی جذبات کے نہ کرنے کی صورت میں ایسی سزاؤں کا عشرِ غیر بھی کہیں نظر آیا؟ صاف ظاہر اور دوپہر کے اجالے کی طرح واضح کہ یہ سب یہود و مجوس کی ناپاک سازش ہے اور اہل اسلام کو غلط راہ پر ڈالنے کا ناپاک منصوبہ اور مقدس امتیوں کی آڑ لینے کا موجب صرف اہل محرکین پر پردہ ڈالنے کی ناپاک کوشش ہے ورنہ یہ مقربان خدا اس قسم کے فتاویٰ اور احکام و ارشادات سے قطعاً منزہ و مبرا ہیں۔

کیا مذہب شیعہ اہل بیت کا مذہب ہے؟

(ف) یاد رہے کہ اہل تشیع کو یہ امر تسلیم ہے کہ کسی امام نے حدیث و فقہ کے اند کوئی کتاب تالیف نہیں فرمائی اور جو کچھ ان سے ثابت کیا جاتا ہے یہ محض راویوں کی روایات کے ذریعے سے ہے اور ان راویوں کے نام لے لے کر ائمہ کرام نے کاذب، خائن، مجرف، یہودی اور اہل تثلیث سے بدتر وغیرہ کے القابات سے انہیں نوازا ہے۔ لہذا ایسے راویوں کے ذریعے ثابت ہونے والا مذہب قطعاً اہل بیت کرام کا مذہب نہیں کہلا سکتا۔ اس اہمال کی اگر تفصیل ملاحظہ کرنی ہو تو شیعہ کتب رجال کشی اور تنقیح المقال وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ ہم نے تحفہ حسینہ میں مختصراً تبصرہ اس موضوع پر کیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

## باب دوم

عاریتہ الفرج یعنی لونڈی کے مالک سے

بغرض جماع مانگ لینا

شیعہ برادری نے تسکین اور آتش شہوت بجھانے کا ایک بہت سستا اور بے ضرر طریقہ ایجاد کیا ہے جس میں نہ ایجاب و قبول نہ حق مہر نہ اجرت نہ نان و نفقہ پس پرائی لونڈی وغیرہ مانگ لی۔ شہوت نفس پوری کی اور مالک کا مال اس کو واپس کر دیا جس کو تحلیل اور عاریتہ الفرج کہا جاتا ہے۔

متنعہ اور اس میں اجارہ اور عاریت والا فرق ہے۔ کیونکہ اول الذکر میں اجرت مقرر ہوتی ہے۔ اور ایام منفعت بھی جیسے ہسترات کے وقت کرایہ پر لے لیا اور دوسری صورت میں مفت میں منفعت حاصل کی جاتی ہے۔ حقیقی ملک کسی کو بھی حاصل نہیں ہوتا نہ متنعہ والے کو نہ عاریت والے کو۔ لہذا اس میں صرف لونڈی کے مالک کا احسان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اب اس ضمن میں عجیب و غریب روایات ملاحظہ فرمائیں۔

ابن ماجہ عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قلت له الرجل یحلی یحلی لاجبہ فرج جاریتہ؟ قال نعم لا بأس به لما احل له منها

(استبصار ج ۲ ص ۷۴)

امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے محمد بن مسلم نے دریافت کیا۔ کیا کوئی شخص اپنے مومن بھائی کے لئے اپنی لونڈی کا فرج حلال کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے کہا، ہاں اس میں حرج نہیں اور اس کو اسی قدر استعمال کا حق ہوگا جس حد تک مالک نے اس کے لئے لونڈی حلال

شہرائی۔

۲۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے اگر لونڈی کا مالک کسی مومن بھائی کے لئے اس کا بوسہ حلال کرے تو صرف وہی حلال ہوگا اور اگر فرج کے علاوہ جملہ امور مباح کرے تو جماع کے علاوہ سب کچھ حلال ہوگا۔ وان احل الفرج حل له جميعها اگر فرج کا استعمال حلال کر دے تو پھر ساری لونڈی اس کے لئے حلال ہوگی۔

۳۔ عن ابی بصیر قال سالت ابا عبد الله عليه السلام عن امرأة احلت لابنها فرج جاریتها۔ قال هو له حلال قلت افیحل له ثمنها؟ قال لا انما یحل له ما احلت له

ابو بصیر کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت اپنے بیٹے کے لئے اپنی لونڈی کی شرمگاہ حلال کر دیتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اس کے لئے حلال ہے میں نے کہا کیا اسے بیچ کر اس کی قیمت اور ثمن بھی وصول کر سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا! نہیں صرف اس کا فرج استعمال کر سکتا ہے (لونڈی تو اس کی ماں کی ملک میں رہے گی۔)

۴۔ احمد بن محمد بن اسماعیل بن یزید کہتا ہے میں نے امام ابو الحسن علیہ السلام سے دریافت کیا عن امرأة احلت لی فرج جاریتها۔ فقال ذلک لک۔ قلت فانها

کانت تمزوج فقال کیف لک بما فی قلبها فان علمت انها تمزج فلا (فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۹۔ استبصار ج ۲ ص ۷۴)

یعنی ایک عورت نے اپنی لونڈی کا فرج مجھ پر حلال کر دیا ہے تو آپ نے فی الفور فرمایا! وہ تیرے لئے حلال ہے۔ میں نے کہا وہ تو مزاح کر رہی تھی۔ آپ نے کہا! تجھے اس کی قلبی حالت کا کیا علم؟ اگر تجھے اس کا مزاح کرنے کا حقیقی علم ہے تو پھر حلال نہیں۔

ائمہ کرام کا اپنی لونڈیوں کے فروج مؤمنین کے لئے مباح ٹھہرانا

۵۔ عن محمد بن مضارب قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام یا محمد خذہ العجاریۃ تخدمک وتصیب منها فاذا خرجت فاردها الینا

محمد بن مضارب کہتا ہے کہ مجھے امام جعفر صادق نے فرمایا یہ لونڈی لے جا تیری خدمت بھی کرنے گی اور اس کے ساتھ جماع بھی کر لینا اور جب رخصت ہونے لگے تو پھر ہمیں واپس دیتے جانا (تاکہ کسی دوسرے مومن کا کام چل سکے۔ شرم نہ کو مگر نہیں آتی)

(فروج کافی ج ۲ ص ۲۰۰۔ استبصار ج ۲ ص ۷۲)

۶۔ عن حسین العطار قال سألت ابا عبد اللہ عن عاریۃ الفرج قال لا یاس بہ قلت وان کان منہ ولد؟ فقال لصاحب الجاریۃ الا ان یشرط علیہ

حسین عطار کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرج زن بطور عاریت لینے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے میں نے دریافت کیا اگر اس سے بچہ پیدا ہو جائے تو آپ نے فرمایا وہ لونڈی والے کا ہوگا (تاکہ اس کا بھی بھلا ہو اور لونڈی کچھ لے کر دوبارہ اس کے پاس جائے۔ سیالوی) ہاں اگر شرط کر لے کہ جو اولاد پیدا ہوگی وہ بھی میری ہوگی تو پھر اولاد اسی عاریت پر لونڈی کا فرج استعمال کرنے والے کی ہوگی (یعنی دوبہر افائدہ اسی کو ہوالذت نفس بھی حاصل ہوگئی اور پیداوار بھی حاصل ہوگئی۔ سیالوی)

تحلیل اور عاریت سے تجاوز کا حکم اور زنا کی حلت

فضل بن یسار کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا:

رجل عنده جاریۃ نفیسة وہی بکر احل لایخیه مادون فرجھا لہ ان یقتضیھا قال لا لیس لہ اما احل لہ منها ولو احل لہ قلبہ منها لم یحل لہ

ماسوی ذلک قلت ارایت ان احل لہ مادون الفرج فغلبتہ الشهوۃ فاقترضھا قال لا ینبغی لہ ذلک قلت فان فعل یكون زانیاً؟ قال لا ولكن خائناً ویزعم لصاحبھا عشر فیمتھان کانت بکراً وان لم تکن بکراً فنصف عشر قیمتها

ایک آدمی کے پاس نفیس ترین باکرہ لونڈی ہو اور وہ اس کے فرج کو استعمال کرنے کی رخصت نہیں دیتا لیکن اس کے علاوہ ہر قسم کا انتفاع حلال ٹھہر اتا ہے تو کیا ایک مرتبہ حاصل کر لینے کے بعد اس کے ساتھ جماع کر کے اس کی بکارت زائل کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ جس قدر نفع اٹھانا اس نے حلال کیا ہے بس اسی قدر حلال ہے۔ حتیٰ کہ صرف اس کا بوسہ لینا حلال کیا ہے تو صرف بوسہ لینے کا ہی حقدار ہے۔ میں نے کہا حلال تو اس نے فرج کے علاوہ سب کچھ کر دیا ہے لیکن اگر شہوت غالب آجائے اور وہ شخص اس کے ساتھ جماع کر کے اس کی بکارت زائل کر دے؟ آپ نے کہا اس کے لئے یہ اقدام مناسب نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کیا ایسا کرنے پر وہ زانی ٹھہرے گا (اور اس پر رحم یا کوڑوں کی سزا عائد ہو سکتی ہے؟) آپ نے کہا نہیں (زانی تو نہیں ہوگا لیکن امانت میں خیانت کا مرتکب ہوگا بس لونڈی کے مالک کو باکرہ ہونے کی صورت میں اس کی قیمت کا دسواں حصہ دے دے اور باکرہ نہیں تھی تو بیسواں حصہ) (مقصود یہ کہ کچھ گنا کر جائے تو مالک کے لئے کچھ لے کر جائے)

کسی لونڈی سے زنا کرنے کے بعد مالک سے

معافی لے لینے پر مشرودہ بخشش

۸۔ ابوشیل سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ علیہ السلام سے دریافت کیا۔ ایک مسلمان نفیس ہے جو کسی لونڈی سے زنا کا مرتکب ہو گیا ہے اس کی توبہ کی کیا صورت ہے؟ فقال بیاتیہ لبخیرہ ویسالہ ان یجعلہ من ذلک فی حل ولا یعود قلت فان لم یجعلہ من



ذلک فی حل قال رضی اللہ عنہ وجل وهو زان خائن قال قلت فانار مصرہ  
قال شفاعۃ محمد ﷺ و شفاعتنا تحیط بذنوبکم یامعشر الشیعۃ ولاتعدوہ  
و تتکلمون علی شفاعتنا واللہ ماینال شفاعتنا اذ اکب هذا حتی یصیہ الم  
العذاب ویبری هول جہنم

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۰، ۱۹۹ کتاب النکاح)

آپ نے کہا۔ اس کے پاس جائے اسے صورتحال بتائے اور اس سے مطالبہ کرے کہ  
میرے لئے وہ کاروائی حلال کر دے اور دوبارہ یہ حرکت نہ کروں گا۔ میں نے کہا اگر وہ محض اپنی  
لوٹنی کے ساتھ اس کے زنا کو حلال نہ ٹھہرائے اور اس فعل سابق کو مباح نہ ٹھہرائے؟ تو آپ نے  
فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بحیثیت زنا کار اور خیانت کار کے پیش ہوگا۔ میں نے عرض کیا  
تو کیا (آپ کا شیعہ ہو کر بھی اتنی سی بات پر) دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا حضرت  
محمد ﷺ کی شفاعت اور ہماری شفاعت تمہارے گناہوں کا احاطہ کرے گی۔ اگر وہ شیعہ تم گناہوں  
سے باز نہیں آتے اور ہماری شفاعت پر بھروسہ کرتے ہو ایسے شیعہ کا گروہ اور ہمیں کی جماعت  
ﷺ کی اور ہماری شفاعت ایسے مجرموں اور بدکاروں کو نصیب نہیں ہوگی جب تک وہ عذاب کا  
رنج و الم اور جہنم کی ہولناکی اور خوفناکی دیکھ نہیں لیں گے۔

### مقام غور

عاریت اور تخیل اسوائے فرج کی ہو اور زنا کرے بھی تو دوسواں اور تیسواں حصہ دے  
دینا کافی اور زنا کا جرم ختم اور پہلے فوراً وزنا کرے بعد میں معافی مانگ لے۔ اگر لوٹنی کے  
مالک کی نگاہ کرم ہو جائے تو پاک صاف ہو گیا۔ کیا ان روایات کے بعد بھی کسی شخص کے لئے اس  
امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش رہ گئی کہ اس مذہب میں زنا حلال ہے اور اس مذہب کے پرستار

قضاء شہوت اور تسکین نفس کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

مقصود ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو

مذہب بھی وہ چاہیے کہ زنا بھی حلال ہو

حالانکہ فعل زنا ثابت ہونے کے بعد محض بندوں کے معاف کرنے سے یہ معاف نہیں  
ہو سکتا کیونکہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے جبکہ قصاص ثابت ہونے کے بعد اولیاء مقتول معاف  
کر سکتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ مگر واہ رے اس رنگیلا شاہی مذہب کے بانی  
کدامی قبیح ترین فعل کو بھی مباح کر دیا ہے۔

شیعہ صاحبان ہر مسئلہ میں کوئی نہ کوئی روایت اپنے مخالفین کی پیش کر کے مؤمنین کی  
دلجوئی کر دیتے تھے کہ اس معاملے میں ہم اکیلے نہیں ہیں۔ لیکن اس مسئلہ میں تو ابوطوسی کو یہ تسلیم  
کیے بغیر چارہ نہ رہا انھما یوافقنا علیہ احد من العامة ومما یشتعنون بہ  
علینا

اس مسئلہ میں جمہور اہل اسلام میں سے کوئی بھی ہمارے ساتھ متفق نہیں ہے بلکہ یہ  
مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن کی وجہ سے وہ ہم پر طعن و تشنیع کرتے ہیں (اور کیوں نہ کریں  
اسلام ایسی بے عزتی اور بے حیائی کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ سیالوی)

### زنا کار لوٹنی کا دودھ پلک کرنے کی ترکیب اور حیلہ

۱۔ عن عبد اللہ علیہ السلام قال فی رجل کانت لہ مملوكة فولدت من فجور  
فکرہ مولاهان ترضع لہ مخافة ان لا یكون ذلک جائز اطفال لہ ابو عبد اللہ  
فحلل خادما من ذلک حتی یطیب اللبن (فروع کافی ج ۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں مروی ہے جس کی

مملوک کو لٹہنی نے زنا کاری سے بچے کو جنم دیا اور اس کا مالک اسی لونڈی کا دودھ اپنی اولاد کو پلا  
اس اندیشہ کے تحت پسند نہیں کرتا کہ یہ ناجائز نہ ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ اپنے خادم کو یہ جرم معاف  
کردے تاکہ دودھ پاکیزہ اور حلال ہو جائے۔

۲۔ عن محمد بن مسلم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی امر امة الرجل یکون  
لها الخادم قد فحرت فیحتاج الی لبنها قال مرها فتحللها یطیب اللبن ﴿﴾  
محمد بن مسلم نے امام صادق سے ایک شخص کی عورت کے متعلق روایت کا ہے جس کی  
خادمہ نے فسق و فجور کا ارتکاب کیا اور صاحب اولاد ہو گئی بعد ازاں اس گھر اند کو اس کے دودھ  
سے استفادہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا اپنی بیوی کو حکم دے کہ لونڈی کے جرم زنا کو  
معاف کر دے تو وہ دودھ پاک اور حلال و طیب ہو جائے گا۔ (فروع کافی ج ۲)

(ف) ماشاء اللہ دودھ پاک کرنے کا خوب طریقہ ہے اور ایسا ہی پاکیزہ دودھ پینے والے ہی  
مخلص شیعہ بن سکتے ہیں اور اصحاب رسول علیہ السلام کو سب و شتم کرنے والے۔ رہا یہ معاملہ کہ  
تحلیل صرف دودھ کو پاک کرنے کی یا سابقہ زنا کو بھی تو یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ زنا  
اور ولادت اس دودھ کے تولد کا سبب ہیں اور وہ باقی ہے تو دودھ میں خبث بھی باقی ہے اور اس  
سے خبث ختم ہوا تو اس کا سبب بھی ختم ہو گیا اور اس مضمون کی روایت پہلے درج ہو چکی ہے کہ  
لونڈی سے زنا کرنے والا اس کے مالک سے معافی مانگ لے اور وہ معاف کر دے تو زانی نہیں  
سمجھا جائے گا اور معافی نہ ملنے کی صورت میں زانی اور خائن سمجھا جائے گا اور عذاب دیا جائے  
گا۔ لہذا ابو جعفر طوسی کہنا کہ اس معافی سے صرف دودھ پاک ہوگا سابقہ فعل اور کرکوت  
دونوں حلال اور جائز نہیں ہوگا۔ (مجتبى ص ۲ ص ۱۷۱) درایت اور روایت دونوں کے خلاف  
ہے جب مستقبل میں زنا کو حلال کر سکتا ہے وہ ماضی میں کیا ہوا زنا معافی دے کر کالعدم کیوں نہیں

کر سکتا۔ خدا لگتی بات یہ ہے شیعی اسلاف کا جنسی تعلقات کے معاملے میں حوصلہ بہت بلند ہے  
اور طرف انتہائی وسیع اور ہمدردی و غم خواری کا عنصر غالب۔ لہذا طوسی صاحب کو جنگ ظرفی اور  
بے دردی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آخرت میں جو ہوگا سو ہوگا۔ مگر دنیا میں تو داعش کا کوئی  
موقعہ ہاتھ سے جانا نہیں چاہیے۔

### شیعہ حضرات کے لئے عجیب سہولت

لونڈی کا مالک جس کے لئے چاہے اس کا فرج حلال کر سکتا ہے اور بطور عاریت دے  
سکتا ہے جس طرح کہ سابقہ روایات سے یہ حقیقت واضح ہو چکی حالانکہ قرآن مجید میں مولا کی  
اجازت سے نکاح کرنے کا حکم ہے اور نکاح میں ایجاب و قبول اور حق مہر لازم ہے۔

﴿قال تعالی ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات  
المومنات فمما ملک ایمانکم من فیاتکم المومنات واللہ اعلم بایمانکم  
بعضکم من بعض فانکحوا هن باذن اهلن واتوهن اجورهن بالمعروف .. الا ینکح﴾  
تم میں سے جس کو محصنات مومنات کے ساتھ نکاح کی قدرت نہ ہو تو مومنہ لونڈیوں  
کے ساتھ نکاح کر لو جو تمہارے ملک میں ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے ایمانوں کو بہتر جانتا ہے تم باہم  
رشتہ ایمان میں متحد و متوافق ہو لہذا ان کے ساتھ ان کے موالی کے اذن سے نکاح کرو اور ان کا  
اجر یعنی حق مہر معروف طریقہ پر ادا کرو جب اہل کے اذن سے نکاح ہوگا تو لاحالہ ایجاب  
و قبول اور مہر لازم۔ مگر شیعی علماء نے مؤئین کی سہولت کے لئے قرآنی بندھن اور قیود توڑ ڈالے  
اور بالکل سہل طریقہ ایجاد کر دیا۔

علاوہ ازیں شیعہ مذہب میں نہ آئید کے لئے عدت ہے اور نہ صغیرہ نابالغ کیلئے جیسے کہ  
قبل ازیں روایات میں یا حوالہ ثابت کیا جا چکا ہے تو اندریں صورت صغیرہ کے بالغ ہونے تک

اور آئینہ کے ساتھ تادم زیست اور بالغہ کے ساتھ صرف استبراء کے ایام کے علاوہ میں انادہ واقاضہ اور ہمدردی و غمخواری کا معاملہ بڑا وسیع ہو سکتا ہے اور اس طرح بے شمار مؤئین کا بھلا ہو سکتا ہے اور مؤئین کی تعداد میں اضافہ کا بھی بہترین موقع ہے۔ ایسے آسان اور موجب بھولیات مذہب کی طرف کس کا دل نہ کھپے گا مفت میں ہو تو دوسرے مؤئین کا بھلا اور اجرت پر ہو تو اس مؤمن کیلئے چاندی ہی چاندی۔ پہلی صورت تحلیل اور عاریت کے طریقہ پر حلال۔ اور دوسری صورت میں متعہ اور عقد انقطاع کے طریقے پر حلال۔ بہر صورت حلت ہی حلت ہے اور آزادی ہی آزادی۔ العیاذ باللہ۔

### استبراء سے آزادی اور چھٹکارا

اگر لونڈی کو کسی سے خریدا جائے یا میدان کا رزار میں کافرہ عورت ہاتھ لگے تو اس کے ساتھ بطور ملک یمین مباشرت کرنے سے قبل حیض آنے کی صورت میں ایک حیض اور نہ آنے کی صورت میں ایک ماہ انتظار کرنا پڑتا ہے مگر شیعہ مذہب میں اس انتظار کی کلکت بھی روا نہیں رکھی گئی بلکہ صغیرہ ہو یا آئینہ تو بلا تکلف مباشرت حلال اور مباح ہے گو اس پر حوالہ جات متعہ کی بحث میں درج کئے جا چکے ہیں مگر مزید ایک دو حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ عن ابی عبد اللہ السلام انه قال فی رجل ابتاع جاریة ولم تطمث قال ان کانت صغیرة ولا یتخوف علیہا الحبل فلیس علیہا عدۃ ولیطاھا انشاء وان کانت قد بلغت ولم تطمث فان علیہا العدۃ ﴿﴾ (فروغ کافی ج ۲ ص ۲۰۱)

امام ابو عبد اللہ صادق سے مروی ہے اس شخص کے متعلق جس نے لونڈی خریدی اور اسے حیض نہیں آیا کہ اگر صغیرہ ہے اور اس پر حمل کا اندیشہ نہیں ہے تو عدت نہیں اور اگر چاہے تو فوری طور پر مباشرت کرے اور اگر بالغ ہو چکی ہو مگر خون نہیں آیا تو پراس عدت ہے یعنی ایام کے ساتھ۔

۲۔ عن عبد الر حمن بن الحجاج قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول ثلاث یتزوجن علی کل حال التی ینسب من المحیض ومثلها لا تحیض قلت متی یکون کذلک قال اذا بلغت ستین سنة (الی) والتی لم تحض ومثلها لا تحیض قلت ومتی تكون کذلک؟ قال ما لم تبلغ تسع سنین (الی) والتی لم یدخل بها ﴿﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۶۹)

عبد اللہ بن الحجاج سے مروی ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ کو فرماتے ہوئے سنا تین عورتوں کے ساتھ ہر حال میں ازدواجی تعلق قائم کرنا درست ہے۔

اول: جو حیض سے ناامید ہو اور اس جیسی عورتوں کو حیض نہ آتا ہو جن کی مدت عمر آپ نے ساٹھ سال بتلائی۔

دوم: جس کو حیض شروع نہ ہوا ہو اور نہ اس عمر کی لڑکیوں کو حیض آتا ہو جس کی عمر آپ نے نو سال بتلائی۔

سوم: جس کے ساتھ مباشرت نہ پائی گئی ہو۔

### خریدی ہوئی لونڈی کے ساتھ حمل کے باوجود جماع جائز

رفاعہ بن موسیٰ سے مروی ہے کہ میں نے امام ابو الحسن بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ میں لونڈی خریدتا ہوں اور اس کو حیض نہیں آتا اور اس کی عمر بھی سن ایاس والی نہیں (تا تو آپ نے فرمایا اس کے ساتھ جماع کرنے میں حرج نہیں ہے میں نے عرض کیا اگر حمل ہو تو پھر میرے لئے اس حلت کی کیا حد ہے؟ تو آپ نے فرمایا چار ماہ دس دن کے اندر مباشرت کے علاوہ انقطاع کر سکتا ہے۔ اور اتنی مدت گزرنے پر حمل کے باوجود جماع بھی کر سکتا ہے۔



﴿فاذا جاز حملها اربعة اشهر وعشرة ايام فلا باس بنكاحها الفرج﴾

تورفا نے کہا، مغیرہ اور اس کے ساتھی کہتے ہیں کہ حاملہ عورت کے ساتھ وضع حمل تک جماع نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کا حمل ظاہر ہونے سے بچے کے غذا کھانے کے درمیانی عرصہ میں عورت (خریدی ہوئی لونڈی کے) قریب نہ جائے تو آپ نے کہا ﴿ہذا من افعال اليهود﴾ یہ یہودیوں کے افعال سے ہے۔ چلو یہ بھی پابندی ختم اور حاملہ کے ساتھ بھی مباشرت جائز ہو گئی اور ان پر کوئی فتویٰ لاگو نہیں ہوگا البتہ مباشرت نہ کرنے والے یہودی بن جائیں گے۔

ہر چیز یہاں کی الٹی ہے

یہاں الٹی لنگا ہوتی ہے

حالانکہ قرآن مجید میں ہے۔ ﴿والا تلاحمل ان یصلن ان یضعن حملهن﴾ حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اور یہ حکم مطلق ہونے کی وجہ سے ان کو بھی شامل ہے اور استبراء کی ضرورت ہی اس لئے تھی تاکہ معلوم ہو جائے کہ حاملہ تو نہیں اور غیر کی کھتی کو پانی دینے والی بات نہ بن جائے۔ نیز چار ماہ دس دن کلام مجید کی رو سے سوگ کی مدت ہے اور وفات کی عدت۔ خریدی ہوئی لونڈی سے اس کا کیا تعلق؟ اگر چار ماہ دس دن کے بعد اس لئے جماع جائز کہ رحم کا منہ بند ہوتا ہے اور مادہ منویہ رحم میں داخل نہیں ہوتا تو روز اول ہی سے رحم کا منہ بند ہو جاتا ہے جب استقرار نطفہ کا ہوتا ہے پھر اتنی مدت محروم وصال رکھنے کا کیا فائدہ؟ بہر حال ان امور میں بھی مکمل ہے احتیاطی اور شرعی احکام کی خلاف ورزی ظاہر ہے۔

مالک اور خاوند کا لونڈی سے باری باری استفادہ

شیعہ مذہب میں لونڈی کا مالک اگر اس کا عقد اپنے غلام سے کر دے تو جب چاہے اس کو علیحدہ کر کے بغیر طلاق لئے اس لونڈی سے مباشرت کر سکتا ہے۔ پھر بغیر نکاح جدید کے اسے غلام کے حوالے کر سکتا ہے۔ جس سے مالک اور غلام کیلئے زنا کا حلال ہونا صاف ظاہر ہے۔

۱۔ ﴿عن عبد الله بن سنان عن ابي عبد الله عليه السلام قال سمعته يقول اذا زوج الرجل عبده امته ثم اشتهاها قال له اعتزلها فاذا طمئت وطها ثم يردها عليه انشاء﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۵)

یعنی جب آدمی اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دے اور اسے خود اس کے ساتھ مجامعت کی خواہش پیدا ہو تو غلام سے کہہ دے تو عملی طور پر علیحدگی اختیار کر لے۔ جب اس کو حیض آجائے تو اس کے ساتھ وطی کرے پھر اگر چاہے تو اس کو غلام پر لوٹا دے۔

۲۔ ﴿عن محمد بن مسلم قال سالت ابا جعفر عليه السلام عن قول الله عز وجل والمحصنات من النساء الا ما ملكت ايمانكم قال هو ان يامر الرجل عبده وتحتته امته فيقول له اعتزل امراءك ولا تقربها ثم يحبسها عنده حتى تحيض ثم يمسها فاذا حاضت بعد مسه اياها ردها عليه بغیر نکاح﴾

(فروع ج ۲ ص ۲۰۵)

امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق دریافت کیا تم پر خاوندوں والی عورتیں حرام ہیں ماسوائے ان کے جو تمہاری ملک میں آکر تمہاری لونڈیاں بن گئیں۔ تو آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے اس غلام کو جس کے عقد میں اس کی لونڈی ہے حکم دے کہ تو اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جا اور اس کے قریب مت جا پھر اسے اس غلام سے

روکے رکھے حتیٰ کہ اس کو حیض آجائے تو پھر بغیر نیا نکاح کئے غلام کو اس کی بیوی لوٹا دے۔

(حالانکہ آیت کریمہ کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ منکوحہ حرائز بلا طلاق و عدت حلال نہیں ہیں۔) اگرچہ خاوندوں نے طلاق ندی کیونکہ دارالاسلام میں آنے پر اور مملوک ہو جانے پر ان کا حق نکاح ختم ہو گیا محض استبراء کی ضرورت ہوگی لیکن اس آیت کا سراسر غلط معنی کیا گیا اور ذمے ائمہ کرام کے لگا دیا گیا العیاذ باللہ۔

(ف) منکوحہ لوٹدی کو اس کا خاوند اگر طلاق دے تو اس کی عدت دو حیض ہوتی ہے۔ صرف ایک حیض گزرنے پر اس سے مباشرت عہد کی مدت میں ہوتے ہوئے ہے جو سراسر زنا ہے اور ان دونوں روایات سے (جو علی الترتیب امام جمعفر صادق اور امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں) صرف اور صرف ایک حیض کا عدت ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ غلام سے واپس لینے کی صورت میں اور اسے واپس دینے کی صورت میں بھی۔ حالانکہ مطلقہ حرہ کی عدت تین حیض ہے اور لونڈی کی اس سے نصف۔ لہذا اس طرح بھی زنا کو حلال ٹھہرایا گیا ہے۔

### قابل غور امر:

یہ ہے کہ نکاح عہد کا تھا تو طلاق کا مالک بھی وہی تھا مولیٰ کے اذن سے۔ جب دونوں کا نکاح ہو گیا تو اب طلاق کا معاملہ بھی اس عہد کے ہاتھ میں تھا۔ لہذا طلاق لئے بغیر مولیٰ کو اس لونڈی سے مباشرت کا حق کیسے پہنچ گیا اور اگر اس کا اس کو علیحدہ کر دینا ہی فتح نکاح یا طلاق تھا تو دوبارہ نکاح کیے بغیر وہ عہد پر حلال کس طرح ہوگئی۔

کیا کسی صاحب عقل سلیم اور منصف مزاج آدمی پر یہ حقیقت مخفی رہ سکتی ہے کہ اس مذہب کے کارپردازوں نے منہ کالا کرنے کیلئے خالص زنا کو حلال کر رکھا ہے اور ائمہ اہل بیت ع سر اسر بہتان اور افتراء سے کام لیا ہے اور ان کا بنیادی مقصد ہی دین اسلام کو تباہ و برباد سے اکھیرنا

ہے اور یہود و نصاریٰ اور مجوس کی آتش انتقام بجھانا ہے ورنہ قرآن مجید اور فرقان حمید کے واضح احکامات اور روشن ارشادات کو برعکس اس قسم کے اعمال قبیحہ اور افعال شیعہ کو جائز رکھنے کی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ جو کچھ علامہ نعمت اللہ الجزائری نے اسامعیلیہ فرقہ کے متعلق کہا ہے کہ یہ دراصل عباد یہ مجوسیوں کی سازش کا نتیجہ ہیں بالکل وہی نظریہ ہم تمام اہل السنۃ کا تمام شیعہ فرقوں کے متعلق ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مجوس کی سازش کا نتیجہ ہیں اور اہل اسلام اور اسلام کے خلاف میدان جنگ میں مقابلہ سے عاجز آکر اس لیے بہانے اس کی نظریاتی اور عملی اساس پر وار کرنے اور اسے منہدم کرنے کی بدترین سازش ہے اور جیلہ گری۔ تاکہ مسلمان کہلائیں بھی تو صرف نام کا اسلام ہو دراصل یہودیت یا مجوسیت اور نصرانیت ہی موجود رہے اور بجائے اس کے فاتحین اسلام کو ہم گالیاں دیں۔ خود اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو اس فحش پر چلائیں کہ وہ ہماری ترجمانی کرنے لگیں۔ اور ہم خاموش تماشا بنی بن کر یہ تماشا دیکھتے رہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

## باب سوم

استحلال محارم یعنی ماں، بہن اور بیٹی وغیرہ

سے مجامعت حلال ٹھہرانا

شیعہ قوم نے صرف دور جاہلیت کی مادر پدر آزادی کو ہی تحفظ نہیں بخشا بلکہ مجوسیوں کی روش اور طور طریقہ کو بھی نئے انداز میں زندہ کرنے اور اس کو بھی شرف باسلام کرنے کی کھان رکھی ہے۔ مجوسیوں کا عقیدہ و نظریہ یہ ہے کہ آدمی کے لئے اس کے محارم یعنی ماں، بہن اور بیٹی وغیرہ حلال ہیں اور ان سے نکاح اور مجامعت و مباشرت کر سکتا ہے۔ شیعہ صاحبان نے بھی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اس کو عین اسلام قرار دیا۔ ملاحظہ فرمائیے ذخیرۃ المعاد و مؤلفہ شیخ زین العابدین مطہر ریاض الرضا لکھنؤ باب الطہارت باب اغسال واجب ص ۷۸۔

سوال: اگر شخصے آلت خود را بچہ دستمال حریر و خوں کہ مہمات حاصل نہ شود در ماں ہمارا و بچہیں اگر مہمات حاصل نہ شود بہت کشادگی فرج یا بار کی آلت غسل واجب است یا نہ؟

جواب: لزوم غسل خالی از قوت نیست و از ابوحنیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم بالف حریر جائز است۔

اگر ایک شخص اپنے آئینہ تامل کو ریشمی رومال یا کسی دوسری چیز کے ساتھ اس طرح پلٹ لے کہ جماع کے دوران عورت کے فرج کے ساتھ مرد کے آئینہ کا مس نہ ہو یا عورت کی شرمگاہ اتنی کشادہ ہو کہ دوران جماع مس نہ پایا جائے یا آئینہ قدر باریک ہو کہ بوقت مجامعت کہیں ٹکرائے نہیں تو غسل واجب ہے یا نہیں؟ جس کا جواب شیعہ مجتہد صاحب نے یہ دیا کہ غسل کا

اجب دلائم ہونا ہی قوی ہے اور ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ محارم کے ساتھ آئینہ تامل پر ریشمی کپڑا پلٹ کر جماع کرنا جائز ہے۔ اس عبارت کو بار بار پڑھیے اور اس مسلک کے بانیوں کی اصلیت جاننے کی کوشش کیجئے۔ میرے خیال میں یہودیت اور مجوسیت کا جو ملغوبہ عباد یہ مجوسیوں اور سہائی یہودیوں نے تیار کیا تھا اور اس پر اسلام بلکہ محبت اہل بیت اور خلافت بلا فصل کی ملمع کاری کی تھی اس فتویٰ کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس حجاب و نقاب اور سترو پردہ کے پیچھے چھپی ہوئی حقیقت کا آپ اچھی طرح مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید کے صریح بیان ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمُحْرِمَاتُ﴾ کے ہوتے ہوئے کوئی اسلام اور حب اہل بیت کا حقیقی دعویدار ایسے کلمے صادر کر سکتا ہے اور محارم کے ساتھ مجامعت کو جائز قرار دے سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

عذر گناہ بدتر از گناہ

شیعہ صاحبان نے فتویٰ کے جواب سے عاجز آ کر کہا ہمارے مذہب میں ابوحنیفہ نام اور کثرت والا سرے سے عالم ہے ہی نہیں۔ یہ سینوں کے امام اعظم ابوحنیفہ کا فتویٰ ہے۔ اس کا اہرام شیعہ پر کیوں؟ چنانچہ ذخیرۃ المعاد کے حاشیہ پر مفتی محمد عباس صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے:

ابوحنیفہ امام اعظم سنیاں است در شیعہ قائل این قول و عالم این نسبت غیر معلوم مدعی باید اثبات کنند واللہ العالم۔

اور علامہ سید علی محمد علی محمد صاحب کا بھی یہی قول نقل کیا ہے: ابوحنیفہ از علماء شیعہ کج کسی نیست۔

اور سید العلماء محمد ابراہیم صاحب کا بھی دعویٰ ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

موسوم بد ابوحنیفہ بودن کے از علماء اہل تشیع ثابت نیست۔

گویا سبھی علماء شیعہ کی یہ رٹ ہے کہ یہ سینوں کے امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے ہمارا تو اس نام کا کوئی امام ہی نہیں۔



﴿الجواب وهو الموفق لتحقيق الصواب﴾

(۱) یہ جواب کس قدر لغو ہے ہودہ اور ناقابل التفات و اعتبار ہے کیونکہ سائل بھی شیعہ اور مفتی بھی شیعہ تو جواب خفی قول کے مطابق دینے کا کیا جواز تھا؟ لہذا اصاف ظاہر ہے کہ مفتی اور مجتہد نے فقط اپنا مذہب و مسلک بیان کیا تھا کہ ہمارے نزدیک محارم کے ساتھ جائز ہے۔ بس تو اس اسلاف کثیف ریشم لپٹنے کا کرنا پڑے گا اور بس نہ خرچ کا مزید بلو نہ رہا ہائے اور ماہن حق مہر بھی کیا مانگیں گی اور ضرورت مند ہوں تو خرچہ دے دیسے بھی ادا کرنا پڑتا ہے لہذا مزید بوجھ تو نہیں بڑھے گا۔

(ب) سینوں کے امام ابو حنیفہ کے مذہب میں تصنیف شدہ جس کتاب سے یہ فتویٰ نقل کیا ہے وہ کتاب بتلاؤ اور حوالہ دکھلاؤ کہ جہاں محارم کے ساتھ یہ فعل شنیع اور عمل قبیح جائز اور مباح قرار دیا گیا ہو۔ جب نہیں اور قطعاً نہیں تو پھر اس جواب سے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی سعی نالایکسی کامیاب نہیں ہو سکتی اور شیعہ کے منہ پر لگی یہ کالک چل نہیں سکتی۔

سوال: جامع الرموز میں ہے کہ پکڑ الپٹ کر جماعت کرنے سے غسل واجب ہوتا نہیں ہوتا۔ ﴿لؤلؤ الحشفة بنوب وغیرہ لم یجب الغسل﴾ اور اس کتاب میں ہے ﴿لؤلؤ ذکرہ من خرقۃ مانعة الحراة لم یکفر﴾ اگر آگ پر پکڑ الپٹ کر جماعت کرے تو کفار صوم لازم نہیں ہے اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے ﴿لوجبا معها بخرقۃ علی ذکرہ لا یثبت الحرمة کما فی الخلاصة﴾ اگر آگ پر پکڑ الپٹ کر جماعت کرے تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ (حاشیہ ذخیرہ المعاص ۷۲)

الغرض مسئلہ حریف کتب احناف میں موجود ہے۔

جواب: بحث تھی اس میں کہ محارم کے ساتھ لطف حریر کے بعد جماع جائز ہے لیکن ان عبارات

میں محارم کے ساتھ جماع کا کہیں نام و نشان نہیں غسل واجب ہونا یا نہ ہونا علیحدہ معاملہ ہے۔ شیعہ مذہب میں بیٹی کے ساتھ زنا کے بعد ماں کے ساتھ نکاح حرام نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زنا حلال ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا۔ اگر ایک شخص عورت سے زنا کرے اور پھر زانی اور زانیہ تو بہ کر لیں تو نکاح درست ہے تو آپ نے فرمایا۔ نعم و امھا و ابنتھا ہاں اس سے بھی جائز ہے اور اس کی ماں اور بیٹی سے بھی یعنی اس عورت کے ساتھ زنا کی وجہ سے اس کی ماں اور بیٹی میں حرمت و مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۳۲۷)

لہذا یہ جوابات کھنڈا نوچنے کی کوشش ہے۔ اس کو جواب کہنا عقل و دانش کی توہین ہے۔ (ج) ایک نام اور کینیت کلی افراد اور اشخاص میں مشترک ہو سکتی ہے لہذا اگر سنیوں کا امام ابو حنیفہ ہے تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ شیعہ مذہب میں اس کینیت والا کوئی شخص نہیں گزرا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب میں اس کینیت والے تین اشخاص ہیں اور علماء شیعہ کا یہ دعویٰ سراسر جھوٹ ہے کہ ہمارے مذہب میں اس نام کا کوئی عالم نہیں ہے۔

﴿ابو حنیفہ کنیۃ لا حمد بن داود الدینوری وسعید بن بیان والنعمان بن ثابت احد ائمة الاربعة والنعمان بن محمد بن المنصور المغربي الذی کان مالکیانہم استبصر﴾ (تنقیح المقال للذقانی ج ۲ ص ۱۲)

ابو حنیفہ احمد بن داود دینوری، سعید بن بیان اور نعمان بن ثابت تہی جو کہ عامہ کے چار ائمہ میں سے ایک ہے اور نعمان بن منصور کی کینیت یہ وہ پہلے مالکی تھا پھر اہل بصیرت ہو گیا۔

ابو حنیفہ نعمان بن منصور المغربي شیعہ میں بلند پایہ مفسر و محدث ہے اور کثیر التصانیف علامہ و فقیہ قاضی نور اللہ شوستر نے مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۵۳۹، ۵۳۸ پر شیعہ محدثین مفسرین اور فقہاء کا ذکر کرتے ہوئے اس ابو حنیفہ کا ذکر تفصیلی تذکرہ اس عنوان سے کیا القاضی ابو حنیفہ

الضمان بن محمد بن منصور بن جیون المغربی (ابی) دراصل مالکی مذہب بود بعد از اس امامیہ انتقال کرد اور اوصاف و تصانیف بسیار است مانند کتاب اختلاف اصول المذاهب و کتاب الفرقہ و کتاب الدعویۃ للعقیدین و از ابن زولاق روایت نموده کہ نعمان بن محمد القاضی در مائتہ فضل و از اہل قرآن و عالم بود بمعانی آن و عالم بود بوجہ فقہ و اختلاف فقہاء و عارف بود بلسان لغت و شعر و تاریخ و حکلیہ عقل و انصاف آراستہ بود در مناقب اہل بیت چندین ہزار ورق تالیف نموده بود بہ نیکوترین تالیف و لطیف ترین حصص و در مقابل اہل ایشان نیز کتاب تالیف نموده و اورا کتابہاست کہ در آن خوار بردار ابوحنیفہ کوفی و مالکی و شافعی و ابن شریح و غیر ایشان نموده و تصانیف او کتاب اختلاف الفقہاء است کہ در آنجا نصرت مذہب اہل بیت نموده و اورا نصرت اہل بیت در علم فقہ و ابوحنیفہ مذکور ہمراہ معز الدین باللہ فاطمی از مغرب بمصر آمدہ در ماہ رجب ثلاث و تین و ثلاث مائتہ در مصر وفات یافت۔

(مجلس المؤمنین ج ۱ ص ۵۳۹، ۵۳۸)

قاضی ابوحنیفہ در اصل مالکی مذہب پر تھا بعد از اس امامیہ مذہب کی طرف منتقل ہو گیا اور اس کی بہت سی تصنیفات ہیں مثل کتاب اختلاف اصول المذاهب، کتاب الاختیار، کتاب الدعوی، اور ابن زولاق سے روایت کی گئی ہے کہ نعمان بن محمد قاضی انتہائی فاضل شخص تھا۔ قرآن مجید کے معانی و مطالب سے آگاہی، وجوہ فقہ اور اختلاف فقہاء سے کامل واقفیت رکھتا تھا۔ شعر اور تاریخ میں مہارت کا مکمل عقل و دانش اور عدل و انصاف کے زیور سے آراستہ تھا۔ مناقب اہل بیت میں اس نے ہزار ہا اوراق تصنیف کیے جو انوکھے طرز و انداز اور راہ و روش اور لطیف ترین برایہ پر مشتمل ہیں اور اہل بیت کرام کے اعداء اور مخالفین کے ظلم و ستم پر مشتمل ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ اس قاضی ابوحنیفہ نے ایسی کتابیں بھی تالیف کی ہیں جو ابوحنیفہ کوفی مالک شافعی ابن شریح وغیرہ کے رد و دفع پر مشتمل ہیں اور اس کی مصنفہ کتب میں سے ایک اختلاف الفقہاء

جس میں مذہب اہل بیت کی تائید و تقویت کا حق ادا کیا ہے۔ علم فقہ میں اس کا ایک قصیدہ بھی ہے۔ قاضی ابوحنیفہ مذکور معز الدین باللہ فاطمی کے ساتھ مغرب سے مصر آیا اور مصر میں ہی سن ۳۶۷ھ ماہ رجب المرجب میں وفات پائی۔

الغرض روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا اور اہل تشیع کے قاضی نور اللہ شہید کی زبان قلم واضح ہو گیا کہ یہ ابوحنیفہ امامی شیعہ تھا اور ابوحنیفہ سنی اور دیگر ائمہ اہل سنت کا مخالف تھا اور بزرگمردوں ان کا رد بھی کرتا رہا۔ سن ۳۶۳ھ میں مصر میں وفات پائی تو شخص نام اور کنیت میں اشتراک وجہ سے اس کو سینوں کا امام کہہ دینا سراسر فریب کاری اور دھوکہ بازی ہے۔ نیز یہ دعویٰ کر دینا اس نام اور کنیت والا شیعہ عالم جہاں میں ہوا نہیں، سراسر جہالت ہے اور بے خبری یا دھوکہ دہی فریب کاری کی انتہا ہے۔

علاوہ ازیں مسائل بھی شیعہ، مفتی اور مجیب بھی شیعہ تو امامی اثنا عشری مذہب کے علاوہ

کی دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کا جواز ہی کیا ہو سکتا ہے؟

نیز اس کتاب ذخیرۃ العاد میں دوسرے تمام مسائل شیعہ مذہب کے مطابق ہیں۔ تو مسئلہ میں شیعہ مذہب ترک کر کے کسی دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ علی الخصوص جبکہ خفیہ مذہب میں اس قسم کی روایت کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔

لہذا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ شیعہ مذہب میں تھوڑا سا ریشم لپٹنے کے بعد ماں بیٹی اور خالہ چھو بھی وغیرہ کے ساتھ مباشرت اور مجامعت جائز ہے۔ بجوی بھی ان حرام کے ساتھ مباشرت و مجامعت کو جائز رکھتے ہیں اور شیعہ کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ صرف ریشم رو مال لپٹنے و لٹکاف اس مذہب والوں نے کیا جو مجوسیوں نے نہ کیا۔ جس کا مقصد واضح ہے کہ تھوڑی سی دلی کے ساتھ اسی مجوسیت کو اسلام میں داخل کر دیا جائے اور اسلام کی روح کو سخ کر دیا گئے۔ حالانکہ قرآن مجید نے ان حرام کے ساتھ عقد نکاح اور ایجاب و قبول کو بھی حرام ٹھہرایا

تھا تو جماع و مباشرت کے جواز کا تصور تک بھی اسلام میں روا نہیں ہو سکتا تھا۔ ﴿قال الله تبارک و تعالیٰ حرمت علیکم امهاتکم و بناتکم﴾ یہ عورتیں تم پر حرام کی گئی ہیں اور عقد نکاح نہیں ہیں۔ مگر اسلام کا دم بھرنے والوں نے اور بزم خویش ائمہ اہل بیت کے اہل دعویٰ رکھنے والوں نے جو سیت کو اسلام میں داخل کر کے اس فعل شنیع اور عمل قبیح کو حلال ٹھہرا کر ناپاک جسارت کی۔

### فائدہ عظیمہ

ریشم کا ٹکڑا الپٹ کر محارم کے ساتھ مباشرت و جماعت کو جائز رکھنے کا تکلف بھی امامیہ اثنا عشریہ نے کیا ہے ورنہ دوسرے شیعہ فرقے اس تکلف کے بھی روادار نہیں ہیں بلکہ محارم کو حلال ٹھہراتے ہیں۔ ذرا تفصیل ملاحظہ کریں۔

۱۔ خطابیہ: یہ فرقہ ابو الخطاب اسدی کے متبعین کا ہے ان کے متعلق نعت اللہ الجزازی ہے۔ استباحوا المحرمات و ترک الفرائض (انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۲۳۷) انہوں نے تمام حرام اشیاء کو مباح اور حلال ٹھہرایا اور فرائض و واجبات کے ترک کو بھی۔

۲۔ رزامیہ: یہ فرقہ رزام کے متبعین کا ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت امامانے کے بعد دوسرے درجے میں محمد بن حنفیہ کو امام تسلیم کرتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو مسلم خراسانی میں طول کیا ہوا تھا اور وہ قتل نہیں ہوا۔

استحلوا المحارم و ترکوا الفرائض و منهم من ادعی الالهیة فی المقنع (انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۲۳۹)

اس فرقہ نے بھی محارم کو حلال ٹھہرایا اور فرائض کو ترک کر دیا اور ان میں سے بعض

یعنی عطا خراسانی کے حق میں الوہیت کا دعویٰ کیا جس نے اپنے جادو اور سحر کے بل بوتے پر ہند کا شعبہ دکھلایا تھا۔

۳۔ اسماعیلیہ و حرمیہ: جو لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلا فصل تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ امام جعفر صادق تک امامت کے تسلسل کے قائل، لیکن ان کے بعد ان کے صاحبزادے اسماعیل اور ان کی اولاد کی امامت کے قائل نہیں ہیں گویا شش امامی ہیں ان کے رمیہ کہلانے کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے محدث جزائری نے کہا ﴿لقبوا بالحرمیتہ ايضا لا باحتهم المحرمات و المحارم﴾ (انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۲۴۱)

یعنی ان کو محرمات اور محارم کے مباح ٹھہرانے کی وجہ سے حرمیہ کا لقب دیا گیا۔ ان کی شان و شوکت حسن بن صباح کے دور میں یہاں تک بڑھی کہ ملوک و سلاطین زمان ان سے خوف زدہ ہو گئے۔

﴿فاظهر و اسقاط التکالیف و اباحة المحرمات و صاروا کالحيوانات﴾ (والجمادات ص ۲۴۳)

تو انہوں نے تکالیف شرعیہ کو ساقط کرنے کا اعلان کیا اور محرمات کے مباح ہونے کا اور انسانی شکل و صورت ہونے کے باوجود حیوانات اور درندگی اختیار کر لی۔ ماں، بہن، اور بیٹی کا امتیاز بھی دگا ہوں سے اوجھل اور چار بیویوں کی پابندی بھی ختم۔ بلکہ ایک بیوی کا ایک خاوند سے اختصاص بھی ختم ہو گیا بظاہر یہ لوگ حضرت اسماعیل بن جعفر صادق کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے مگر ان کا اصلی سبب نسب کیا ہے اور ان کی تحریک کا بنیادی مقصد اور مطلق نظر کیا ہے اور اس پردہ میں پردگی کون ہے وہ بھی علامہ جزائری کی زبانی سنئے۔



## اسماعیلیہ شیعہ کا دعاء اصلی

﴿اصل دعواہم الی ابطال الشرائح ان العبادۃ وہم طائفۃ من  
المجسوس راموا عند قوت الاسلام تاویل الشرائع علی وجوہ تعود الی قواعد  
اسلافہم وذلک انہم اجتمعوا فنادوا ما کان علیہ اسلافہم من الملک  
وقالو الاسبیل لنا الی دفع المسلمین بالسیف لغلبتہم علی الممالک لکما  
نحتال بتاویل شرائعہم الی مایعود الی قواعدنا ونستدرج بہم الضعفاء منہم  
فان ذلک یوجب اختلافہم واضطراب کلماتہم وراسہم فی ذلک حمدان  
قرمط فاخذوا تاویل الشرائع﴾ (ج ۲ ص ۲۳۲)

اسماعیلیہ کا اصل مدعا احکام شریعت کو بالکلیہ باطل ٹھہرانا ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے  
کہ مجوس کی ایک جماعت جو عبادیہ کہلاتی تھی انہوں نے اسلام کے غلبہ اور شوکت پالینے کے بعد  
شرعی احکام کی تاویل و توجیہ اس انداز میں شروع کی جو ان کے اسلاف کے اصول و قواعد کی  
طرف راجع ہوتی۔

ہوایوں کہ وہ ایک دفعہ جمع ہوئے اور اپنے اسلاف کی شان و شوکت اور ملک و سلطنت  
کو یاد کیا اور موجودہ ذلت و رذالت کو۔ اور کہا کہ اہل اسلام کے ممالک پر غالب ہونے کی وہ  
سے ہم ان کو بزر و شمشیر اپنے علاقے سے نکال نہیں سکتے۔ لیکن ہم ایسی حیلہ گیری کر سکتے ہیں کہ  
ان کی شریعت کی ایسی تعبیر و تشریح کریں کہ ہمارے اصول و قواعد پر منطبق ہو جائے اور ضعیف اور  
کم عقل اہل اسلام کو آہستہ آہستہ ہم اپنا ہم نو بنالیں تو یہ چیز ان میں باہمی اختلاف و انتشار پیدا  
کرنے کا موجب ہو جائے گی اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی اور ان کا مکر و فریب اور دھم  
و تلبیس میں رہیں و قاعدہ حمدان قرمط تھا۔ (اس لئے ان کو اس نسبت سے قرمط بھی کہتے ہیں)

## تاویلات اسماعیلیہ

وضو: دراصل امام کی محبت و موالات کا نام ہے۔

تیمم: اصلی امام کے غائب ہو جانے پر اس کے ماذون سے احکام حاصل کرنے کا نام ہے۔

نماز: عبارت ہے ذات رسول سے جو کہ بدی اور شرور سے منع کرتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد  
ہے۔ ﴿ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر﴾

احتمال: نام ہے ائمہ کے اسرار میں سے کسی سر اور راز کو ناہل آدمی پر منکشف کر دینے کا۔

غسل: عبارت ہے حفظ اسرار کے عہد کی تجدید سے۔

زکوٰۃ: نفس کا تزکیہ کرنا اس دین کی معرفت کے ساتھ جس پر ائمہ کا رہنمائی ہے۔

کعبہ: کعبہ نبی کی ذات

باب: علی المرتضیٰ کا نام ہے۔

صفحا: عبارت ہے ذات نبی سے اور

مروہ: نام ہے علی ولی کا۔

میتھانت اور تلبیہ: کی حقیقت ہے امر کو قبول کرنا جس کی طرف دعوت دی گئی ہے۔

**طواف:** بیت اللہ کے گرد سات طواف کرنے کا مطلب ائمہ سبعہ کی موالات اور محبت۔

**جنت:** صرف بدن کو تکلیف سے راحت پہنچانے کا نام ہے۔

**نار:** بدن کو تکالیف شرعیہ کی پابندی پر کار بند ہو کر مشقت میں ڈالنے کا نام ہے۔ الی غیر ذلک  
من خرافاتہم (الی)

﴿فلم یزالوا یستہزءون بالامور الشرعیة وقد تحصنوا بالحصون  
وکثرت شوکتهم وخافت الملوک منهم فاطهر واسقاط التکالیف وابعاحه  
المحرمات وصاروا کالحیوانات العجماء﴾ (ص ۲۳۴، ۲۳۳)

اس دور سے لے کر حسن بن صباح کے دور تک یہ لوگ دین اسلام اور امور شرعیہ کے  
ساتھ اس طرح مذاق بناتے رہے اور خفیہ طریقہ پر یہ پروگرام جاری رہا حتیٰ کہ انہوں نے قلعہ  
جات قائم کر لے اور ان کی شان و شوکت بڑھ گئی اور شاہان وقت ان سے خوفزدہ ہو گئے تو انہوں  
نے علانیہ احکام شریعہ کے ساقط اور کالعدم قرار دینے کا اظہار کیا اور محرمات کے حلال ہونے کا  
برلا اقرار اور اعتراف کیا اور جنگی جانوروں کی طرح آزاد اور بے قید ہو گئے۔

ان گزارشات کو ملاحظہ کر لینے کے بعد شیعہ کے فرقہ امامیہ کا لف حریروالا تکلف باسانی  
سمجھا آ سکتا ہے کہ جب تک علانیہ احکام شرع کو ختم کرنے کی ہمت نہیں ہے تو تھوڑی بہت تبدیلی  
کے ساتھ مجوسی اور یہودی طریق کار اپنا لو اور جب اقتدار اور اختیار حاصل ہو جائے تو پھر ان  
تکلفات کے پردے کو اتار بھیجیں اور اپنا اصلی چہرہ ظاہر کر دو اور سب فرقوں کی اصل منزل اہل  
اسلام میں اختلاف و انتشار، تفرقہ بازی، فرقہ بندی اور وحدت اسلام کو پارہ پارہ کر کے  
انہیں اسلام سے برگشتہ کر کے وسط ضلالت اور گمراہی میں مبتلا کرنا ہے تاکہ زبانی اسلام کا فقرہ

خواہ بلند کرتے ہی رہیں مگر دراصل مسلمان نہ ہوں بلکہ مجوسی یا یہودی وغیرہ ہوں۔

نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ کے ائمہ کی طرف انتساب سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے  
کیونکہ ان کے سبھی فرقے اپنے آپ کو کسی نہ کسی امام کی طرف منسوب منور کرتے ہیں مگر بنیادی  
مقصد دین اسلام کو مجوسیت اور یہودیت وغیرہ کی طرف ڈھالنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اسی  
ضمن میں مزید ایک حوالہ ملاحظہ فرماتے چلیں اور اسلام کے خلاف اس سازش کو سمجھنے کی کوشش  
کریں۔

۴۔ حضرت امام ابوالحسن علی بن محمد الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خدام خاص میں ایک شخص تھا محمد بن  
نصیر نمیری جس نے حضرت امام کے وصال کے بعد حضرت صاحب الزماں (امام مہدی) کا  
وکیل ہونے کا دعویٰ کیا اور وہ یہ بھی دعویٰ کرتا تھا کہ وہ خود رسول و نبی ہے۔ جس کو امام علی الرضا  
نے مبعوث فرمایا ہے اور محارم کے مباح ہونے کا بھی قائل تھا۔

﴿کان یدعی انه رسول نبی ارسله علی بن محمد علیہما السلام  
ویقول بالاباحۃ للمحارم﴾

(وکنذانی تنقیح المقال ج ۳ جزء ۱ ص ۱۱۹ احتجاج طبری ج ۲ ص ۴۷۴)

اور احتجاج طبری کا بخشی علامہ باقر موسوی شیخ طوسی کی کتاب الغیب کے حوالے سے  
قطر از ہے کہ:

﴿کان محمد بن نصیر النمیری یدعی انه رسول وانه ارسله علی بن  
محمد کان یقول بالتناسخ ویغلو فی ابی الحسن ویقول فیہ بالربوبیۃ ویقول  
بالاباحۃ للمحارم وتحلیل نکاح الرجال بعضهم بعضا فی ادبارهم ویزعم ان  
ذاک من التواضع والاخبات والتذلل فی المفعول به وانه من الفاعل احدی  
الشہوات والطبیات وان اللہ لایحرم شینا من ذلک وکان محمد بن موسیٰ

ابن الحسن بن الفرات یقوی اسبابہ وبعضہ اخیرنی بذلک عن محمد بن نصیر ابو زکریا یحیی بن عبد الرحمن بن خاقان انه راہ عیانا و غلام علی ظہرہ قال فلفقیته بعد ذالک فقال ان هذامن اللذات وهو من التواضع وترك التجبر. (حاشیہ احتیاج الطبری ج ۲ ص ۴۷۵۔ تنبیح المقال للمقامانی ج ۳ جز ۱ ص ۱۹۵)

محمد بن نصیر نمیری رسول ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور یہ کہ اسے علی بن محمد (امام رضا) نے ارسال فرمایا ہے وہ تنازع کا عقیدہ رکھتا تھا اور امام ابو الحسن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں غلو کرتا ہوا ان کی ربوبیت کا قائل تھا اور محارم کے مباح ہونے کا معتد و معترف تھا اور مردوں کے ساتھ نکاح اور لواطت کو مباح ٹھہراتا تھا اور اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اس میں مفعول کے لئے تو وضع کس نفسی افہام نہ لذت اور عاجزی ہے جبکہ فاعل کیلئے پاکیزہ لذات اور شہوات میں سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے شہوات کو جبکہ وہ تواضع کس نفسی اور عجز و سستت پر بھی مشتمل ہو کیسے حرام فرما سکتا ہے (گویا یہ سراسر خلاف عقل و درایت ہے کہ ایسے امور حرام ٹھہرائے جائیں) اور محمد بن موسیٰ بن حسن بن فرات اس کی تائید و تصدیق کیا کرتا تھا اور اس کے مذہب و عقیدہ کی اشاعت و ترویج کے وسائل و اسباب بہم پہنچاتا تھا۔ مجھے ابو زکریا یحیی بن عبد الرحمن بن خاقان نے بتلایا کہ میں نے محمد بن نصیر نمیری کو علانیہ ایک نوجوان سے لواطت اور غیر فطری فعل کراتے دیکھا۔ بعد ازاں میں اس سے ملا اور میں نے اس کو برا بھلا کہا تو اس نے کہا یہ چیز لذات نفس سے ہے اور وہ تواضع اور کس نفسی کے قبیل سے ہے (لہذا یہ بالکل حلال طیب ہے اور اس پر ملامت و سرزنش بے جا اور سراسر حماقت)

(ف) شیعہ صاحبان کے نزدیک درایت روایت پر مقدم ہے اور عقل نقل پر۔ اور نمیری نے اس دلیل کا سہارا لیتے ہوئے لواطت اور غیر فطری فعل کو مباح ٹھہرایا اور آپ متوکی بحث میں

علامہ فتح اللہ کا شانی کا قول ملاحظہ کر چکے کہ درایت و عقل موجب یقین ہے اور روایت و نقل موجب ظن ہے۔ لہذا روایت کی وجہ سے درایت کو کیونکر ترک کیا جاسکتا ہے اسی مستحکم اور مضبوط اساس اور بنیاد پر نمیری صاحب نے بھی اپنے اس مغرورہ نظریہ کی بنیاد رکھی ہے۔ لہذا اس پر اب جیسے جیسے ہونے کی ضرورت نہیں اور اسی قاعدہ محکم سے محارم کی حلت بھی واضح ہوتی ہے۔ لہذا اس میں بھی چون و چرا کی گنجائش ختم ہو جائے گی بلکہ اسی پر تمام موالیان ائمہ کا اجماع ہونا چاہیے۔

نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس سازش کے کار پر دازوں کا طریقہ واردات یہی تھا کہ ایک طرف تو ائمہ کے موالیوں اور ان کے خدام خالص میں شامل ہو جاتے تھے اور دوسری طرف ایسی بے دینی اور ضلالت و گمراہی کو ائمہ کے نام پر پھیلاتے تھے اور بہترین لوگوں کو مذہب اسلام سے برگشتہ کر کے چھوڑتے اور زبانی زبانی کو مسلم و مومن کہلاتے مگر درحقیقت بدترین یہودی و مجوسی اور کالے کافر ہوتے تھے۔ ﴿فاعتبر وایا اولی الالباب والابصار﴾

اور یہی منصوبہ پہلے دن ہی مجوس اور یہود نے طے کیا تھا جس پر اس ہوشیاری اور چالاکي سے عملدرآمد کیا جاتا رہا اور بلاخرہ مذہب اسلام میں ہر وہ قباحت داخل کر دی جس کو مٹانے کیلئے یہ آسمانی مذہب دنیا میں نافذ کیا گیا تھا۔ ﴿نعوذ باللہ من ذلک﴾

﴿قال شیخنا العلامة المامقانی... النصیریۃ من الغلاة اصحاب محمد بن النصیر النمیر کان یقول الرب هو علی بن محمد العسکری علیہ السلام وهو نبی من قبلہ وایاح المحارم واحل النکاح بالرجال وعن الکشی انہم فرقة قالوا بنیوۃ محمد بن النصیر الفہری﴾

(حاشیہ انوار مدنیہ از محمد علی القاضی طباطبائی ج ۱ ص ۲۷)

شیخ علامہ مامقانی نے کہا کہ نصیر یہ فرقہ غالیوں میں سے ہے جو کہ محمد بن نصیر نمیری کے



تبعین ہیں۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت علی بن محمد عسکری رب ہیں اور وہ ان کی طرف سے نبی ہے۔ اور اس نے محارم کو مباح قرار دیا اور مردوں کا مردوں کے ساتھ نکاح بھی حلال قرار دیا اور علامہ کشی نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ نصیر یہ وہ فرقہ ہے جس نے محمد بن نصیر فہری نیر کی نبوت کا قول کیا ہے۔

۶۔ شیعہ کا ایک فرقہ بشیر ہے جو قیام میں حضرت موسیٰ کاظم کے اصحاب میں سے محمد بن بشیر کے جس نے امامت کو آپ پر موقوف کر دیا اور کہا کہ وہ زندہ ہیں مگر نگاہ عوام سے پوشیدہ ہیں اور وہی قائم بالامر اور مہدی آخر الزماں ہیں اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ انہوں نے غائب ہوتے وقت مجھے اپنا خلیفہ اور وصی بنایا اور مجھے اپنی عمر طحا کی اور رعایا کے تمام دینی اور دنیاوی ضروری امور کا علم مجھے عطا کیا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دین محمدی اور شرع مصطفویٰ پر وار کرتے ہوئے صرف پانچ نمازوں اور صیام ماہ رمضان کے فرض ہونے کا اقرار کیا اور زکوٰۃ وحج اور دیگر فرائض کا انکار کر دیا بلکہ محارم اور دیگر فروج بلکہ غلمان کے ساتھ غیر فطری فعل کو بھی مباح ٹھہرایا۔

﴿زعمو ان الفرض علیہم من اللہ اقام الصلوٰات الخمس وصوم شہر رمضان وانکرو الزکوۃ والحج وسانئ الفرائض وقالوا باباحۃ المحارم والفروج والغلمان﴾

اور صرف دعویٰ پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ قرآن مجید میں معنوی تحریف کر کے اس پر بزم خویش دلیل بھی قائم کی اور کہا۔ ﴿واعلمو فی ذلک بقولہ تعالیٰ اویزو وجہم﴾  
﴿ذکر انساوانسا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو باہم جفت کرتا ہے مذکر ہونے کی حالت میں اور مونث ہونے کی حالت میں۔

(تنقیح المقال از علامہ مامقانی ج ۲ جز ۳ ص ۸۸ و رجال الکشی ص ۲۰۶ و حاشیہ رجال کشی ص ۲۸۷)

فائدہ:- محمد بن نصیر نے دلالت عقل کے ساتھ محارم کے ساتھ جماع اور غلمان کے ساتھ لواطت اور مردوں کے غیر فطری فعل کو جائز کیا تھا لیکن محمد بن بشیر نے دلالت نقل قرآن مجید کے ساتھ اس کو بزم خویش ثابت کر دکھلایا اور جب عقلی و نقلی دلائل اس تجویز پر متفق ہو گئے اور یہ اباحت اس قدر مہرمن اور مدلل انداز میں ثابت ہو گئی تو اب شیعی ملت کے لئے انکار کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟ ﴿لا حول ولا قوۃ الا باللہ﴾

رہ گیا یہ معاملہ کہ قرآن مجید میں امہات و بنات و اخوات کی حرمت کا بھی ذکر ہے اور قوم لوط کے فعل شنیع پر عذاب کا بھی تو اس کا جواب واضح ہے کہ ملنگان علی نے سارے قرآن پر عمل کا ذمہ تھوڑا ہی لے رکھا ہے؟ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصلی قرآن میں یہ حکم ہوں ہی نہیں بلکہ یہ خلفاء غلامانہ نے اپنی طرف سے تصرف کر دیا ہو۔ جب حضرت مہدی آئیں گے اور اصلی قرآن دنیا پہ ظاہر ہوگا اس وقت حقیقت کھلے گی لہذا احرام ہونے کی صورت میں توبہ کر لیں گے۔ ﴿لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم﴾

فائدہ ہمہ:

جتنے فرقوں سے بھی یہ افعال قبیحہ اور اعمال سیدہ حلال ٹھہرانے کے اقوال منقول ہیں وہ سبھی خلافت بلا فصل کے معتقد ہیں اور خلفاء غلامانہ کے مخالف۔ بشیر یہ امام موسیٰ کاظم تک تسلسل امامت کے قائل اور اسماعیلیہ بھی امام معترف تک اس کے معتقد نصیر یہ حضرت علی البہادی یعنی دسویں امام تک تسلسل امامت کے قائل۔ مگر بایں ہمہ اسماعیلیہ کو عبادیہ جو بیسیوں کا پیدا کردہ فرقہ اور ان کے جاری کردہ فاسد عقائد و نظریات کا شاہکار قرار دیا گیا ہے تو اس سے اباحت محارم و محرّمات اور خلافت بلا فصل وغیرہ کے قائل دوسرے فرقوں کی حقیقت اور اصلیت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ محض اسلام کے خلاف بدترین سازش ہے حب اہل بیت اور عقیدہ خلافت کو بطور ستر و پردہ اور

تلفیج و نفع اپنایا گیا ہے۔ دراصل اسلام اور محسنین اسلام پر کاری ضرب لگانے کے لئے اور اسلام کو یہودیت اور مجوسیت میں بدلنے کے لئے گھٹا و نیچال اور گہری سازش سے کام لیا گیا ہے جس کا بعض لوگ مکمل طور پر شکار ہو گیا اور غلو کی انتہا کو پہنچ گئے اور بعض تھوڑے تھوڑے متاثر ہوئے گو صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے مگر بڑے غالیوں میں شامل نہ ہوئے۔ لہذا اتفاقاتِ مراتب تو مانا جا سکتا ہے مگر اصل حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ سب کارستانیایں شاطرانِ یہود و مجوس کی ہیں۔ ﴿فاعتبروا یا اولی الالباب﴾

## باب چہارم

### لواطت اور مذہبِ شیعہ

یہ ایسا گھٹا و نا اور مکروہ فعل ہے کہ تمام امتوں اور اقوامِ عالم میں سے کسی نے بھی اس فعل کا ارتکاب نہیں کیا تھا تو موطا علیہ السلام انتہائی بدکردار تھی اور عبرت ناک عذاب سے دوچار ہوئی مگر انہوں نے بھی لڑکوں اور مذکوروں کے ساتھ اس فعلِ شنیع کا ارتکاب کیا عورتوں کے ساتھ نہیں۔ قومِ یہود اور عجمی لوگ حیض کے ایام میں عورتوں کو گھروں سے نکال دیتے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا پینا بھی بند کر دیتے۔ نصاریٰ اس معاملہ میں انتہائی نرم رویہ رکھتے تھے لیکن وہ حالتِ حیض میں مباشرت تو کر لیتے تھے مگر عورتوں سے لواطت ان کا بھی عمل نہیں تھا۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے آخری مذہبِ کامل و اکمل دینِ آخری کتاب اور خاتم الانبیاء ﷺ کی شریعت مطہرہ میں انتہائی مناسب اور متوازن حکم جاری کیا گیا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَفْرَقُوا بَهُنَّ حَتَّى يَظْهَرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ نِسَاءَ كُمْ حُرِّمَ لَكُمْ فَأْتُوا حُرِّمَكُمْ أَنِّي شَنِئْتُكُمْ﴾

**ترجمہ:** آپ سے سوال کرتے ہیں حیض کے متعلق فرمادیجئے وہ غلاظت ہے لہذا الگ رہو عورتوں سے حالتِ حیض میں اور نہ جماعت کرو ساتھ ان کے۔ جب تک اچھی طرح پاک نہ ہو جائیں پس جب اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے ساتھ جماعت کرو اس جگہ سے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے تو بہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے مکمل طور پر پاکیزہ رہنے والوں کو۔ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی کی جگہ ہیں۔ پس آؤ اپنی کھیتی کی جگہ کو اور جماعت کرو ساتھ ان کے جس کیفیت پر چاہو۔

کتے و اشخاص اور حکام فرمان ہے اور کسی قدر یہود نصاریٰ کے افراط و تفریط کے درمیان اعتدال متعین فرما کر امت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اس پر چلنے کا حکم دیا ہے کہ حالت حیض میں مباشرت سے گریز کرو اور نصاریٰ کی اتباع نہ کرو اور نہ ہی بالکل علیحدگی اختیار کرو یہود اور اعاجم کے نقش قدم پر چلو۔ تفسیر منہج الصادقین میں شیخ کا مفسر اعظم فتح اللہ کاشانی اسی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے قطرا ہے۔

اہل جاہلیت موالک و مشاربہ و مساکنہ بازانان حاض نمکر و مند نامند فضل یہود و نجوس ہوں این آیت نازل شد مسلمانان بظاہر اک عمل کردند و از ایشان اعتزال نمودند من جمیع الوجود (الی) حضرت فرمود: ایما امرتکم تعزلو امجا معتمن اذا حضن ولم امرکم باخراجهن کشفعل الاعاجم و گویند چون نصاریٰ بازانان حاض نجاعت کردند و از آں پاکہ نمیداشتم و یہود از ایشان معتزل میشدند در جمیع امور حتی حق تعالی اہل ایمان را امر فرمود باقتضاء این الامارین۔ (ص ۲۴ جز دوم)

اگر نجوسی اعاجم اور یہودی عورتوں کے ساتھ لواطت کو روا رکھتے تو اس کی اشد ضرورت تو اسی حالت حیض میں ہی ہو سکتی تھی اس میں ان سے کئی اجتناب کیوں کرتے اور نصاریٰ حالت حیض میں بھی مباشرت و نجاعت روانہ رکھتے بلکہ لواطت پر ہی اکتفا کرتے الفرض یہ فعل کی امت اور قوم میں مروج اور معمول نہیں تھا حتیٰ کہ نجوس میں بھی۔

لیکن شیخ نے وہ کچھ جائز اور روا رکھا جو کسی مشرک اور بد مذہب قوم نے بھی روا نہیں رکھا تھا اور پھر ظہم یہ کہ لواطت کا جواز ائمہ اہل بیت کے ذمہ لگا دیا اور بہتان عظیم اور افاقہ بین میں ذرہ بھر مشرک محسوس نہ کی اور اہل تشیع نے اپنی صحاح میں ائمہ کی طرف منسوب روایات درج کیں جو اس فعل شنیع کے جواز اور حلت پر دلالت کرتی ہیں۔ (فروع کافی مولف تقی الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی میں باب محاش النساء قائم کیا گیا ہے اور استنباط مولف شیخ الطافہ امام ابو جعفر طوسی

میں مستقل عنوان ﴿ایمان النساء فیما دون الفرج﴾ قائم کیا گیا ہے یعنی عورتوں کے ساتھ لواطت کا حکم اور شرعی جواز ص ۱۳۰۔ اور متعدد روایات درج کی گئی ہیں۔

۱. ﴿عن عبد اللہ بن ابی یعفور قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الرجال یاتسوا الممرات فی دبرھا قال لا بأس اذا وضیت قلت فابن قول اللہ فاتوھن من حیث امرکم اللہ فقال هذا فی طلب الولد فاطلبوا من حیث امرکم اللہ ان اللہ یقول نسا نکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم﴾

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۴)

**ترجمہ:** عبد اللہ بن ابی یعفور سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اس آدمی کے متعلق جو عورت کے ساتھ لواطت کرے تو انہوں نے کہا کہ حرج نہیں بشرطیکہ عورت راضی ہو جائے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ کھر گیا؟ عورتوں کے ساتھ نجاعت اس جگہ سے کرو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے تو امام نے فرمایا یہ اس صورت میں ہے جب جماع سے اولاد کی پیدائش مطلوب ہو لہذا اولاد وہیں سے طلب کرو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے عورتیں تمہارے لئے کھیتی کی جگہ ہے لہذا ان کے ساتھ مباشرت کرو جو دھر سے چاہو۔ منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۲ میں ہے (وایں مفتی پاکٹر اصحاب ماست) ہمارے اکثر علماء کے نزدیک مفتی یہی روایت ہے۔

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۵)

۲۔ امام ابوالحسن الرضا سے عورت کے ساتھ لواطت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے کہا۔ ﴿احلتھا ینا من کتاب اللہ قال لوط علیہ السلام ہولاء بناتی ہن اطھر لکم وقد علم انھم لا یریدون الفرج﴾

اس کو قرآن مجید کی اس آیت نے حلال کر دیا ہے جو لوط علیہ السلام سے حکایت ہے کہ



انہوں نے اپنی قوم کے ان بر معاشوں کو کہا تھا جبکہ وہ انہیں ان کے پاس بشری شکل میں آئے والے فرشتوں کے لئے پریشان کر رہے تھے۔ یہ میری بیٹیاں ہیں وہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ وہ ان کے ساتھ فرج میں جماع سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔

(لہذا آپ نے ان پر اپنی بیٹیوں کے ساتھ لواطت کو مباح کر دیا۔ نعوذ باللہ من ذالک) منہج الصادقین میں اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے کہا در غیر شرع ماست پس در شرع ما حجت نباشد یہ دوسری شریعت کا معاملہ ہے اس کو حجت و دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

(ص ۶ جز دوم)

علاوہ ازیں امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان پر اپنی بیٹیوں کے ساتھ نکاح کی پیش کش کی تھی قال ابو عبد اللہ عرض علیہم التزويع

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۳۹)

لہذا امام رضا کا استدلال امام جعفر صادق کی اس تاویل سے باطل ٹھہرا۔ علاوہ ازیں قابل غور یہ عمل ہے کہ اگر نعوذ باللہ ان بچیوں کے ساتھ بھی لواطت مباح فرما رہے تھے تو ہر اطہر لکم کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے وہ بھی حرام اور یہ بھی حرام۔ کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں کہ لوط علیہ السلام کی شریعت میں عورتوں کے ساتھ لواطت جائز تھی اور اس آیت کے معنی میں شیعہ اور سنی کے درمیان اختلاف و نزاع ہے۔ لہذا اس کو دلیل بنانے کا ویسے کوئی جواز نہیں۔ ۳۔ صفوان سے مروی ہے کہ میں نے امام رضا سے عرض کیا تمہارے موالیٰ میں سے ایک شخص نے مجھے ایک مسئلہ دریافت کرنے کا حکم دیا ہے وہ خود پوچھتے ہوئے شرماتا ہے آپ نے فرمایا بتلائیے وہ کیا مسئلہ ہے تو صفوان نے کہا۔

«السرجل انه ياتني زوجته في دبرها قال نعم ذلک له قال قلت والله تفعل ذالک قال انا نحن لا نفعل ذالک»

کیا آدمی کو حق حاصل ہے کہ اپنی بیوی سے لواطت کرے تو آپ نے فرمایا۔۔۔ ہاں اسے یہ حق حاصل ہے۔ میں نے کہا کیا آپ بھی یہ کام کرتے ہیں (تاکہ ہمارے لئے قوی اور فعلی سنت بن جائے) آپ نے فرمایا ہم یہ فعل نہیں کرتے۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۳۲۔ تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۳۱۶)

۴۔ یونس بن عمار سے مروی ہے کہ میں نے امام عبداللہ یا امام ابوالحسن سے کہا کہ میں بسا اوقات لونڈی کے ساتھ لواطت کرتا ہوں اور اب میں نے یہ قسم کھالی ہے کہ اگر میں اس کے ساتھ یہ فعل کروں گا تو مجھ پر ایک درہم صدقہ کرنا لازم ہوگا اور اب اس قسم کو نبھانا میرے لئے مشکل ہو گیا ہے تو انہوں نے کہا ایس علیک شنی وذلک لک تجھ پر کفارہ بھی لازم نہیں ہے اور لواطت جائز ہے۔ بقول شیعہ لواطت حلال تھی اسے حرام کرنا تبیین ہو گیا اور خود اس نے ایک درہم اپنے ذمے لگا رکھا تھا امام نے اس کی بھی چھوٹ دے دی تو آخر اس رعایت کی وجہ جواز کیا ہو سکتی ہے؟

۵۔ حماد بن عثمان سے مروی ہے کہ خود میں نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا یا جس نے ان سے دریافت کیا اس نے مجھے بتلایا کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے یہ دریافت کیا کہ آیا مرد و عورت سے لواطت کر سکتا ہے اور اس وقت آپ کے ہاں لوگوں کی ایک جماعت موجود تھی تو آپ نے پہلے تو بلند آواز سے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے غلام کو تکلیف مالا بطلاق دے تو اسے بیچ دے۔ بعد ازاں ان لوگوں کے چہروں پر ایک نظر ڈالی اور پھر میری طرف جھک کر آہستہ سے کہا لا ہاس اس میں کوئی حرج نہیں۔

(تہذیب ج ۷ ص ۴۱۵)

سبحان اللہ لوگوں کو تو دوسری حدیث باواز بلند سنا کر اس میں مشغول کر دیا اور اس کو خفیہ طور پر مسئلہ بتا دیا دیکھا آپ نے کہ مجبین اماموں کو کس طرح چکر باز اور جملہ ساز ثبات کرتے ہیں۔

امام جعفر صادق کا استدلال۔ امام ابوالحسن کا جواب  
 قول باری تعالیٰ نِسَاءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاتُوا حَرْثَكُمْ اَنِّی  
 شِئْتُمْ کی تحقیق

پہلی روایت میں امام جعفر صادق کا استدلال جواز لواطت پر اس آیت کریمہ کے ساتھ  
 آپ نے ملاحظہ کر لیا ہوگا اب اس کا جواب امام ابوالحسن الرضا کے کلام سے پیش کیا جاتا ہے تاکہ  
 اس استدلال کا ضعف دوسرے امام کے قول سے واضح ہو جائے اور شیعی علماء کا دعویٰ بھی باطل  
 ہو جائے کہ انہ میں سے ایک کا جو قول ہوگا دوسروں کا بھی وہی ہوگا۔

عن معمر بن خلاد قال ابو الحسن ای شئنی يقولون فی اتیان النساء  
 فی اعجازہ قللت له بلغنی ان اهل المدينة لا یرون به باسفا قال ان اليهود کانت  
 تقول اذا اتی الرجل المرأة من خلفها خرج ولده احوال فانزل الله تعالی  
 نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم من خلف وقد ام مخالفوا قول اليهود  
 ولم یعن فی ادبارهن (استبصار ص ۳۱-تقریر صافی ص ۷۳)

معمر بن خلاد سے مروی ہے کہ امام ابوالحسن الرضا نے مجھ سے دریافت کیا لوگ  
 عورتوں کے ساتھ لواطت کے متعلق کیا کہتے ہیں تو میں نے ان سے کہا مجھے یہ بات پہنچی ہے  
 کہ اہل مدینہ اس میں حرج نہیں سمجھتے۔ تو آپ نے فرمایا۔۔۔ یہود کیا کرتے تھے کہ جب  
 نوند بیوی کے ساتھ پچھلی طرف سے جمان کرتے اور سامنے سے نہ کرتے تو اس کا بچہ بھیجا  
 ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کر حکم دیا کہ عورتیں تمہارے لئے کھیتی کی جگہ ہیں  
 (جہاں سے تمہاری اولاد پیدا ہوتی ہے) لہذا ان کے ساتھ جماع جس کیفیت کے ساتھ چاہو

کرو آگے سے یا پیچھے سے۔ جس سے مقصود یہود کے دعویٰ کا رد اور مخالفت ہے اور یہ مقصد باری  
 تعالیٰ کا نہیں کہ ان کے ساتھ لواطت تمہارے لئے حلال ہے (کیونکہ اس فعل کا محل مقام حرث  
 نہیں بلکہ غلات کی جگہ ہے) (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۵)

امام جعفر صادق سے متضاد روایات

۱۔ عن سدیر قال سمعت اب عبد الله عليه السلام يقول قال رسول الله ﷺ  
 محاش النساء علی امتی حرام (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۶)  
 سدیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا رسول اللہ ﷺ  
 نے فرمایا میری امت پر عورتوں کی پانچ خدوایں جائیں حرام ہیں یعنی لواطت حرام ہے۔  
 (ف) یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ صرف امام جعفر صادق کا قول نہیں بلکہ رسول خدا ﷺ  
 فرمان ہے اور اس میں حرمت کی تصریح موجود ہے۔

۲۔ عن هشام عن ابی عبد الله لا تفری ولا تفرث وعن ابی بکر لا تفرث ای  
 الاناث من غیر هذا الموضع  
 یعنی ہاشم اور ابن بکر دونوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ عورتوں کے ساتھ  
 لواطت نہ کرو صرف ان کا فرج ہی استعمال کرو۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۶)

۳۔ و العیاشی عن الصادق ای متی شئتم فی الفرج وفي رواية اخرى عنه ای  
 ساعة شئتم وفي اخرى من قدامها ومن خلفها فی القبل  
 یعنی عیاشی نے کہا امام صادق سے اس آیت کی تفسیر میں تین منقول ہیں۔

اول: جس وقت چاہو ان سے جماع کرو لیکن فرج میں۔

دوم: یا جس گھڑی چاہو۔

سوم: سامنے سے جماع کرو یا پیچھے سے لیکن ہونفرج میں۔ یعنی انی زمانہ کی تعیم بیان کرنے کے لئے ہے رات میں جماع کرو یا دن میں۔ یا ساعات کی تعیم بیان کرنے لئے ہے یا کیفیت جماع میں تعیم بیان کرنے کے لئے ہے اور اس سے مکان کی تعیم مقصود نہیں تاکہ لواطت کا جواز لازم آئے۔

(ف) ان روایات کی رو سے امام جعفر صادق اور امام ابوالحسن الرضا دونوں کا اس آیت کی تفسیر میں اتفاق و اتحاد ثابت ہو گیا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے ﴿مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْتَفْحِينَ﴾ فرمایا ان کو حق مہر کے عوض تمہارے لئے حلال قرار دیا گیا ہے لیکن تمہارا ارادہ محض مادہ منویہ کا اخراج اور ظروف منویہ کا استفراغ نہیں ہونا چاہیے بلکہ احسان اور عزت نفس کا تحفظ ملحوظ ہونا چاہیے اور لواطت سے مقصود صرف استفراغ اور شہوت رانی۔ اس لئے اس کے ساتھ احسان ثابت نہیں ہو سکتا لہذا واضح ہو گیا کہ اس آیت میں لواطت کا جواز نہیں بیان کیا گیا بلکہ یہود کا یہاں محل خاص میں جماع کا بیان ہے اور کیفیت جماع میں تعیم مقصود ہے یا اس کے اوقات میں اور رسول کریم علیہ السلام کے فرمان سے اور امام جعفر صادق کی روایت سے صراح حرمت کا حکم واضح ہو گیا اور کلام مجید کا بیاق و سباق بھی لواطت کی حرمت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عورت اولاد متولد ہونے کے لحاظ سے مرد کیلئے کھیتی کی جگہ ہے اس جہت کو ﴿نِسَاءَكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ میں بیان کرنے کے بعد بطور تفریع ﴿فَاتَّقُوا اخْرَاجَكُمْ﴾ فرمایا اور اسی مقام حرث کا تعین ہی ﴿مِنْ حَيْثُ اخْرَجْتُمْ إِلَيْهِ﴾ میں واضح فرمایا ہے اور حال جنس میں جماعت کے ممنوع ہونے کی علت ﴿فَسَلِّ هُوَ أَدَى﴾ بیان فرما کر بھی لواطت کی

حرمت واضح فرمادی۔

کیونکہ جس طرح خون حیض غلاظت ہے اور اس دوران فرج کا استعمال ممنوع ہے تو براز اور پاخانہ کی نالی جو ہر وقت اس غلاظت سے آلودہ ہوتی ہے اس کی حرمت میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے؟ نیز فرج میں جماعت سے غلیظ مادہ معدہ میں نہیں جاسکتا لیکن لواطت کی صورت میں یہ مادہ معدہ میں پہنچتا ہے اور قیوس و کیوس کے ساتھ شامل ہو کر جزو بدن بن جاتا ہے جس سے اس کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔

لواطت کے دلدادگان کا اضطراب اور توجیہات فاسدہ

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی دور روایات کے متعلق کہتا ہے۔

۱۔ ﴿وَفِي هَذِهِ الْخَبَرِ مِنْ ضَرْبِ مِنَ الْكِرَاهِيَةِ لَانَ الْأَفْضَلِ التَّجَنُّبِ عَنْ ذَلِكَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَحْظُورًا﴾

ان دونوں روایتوں کی توجیہ یہ ہے کہ ان میں ایک قسم کی ناپسندیدگی کا بیان ہے کیوں کہ لواطت اگرچہ ممنوع نہیں ہے مگر افضل اجتہاب ہی ہے (سبحان اللہ سرور دو عالم علیہ السلام فرمادیں لواطت حرام ہے اور قرآن، غلاظت سے دور رہنے کا حکم دے مگر لواطت کے شائق اس کا ترجمہ یہ کریں کہ بس خلاف اولیٰ ہے اور غیر انبہ فعل ہے)

۲۔ ﴿وَيَحْتَمِلُ أَيْضًا أَنْ يَكُونَ الْخَبَرَانِ وَرْدًا مُمَرَّدًا لِنَقِيَةِ لَانَ أَحْدَمَانَ الْعَامَةِ بِحِجْزِ ذَلِكَ الْأَمَّا حِكْمِي عَنْ مَالِكٍ وَبِخْتَلَفِ أَصْحَابِهِ عَنْهُ فِيهِ﴾

(وکنذانی تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۳۱۶)

یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دونوں روایتیں بطور تفریع آپ سے صادر ہوئی ہوں یعنی عام اہل



اسلام کے ڈر سے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی اسے جائز نہیں رکھتا ماسوائے اس حکایت کے جو امام مالک کی طرف سے منسوب ہے لیکن ان کے متعین ان کی طرف منسوب اس حکایت کی سخت میں اختلاف رکھتے ہیں۔

ف: اس توجیہ میں بھی سقم اور فساد واضح ہے کہ حلال کو حرام کر دینا خدا تعالیٰ کی بغاوت ہے اور دین میں فساد اور پھر نبی اکرم ﷺ پر بھی بہتان باندھنا لازم آئے گا۔ کیا ائمہ کرام دین کا اسی طرح تحفظ کرتے رہے اور لوگوں کی رہنمائی کا حق اسی طرح ادا کرتے رہے کہ حلال کو بوجہ خوف خلق حرام قرار دیتے رہے۔ ﴿العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ﴾

۳۔ امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت کے متعلق شیخ الطائفی نے کہا۔

﴿الذی تضمنہ هذا الخبر تفسیر الایۃ وسبب نزولها وما المراد بها ولس اذالم یکن مقلانہ مراد اہا لایۃ یجب ان یکون حراما بل لایمتنع ان یدل دلیل اخر علی جواز ذلک﴾

یعنی اس روایت سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ ہے صرف اس آیت ﴿فاتوا حرثکم انی شتمکم﴾ کی تفسیر اور اس کا سبب نزول اور اس سے جو کچھ باری تعالیٰ کی مراد ہے اس کا متعین کرنا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارا نظریہ یعنی جواز لواطت اس آیت میں مراد نہ ہو تو خواہ مخواہ وہ حرام ٹھہرے بلکہ ہو سکتا ہے کوئی دوسری دلیل اس کے جواز پر دلالت کرے اور وہ روایات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اقول: اتنا قدر تسلیم ہو گیا اس آیت میں لواطت کا جواز بیان نہیں کیا گیا اور ہم تنبیہ کر چکے ہیں کہ جیسے کہ ایام میں عورتوں کے ساتھ جماع کو حرام ٹھہرا کر اور غلاط کو اس کی علت بنا کر قرآن مجید نے اس کی حرمت واضح کر دی بلکہ حرثکم نے محل متعین کر دیا اور صاحب

قرآن علیہ السلام نے ﴿مسا حاش النساء علی حرام﴾ فرما کر لواطت کی وجہ حرمت واضح فرمادی۔ یعنی گور اور غلاط والی جگہ ہونے کی وجہ سے لواطت حرام ہے کیونکہ حکم شتم پر تو مبداء اشتقاق علت حکم ہوا کرتا ہے لہذا کتاب اللہ میں بیان کردہ علت کو نبی اکرم ﷺ نے لواطت کے حرام ہونے کی علت قرار دیا اللہ تعالیٰ اور نبی مصطفیٰ علیہ السلام کے ارشادات کے بعد امام جعفر صادق کی طرف منسوب متضاد و متعارض روایات کا کیا وزن ہو سکتا ہے؟ اور قرآن سنت کے برعکس ان اقوال سے جواز ثابت کرنے کی کیا وجہ جواز ہو سکتی ہے؟

### اصولی بات:

جبکہ قاعدہ اور قانون اور اصل و کلیہ یہ ہے کہ جب ایک چیز علت و حرمت کے درمیان دائر ہو تو احتیاطاً حرمت کو ترجیح ہوتی ہے لہذا اس قاعدہ کی رو سے بھی اس فعل کو حرام ٹھہرانا ضروری تھا نہ کہ ہر ممکن طریقہ سے قوم لوط کی متابعت پر کمر بستہ ہونا۔ العیاذ باللہ۔

### شیعہ کی قوم لوط علیہ السلام سے سبقت

بلکہ یہ تو قوم لوط علیہ السلام سے بھی بازی لے گئے کیونکہ ان کو تو عورتوں کے ساتھ لواطت کی نہ سوجھی بلکہ بقول شیعہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کے ٹھکرا دیا اور کہا مسالنا فی بناتک من حق ہمیں آپ کی بیٹیوں کے ساتھ یہ فعل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن شیعہ صاحبان کو بہت دور کی سوجھی ہے۔

### اہل السنۃ کا مذہب

شیخ الطائفی ابو جعفر طوسی کی تصریح نظر نواز ہو چکی ﴿لان احدا من العامة لایحیز ذالک﴾ کہ عام اہل اسلام سے کوئی اس کا قائل نہیں ہے ﴿الحق ما شہد بہ

الاعسداء ﴿لہذا سوائے شیعہ کے جملہ اہل اسلام کا لواطت کے حرام ہونے پر اجماع و اتفاق ثابت ہو گیا۔ رہا معاملہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا تو ان کی طرف جواز کے فتویٰ کی نسبت کرنا خود طوسی کے بقول مختلف فیہ ہے۔

### حقیقت حال:

یہ ہے کہ یہ ان پر افتراء ہے۔ ان کے موطا میں اس مسئلہ کا عنوان ہی یہ ہے۔

(باب یحرم الاتیان فی الدبر ویحل فی قلبہا من جانب دبرہا)

(موطا مصنفی ج ۲ ص ۲۶)

یعنی مرد کا بیوی کے ساتھ لواطت کرنا حرام ہے البتہ پھجلی طرف سے فرج میں وطی اجماع حلال ہے اور اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔ ﴿نِسَاءَ کُمْ حُرِّمَتْ لَکُمْ فَاتُواْ اٰخَرَ فِکُمْ اِنِّیْ سَمِعْتُ﴾ اور کسی کا مذہب صحیح طور پر اس کی کتابوں ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کی شرح میں فرمایا کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ فرج میں ہر کیفیت پر وطی اور جماع حلال ہے اور دریں ہر حال میں وطی اور مباشرت حرام ہے۔

تفسیر منہج الصادقین میں ملاحظہ کا شانی نے کہا جزو دوم ص ۷ معظم فقہا عامہ درائیں مخالفت نمودہ اند لفتنہ اند کہ حرث نمبیا شد مگر بسل پس وطی در موضع جائز باشد کہ نسل متوقع باشد وائیں در بر مقتی است۔ یعنی معظم فقہا اہل السنۃ لواطت کے معاملہ میں شیعہ کے خلاف ہیں اور وہ قرآن کے کلمہ حرث کو دلیل حرمت بتاتے ہیں کیونکہ عورتیں حرث کہلاتی ہیں۔ مبداء نسل ہونے کی وجہ سے اور وہ صرف فرج ہے نہ کہ دبر۔

### صاحب منہج کا انوکھا استدلال اور بے خبری کی انتہا

عورتیں اگرچہ حرث فرج کی وجہ سے کہلاتی ہیں لیکن ان کے ساتھ مباشرت مقام حرث کے علاوہ مقامات میں جائز ہے جس طرح تنجید وغیرہ یعنی عورت کی رانوں کے درمیان آگہ تامل کرنا جائز ہے لہذا لواطت بھی جائز ہے۔ نساء اگرچہ حرث اند لیکن وطی ایساں در غیر موضع حرث بلا خوف جائز است مانند وطی بین الفخذین وغیرہ۔

(ملاحظہ ہو تفسیر منہج الصادقین ج ۲ ص ۷)

جواب: رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس چیز سے محبت ہو محبت اس کے عیوب دیکھنے اور سننے سے اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے درحقیقت تنجید وغیرہ ﴿هٰنَ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهٰنَ﴾ کے ضمن میں آتی ہے۔ مرد عورت کیلئے لباس ہے اور عورت مرد کے لئے۔ پھر اس فعل کو بطی یا جماع سے تعبیر ہی نہیں کیا جاتا اور ﴿فَاتُواْ اٰخَرَ فِکُمْ﴾ میں وطی اور جماع کا حکم دیا گیا ہے اور حرث کے لفظ سے دو محتمل مقاموں میں سے ایک کا تین کر دیا گیا ہے کہ جو جگہ مبداء نسل ہے وہاں سے جماع کرو۔

بہر حال یہ سب کرشمہ ہے حب لواطت کا ورنہ صریح حرمت ثابت ہونے کے بعد اس قسم کے بودے اور بے بودہ استدلال کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کتاب وسنت میں لواطت حرام کی گئی ہے اور تنجید حرام نہیں ہے تو حرام کا قیاس غیر حرام پر کیسے کیا جاسکتا ہے۔ نیز قیاس اہل تشیع کے نزدیک حجت شرعی ہی نہیں بلکہ وہ اسے سخت ناپسندیدہ فعل ٹھہراتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک حجت ہے مگر جہاں کتاب سنت اور اجماع سے حکم ثابت نہ ہو سکے اور ان میں اس کی تصریح موجود نہ ہو نہ کہ ان کے مقابل قیاس کو حجت قرار دیا جائے گا۔

## عبرت انگیز فرمان:

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے۔ ﴿حرمة الدبر اعظم من حرمة الفرج ان الله اهلك امة بحرمة الدبر ولم يهلك احداً بحرمة الفرج﴾ در میں جماع اور لواطت کی حرمت زنا سے بھی زیادہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو حرمت در سے پامال کرنے پر ہلاک و تباہ و برباد کیا۔ جس کی تباہی کی نظیر کسی دوسری قوم میں نہیں ملتی۔ اس قدر سنگین عذاب کہ ساتویں طبقہ سے زمین کو اکیڑ کر اٹھایا اور ان کو اتنا نیچے دھنسیا کہ ان کی ہوا بھی کسی کو نہ لگے لیکن حرمت فرج پامال کرنے پر کسی قوم کو ایسا سنگین عذاب نہیں دیا گیا اور نہ اس طرح رسوا و ذلیل کیا گیا ہے۔

روافضی کے اس فتویٰ کو امام موصوف کے اس فرمان کے بعد کیا شیطان کی دوسری چال نہیں سمجھا جائے گا کہ ان برائی کو رنگ دے کر اس امت کی رسوائی اور تباہی کا سامان کیا جائے۔ ﴿نعوذ بالله من ذالک﴾

## تنبیہ نبیہ:

اور یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ منکوحہ عورتوں کے ساتھ لواطت کے جواز کی تخصیص بھی صرف بعض شیعہ کا نظریہ ہے ورنہ بعض نے مطلقاً یہ فعل جائز اور مباح قرار دیا ہے جیسے کہ محمد بن نصیر النعمری اور محمد بن بشیر کا قول قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ مردوں کی مردوں کے ساتھ لواطت جائز ہے کیونکہ مفعول کیلئے اس میں تواضع، کسر نفسی اور عجز و انکسار ہے اور اظہار تدلل و مسکنت جو کہ روح عبودیت ہے اور فاعل کیلئے اس میں عظیم تر لذت کا سامان ہے اور اللہ تعالیٰ کا ایسی چیزوں کا منع کرنا اور انہیں حرام ٹھہرانا درایت اور قیاس عقل کے خلاف ہے اور درایت کا روایت سے اور عقل کا نقل سے مقدم ہونا شیعہ کا مسلم قاعدہ ہے لہذا اس کا جواز ان کے نزدیک

قطعیات کے ضمن میں آگیا اور عدم جواز نفی اور قائل تاویل ہو گیا اسی لئے محمد بن نصیر النعمری علانیہ لواطت کرتا تھا اور ملامت کرنے والوں کو کہتا تھا۔

﴿ان هذا من اللذات وهو من التواضع لله وترك التمجيز﴾

(احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۷۵)

یہ فعل پسندیدہ لذات میں سے ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع اور انکساری ہے اور سرکشی اور تکبر کا توڑ۔

اور یہ محمد بن نصیر النعمری اپنے آپ کو حضرت امام ابو الحسن علی بن محمد کے مقربان خاص میں داخل کیے ہوئے تھا اور دوسری طرف اس بے دینی کا عملی طور بھی اور زبانی بھی پر چار کیا کرتا تھا جس سے صاف ظاہر کہ اس تقرب سے ان لوگوں کا مقصد وحید یہی تھا کہ لوگوں کو دھوکہ دیا جائے اور اس تقرب کی وجہ سے ان کو باور کرایا جائے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ صرف اور صرف اہل بیت کرام کا مذہب ہے۔ حاشا وکلاء و حضرات یقیناً ان آل انکسوں سے بالکل پاک منزہ تھے اور ایسے لغو اور بیہودہ اقوال سے بری اور بیزار تھے۔



الغرض

ان مسائل میں تعصب و عناد سے بالاتر ہو کر اور اخلاص و انصاف کے ساتھ غور فکر کرنے سے کلمۃ التقدیم میں عرض کردہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ اس مذہب کے بانیوں کا بنیادی اور اساسی مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اہل اسلام و ایمان سے ان کی دولت اسلام اور نعمت ایمان سلب کر لی جائے اور انہیں شہوات اور خواہشات نفس اور سخیلی جذبات کا مجسمہ بنا دیا جائے اور وہ صرف نام کے مسلمان رہ جائیں۔ حقیقت میں مجوسی، یہودی اور عیسائی ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان بھائیوں کو ان کے شر سے محفوظ و مصون فرمائے اور دل و جان سے مذہب اسلام پر کار بند بنائے۔ آمین ثم آمین۔

﴿ان ارید الاصلاح وماتوفیقی الا بالله علیه توکلت والیه انیب﴾

خادم اسلام و اہل اسلام

ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی



فَاعْلَىٰ مَدَحٍ

مذہب  
لفظ اللہ میں یحییٰ کا لفظ  
لفظ اللہ کو غور سے پڑھیں!

فقد الله كوفي سے پڑھیں!

100



عبدعزیز (۱۸ ذی الحجہ) کے طوق پر  
 بے نقاب شدہ آزادی اجتماعی تنظیم و تنظیم  
 عارف علی کے جملے کے اور اور فیض

[illegible][illegible]

(مسل جاری ہے)





تحفہ  
حسینیہ

کوثر  
الخيرات

جلاء  
الصدور

مناظرہ  
جنگ

مناظر اسلام شیخ الحدیث

مدظلہ

محمد اشرف

سیالوی

کی قابل قدر تصانیف

گلشن توحید و رسالت

ہدایہ المتدبیر الخیر ان فی الاستعاذۃ بالایمان

انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین

تنویر الابصار بنور النبی امختار

دی ہولی بائبل اور شان انبیاء میں گستاخیاں

Designed by Advertiser

0243-4655272

ملک و مسعود خورشید مہر و مہر الاسلام

کالج روڈ سرگودھا: 048-5724695